شیطان کی حقیقت اور اس کے مکروفریب بچاؤ کی تدابیر کا بیان

اِنسان اور شیطان

حافظ مبشّر حسین

شیطان کی حقیقت اور اس کے مکروفریب سے بچاؤ کی تدابیر کا بیان

انسان اور شیطان

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740/23282550 فیکس: 23267510

نام کتاب : انسان اور شیطان

مولف : حافظ مبشر حسین

ناشر : اریب پبلیکیشنز

صفحات : 184

سن اشاعت : 2014

قیمت :

INSAN AUR SHAITAN

Hafiz Mubashshar Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740، 23282550، 43549461

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

'شیطان' کے بارے میں مختلف اَدیان و مذاہب میں کوئی نہ کوئی تصور ضرور پایا جاتا ہے، کہیں اسے فرضی وجود کے ساتھ مختلف بتوں اور دیوتاؤں کی شکل میں تسلیم کیا جاتا اور قابل پرستش سمجھا جاتا ہے اور کہیں اسے انسان کے نفسِ اَمّارہ اور خواہشِ شر کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ خود مسلمانوں میں بعض لوگ اس کے وجود کے انکاری رہے ہیں اور بعض اپنے کالے دھندے چلانے اور شیطان کو خوش کرنے کی خاطر آج بھی اس کی عبادت و اطاعت کا شکار ہیں......!

شیطان کیا ہے ؟......اسے کیوں پیدا کیا گیا؟......اس کا انسان کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟......ابلیس (شیطان اکبر) اور عام شیطانوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟......کیا شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے؟......شیطان انسان کو کیسے گمراہ کرتا ہے؟......شیطان کے مکر و فریب کی نوعیت کیا ہے؟......اس سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں؟......

ان تمام سوالوں کے جواب قرآن و سنت کی روشنی میں کتاب ہٰذا میں دیئے گئے ہیں۔ علاوہ اَزیں فلسفۂ خیر و شر، دنیا میں ہونے والی برائیوں میں شیطان کا کردار، اور خود انسان کے ارادہ و اختیار کی نوعیت وغیرہ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس ضمن میں بہت سے گمراہانہ افکار کا رد بھی کتاب ہٰذا کی زینت ہے۔

زیر نظر کتاب کی پہلی اشاعت کے بعد لوگوں کے تبصروں اور تجزیوں سے اندازہ ہوا کہ اردو زبان میں اپنے موضوع پر یہ سب سے جامع اور مستند کتاب ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس بندۂ ناچیز کو اس کی توفیق سے نوازا۔ حالیہ اشاعت میں مزید اصلاح و تہذیب کی گئی ہے۔ اگر کتاب میں کہیں کوئی خامی ہے تو اسے راقم الحروف کی طرف منسوب کیا جائے اور اگر اس میں کوئی خوبی ہے تو یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے۔

اللہ ہماری محنت و کاوش قبول فرمائے، آمین!

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ کتاب

باب 1 شیطان......ایک تعارف!

باب 2 نفسِ اَمّارَۃ، لَوّامَۃ، مُطْمَئِنَّۃ اور شیطان!

باب 3

شیاطین اور جنات کی دنیا، ایک نظر میں

باب 4

شیطان کے مکر وفریب اور مکروہ عزائم!

شیطان کی چند تاریخی وارداتیں

شیطان اور مسلمان!

شیطان کے مقاصد؟

باب 8

شیطان کے ہتھکنڈے

باب 9 140

شیطان سے مقابلہ کرنے کے لئے مومن کا ہتھیار

باب 10 152

روحوں کی حاضری......!

باب 11

شیطان کی تخلیق کا فلسفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

مختلف اَدیان و مذاہب کا 'تصورِ شیطان'!

شیطان کیا ہے......؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا......؟ یہ کوئی وجود رکھتا ہے یا نہیں......؟ اس کے پاس کس قدر قوت و طاقت اور اختیارات ہیں......؟ انسانوں کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے......؟ اس کے مکروفریب سے بچاؤ کے لیے کیا تدابیر کارگر ہو سکتی ہیں......؟؟

یہ اور اس نوعیت کے کئی ایک سوالات ہر انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام اَدیان و مذاہب اور اَقوام و ملل میں ان کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ 'شیطان' ایک وجود رکھنے والی مخلوق ہے۔ اگرچہ بعض فلاسفہ نے اسے بدی کی طاقت سے موسوم کرتے ہوئے ایک غیر وجودی چیز قرار دیا مگر اس کے باوجود وہ مجبور تھے کہ لوگوں کو بدی سے ڈرانے کے لیے اسے کسی خوفناک اور مہیب تمثیل کے ساتھ بیان کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں تمام اَقوام و ملل میں شیطان کے نام سے مختلف بت، دیوتا وغیرہ پڑھنے، سننے اور عجائب گھروں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

"شیطان کی تاریخ" (از پال کیرس، مترجم: یاسر جواد) نامی کتاب میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے تخیلاتی شیطانوں کی فرضی صورتیں دکھائی گئی ہیں۔ یہی مصنف آخر میں لکھتا ہے کہ

''سبھی اَقوام میں 'تصورِ شر' کو شخصی صورت دے دیا جانا یقینی امر ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جس کے اپنے شیطان و عفریت نہ ہوں جو دکھ، اَذیت اور بربادی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مصر میں تاریکی کی

قوتوں سے خوف کھایا اور انہیں مختلف ناموں مثلاً سیت، بیس یا ٹائی فون سے پوجا جاتا تھا۔ اگرچہ برہمن مت کے قدیم دیوتاؤں میں نیک اور بد دیوتاؤں کی تمیز نہیں کی گئی مگر ہم عظیم دیوتاؤں کے بادشاہ 'مہیش' پر عظیم دیوی 'مہامایا' کی فتح کے متعلق جانتے ہیں۔ بودھیوں نے شیطان کو 'مار' کی شخصی صورت دی جو تحریص دلانے والا، شہوت اور گناہ کا باپ اور موت عطا کرنے والا ہے۔ 'کالدیوں' نے 'تیامت' کو بے ترتیبی اور انتشار کا شخصی نمائندہ بنایا۔ اہل فارس اسے 'انگرامینیو' یا 'اہرمن' (تاریکی کا شیطان) کہتے ہیں۔ قدیم ٹیوٹن اور Norsemen نے اسے Loki کا نام دیا۔'' [ص: ۱۶۵،۱۶۶]

یہ تو تھا شیطان کے وجود کے بارے میں مختلف مذاہب کا نقطۂ نظر، باقی رہا شیطان سے متعلقہ دوسرے سوالات (مثلاً اس کے انسانوں سے تعلقات کی نوعیت، قوت وطاقت وغیرہ) کے حوالے سے لوگوں کے خیالات، تو اس بارے تاریخی طور پر ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگ ہر دور میں شیطان کو اپنا خطرناک دشمن سمجھتے رہے ہیں۔ کہیں کوئی تباہی، آفت، سیلاب، نقصان وغیرہ کا سامنا ہوتا تو وہ یہی سمجھتے کہ شیطان اور اس کے لشکر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ کوئی بیمار ہوتا، کسی کا عزیز فوت ہوتا، کسی کے کاروبار میں خسارہ ہوتا، کسی کا مقصد پورا نہ ہوتا تو وہ یہی کہتا کہ میرا شیطان مجھ سے ناراض ہے۔ پھر اس شیطان کو راضی کرنے اور اپنے زعم میں اس کی طرف سے ہونے والے نقصانات سے بچنے کے لئے لوگ اپنے اپنے انداز میں اس کی پوجا کرتے۔

اس پوجا و پرستش کے لیے لوگ بت کی شکل میں شیطان کی فرضی صورت بنا لیتے اور جس انداز سے بھی اس کی پوجا و پرستش ممکن ہوتی، اسے اختیار کرتے۔ ان شیطانوں کے نام پر نذر و نیاز، ان کے آگے رکوع وسجود اور ان کے نام پر صدقہ وخیرات وغیرہ تو معمولی چیزیں تھیں جو یہ لوگ بروئے کار لاتے جب کہ ضرورت پڑنے پر ان شیطانوں کے ناموں پر انسانوں کی قربانیاں پیش کرنے سے بھی لوگ گریز نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایک آدھ انسان کی ہر سال کی قربانی دے کر ہم شیطان دیوتا کو راضی کر لیں گے اور اس طرح ایک فرد پورے معاشرے کو مالی وجانی تباہی سے بچالے گا۔ اہل مصر کا ہر سال ایک کنواری دوشیزہ کو دریائے نیل کے لیے قربان کرنا، اور کچھ لوگ اپنے خود ساختہ معبودوں کو راضی کرنے کے لیے بچوں کو ان کے نام پر ذبح کرنا کتاب تاریخ کے مشہور و معروف باب ہیں۔ 'کیپٹن جان سمتھ' نامی ایک مصنف نے اپنی کتاب 'ورکس آف کیپٹن' [ص: ۳۴۷] میں سترہویں صدی عیسوی میں ورجینا میں شیطان کی

پرستش کا ایک منظر اس طرح بیان کیا ہے:

''......لیکن ان کا مرکزی خدا 'شیطان' ہے جسے وہ Okee (دیوتا) کہتے ہیں۔ وہ اس سے محبت کرنے کی نسبت خوف زیادہ کھاتے ہیں۔ ان کے معبدوں میں اس شیطان خدا کی شبیہ رکھی ہے جسے زنجیروں اور لوہے کی چیزوں سے مزین کیا گیا ہے۔ ملک کے کچھ حصوں میں وہ ہر سال بچوں کی قربانی دیتے ہیں مثلاً جیمز ٹاؤن سے کوئی ۱۰ میل کے فاصلے پر واقع Quiyoughcohanoch میں قربانی اس طریقہ سے دی جاتی ہے کہ وہ ۱۰ تا ۱۵ سال کے ۱۵ لڑکوں کے جسم پر سفید رنگ مل کر لوگوں کے سامنے لاتے ہیں۔ لوگ دوپہر تک ان کے گرد ناچتے اور گاتے ہیں۔ دوپہر کے وقت وہ ان بچوں کو ایک درخت کی جڑوں میں بٹھا دیتے ہیں۔ پھر ان کے گرد پہرے دار کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پانچ افراد باری باری ایک لڑکے کو پکڑ کر لاتے اور نرسل سے بنے ہوئے کوڑوں سے مارتے ہیں۔ اس دوران عورتیں آہ و زاری کرتی اور اپنے بچوں کے کفن دفن کا انتظام کرتی ہیں۔ اس کے بعد محافظ درخت کے تنے اور شاخیں کاٹ پھینکتے ہیں اور پھر بچوں کو مار کر ایک وادی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ سب لوگ نزدیک ہی بیٹھ کر دعوت اڑاتے ہیں۔ قبیلے کے سردار سے اس قربانی کا مقصد پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ بچے ہرگز مرے نہیں تھے بلکہ Okee یا شیطان نے ان کی بائیں چھاتی سے خون چوس لیا تھا یہاں تک کہ وہ بے جان ہو گئے۔ باقی بچوں کو نو ماہ تک ویرانے میں رکھا جاتا ہے جہاں وہ کسی سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ انہی بچوں میں سے وہ اپنے پادری اور مذہبی پیشوا منتخب کرتے تھے۔ وہ اس قربانی کو لازمی سمجھتے ہیں، ان کے خیال میں اگر قربانی نہ دی گئی تو Okee یا شیطان انہیں تمام ہرنوں، ٹرکیز، اناج یا مچھلی سے محروم کر دے گا اور پھر انہیں قتل کر دے گا۔'' [شیطان کی تاریخ، ص: ۱۲، ۱۳]

سائنسی تحقیقات نے جب مختلف چیزوں کی علتوں تک رسائی حاصل کر لی تو بہت سے توہمات کی طرح شیطان کے وجود اور اس کی پرستش کو بھی ایک واہمہ قرار دے کر اسے مطلق طور پر نظر انداز کیا جانے لگا۔ جبکہ فلاسفہ نے بھی یہ کہتے ہوئے اس بات کی تائید کی کہ شر (بدی، نقصان، وغیرہ) کا کوئی خارجی وجود نہیں بلکہ یہ انسانوں کے اندر پنہاں برے خیالات و جذبات ہیں جن کے اظہار سے دنیا میں فتنہ و فساد رونما ہوتا ہے اور اس میں کسی خارجی ہستی کو کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ لہٰذا کائنات میں نہ کوئی شیطان نامی وجود ہے اور نہ کوئی خدا......معاذاللہ!

شیطان کے بارے اسلام کا نقطۂ نظر

شیطان کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر جاننے کے لیے ہمارے پاس مستند ذریعہ قرآن وحدیث ہے۔ قرآن مجید میں لفظ 'شیطان' کم وبیش نوے (۹۰) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ کبھی یہ لفظ جنات کے لیے استعمال ہوا، کبھی بدخصلت اور شریر النفس انسانوں کے لیے اور کبھی ایک خاص وجود کے لیے۔ اسی طرح اَحادیث میں بھی یہ لفظ انہی معانی کے لیے بے شمار مواقع پر استعمال ہوا ہے۔

'شیطان' عربی زبان کا لفظ ہے اور اہل عرب ہر اس چیز کو شیطان کہتے ہیں جو انتہائی سرکش اور باغی ہو خواہ وہ انسان ہو یا جن یا کوئی جانور وغیرہ۔ انسانوں کی نسبت جنات چونکہ زیادہ سرکش ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے یہ لفظ زیادہ استعمال ہوا ہے اور قرآن مجید میں ایک ایسے جن کا ذکر ہمیں ملتا ہے جو پہلے فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا مگر جب اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے صاف انکار کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا کہ مجھے قیامت تک کے لیے مہلت دے دی جائے تاکہ میں انسانوں کو گمراہ کر کے یہ ثابت کر دکھاؤں کہ ان کی اکثریت تیری نافرمان ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اَز راہِ مصلحت اس کا یہ چیلنج قبول کیا اور اسے قیامت تک کے لیے زندگی دے دی۔

اس 'جن' کے لیے قرآن مجید میں 'ابلیس' اور 'شیطان' کے لفظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ چونکہ اس نے قیامت تک زندہ رہنا ہے اور اتنی لمبی زندگی اللہ کی نافرمانی وسرکشی میں گزارنی ہے، اس لیے اس سے بڑا سرکش اللہ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ہی عام طور پر شیطان کہا جاتا ہے حالانکہ اس کے علاوہ اور شیاطین کا ذکر بھی ہمیں قرآن وحدیث میں ملتا ہے مثلاً سرکش جنات کو شیاطین کہا گیا ہے۔ اسی طرح اَحادیث کے مطابق ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اسے گمراہ کرنے اور برائی کی ترغیبات دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس فرق کے پیش نظر ابلیس کو 'شیطان اکبر' کہنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

شیطان ایک خارجی وجود ہے:

قرآن مجید کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ایک خارجی وجود رکھنے والی ذات ہے اور اَحادیث سے اس مفہوم کی مزید تائید اور وضاحت ہو جاتی ہے مگر اَحادیث کے منکر اور قرآن کی من مانی

تاویل کے ماہر عقل پرست شیطان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں۔ان کے بقول شیطان اور ابلیس محض فرضی نام ہیں جو انسان میں پنہاں برے خیالات کی برائی اور شناعت وقباحت بیان کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔برصغیر میں اس مکتبِ فکر کے سرخیل سرسید احمد خان ہیں۔سرسید نہ شیطان اور جنات کے وجود کے قائل تھے اور نہ ہی وہ فرشتوں کے خارجی وجود کو تسلیم کرتے تھے بلکہ قرآن مجید میں مذکور معجزات کو بھی وہ تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان اشیا کو انسانی عقل تسلیم ہی نہیں کرسکتی۔

لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیاطین وجنات اور فرشتے کوئی خارجی وجود نہیں رکھتے تو قرآن مجید میں مذکور شیاطین وملائکہ کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ

''انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں جو ہر ایک قسم کی نیکی وبدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور انسان کے فرشتے اور ان کی ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور ان کی ذریات ہیں۔'' [تفسیر القرآن از سرسید ج:۱ ص:۴۲]

اسی فلسفہ کو غلام احمد پرویز صاحب نے اس طرح اختیار کیا:

''ملائکہ سے مراد، فطرت کی قوتیں ہیں جنہیں انسان جب چاہے مسخر کرسکتا ہے لیکن ابلیس سے مراد اس کے وہ جذبات ہیں جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرلیں تو انہیں شیطان یا ابلیس سے تعبیر کیا جائے گا۔'' [قصہ ابلیس وآدم، ص:۴۸]

اس پر طرہ یہ کہ ان لوگوں نے اپنی اس خودساختہ فکر کو عین قرآنی فکر باور کروانے کی کوشش کی حالانکہ قرآن مجید میں جابجا شیاطین وجنات، فرشتوں اور انسانوں کو تین علیحدہ علیحدہ مخلوقات کی شکل میں بیان کیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں مشرکین مکہ کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور جنات کو اللہ کا رشتہ دار کہا کرتے تھے اور ان کے خیال میں یہ وجود رکھنے والی غیر مرئی مخلوقات تھیں۔ان کے یہ خیالات قرآن مجید میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ [سورۃ الزخرف:۱۹]

''اور انھوں (کفار مکہ) نے فرشتوں کو اناث (یعنی خدا کی بیٹیاں) مقرر کردیا، حالانکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں۔'' (اس کی بیٹیاں نہیں ہیں)

﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾[الصافات ۱۵۹،۱۵۸]

"اور انہوں نے خدا اور جنات میں رشتہ مقرر کرلیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ خدا کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید تو ضرور کی کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں اور جنات بھی اللہ کے رشتے دار نہیں ہیں لیکن ان کے علیحدہ وجود کی اللہ تعالیٰ نے کوئی نفی نہیں فرمائی۔ حالانکہ اگر ملائکہ اور شیاطین خود انسان ہی کی داخلی قوتیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کی ضرور وضاحت فرما دیتے کہ جنہیں تم جنات اور فرشتے سمجھتے ہو وہ تو خود تمہارے اندر ہی پنہاں قوتیں ہیں......!!

شیطانِ اکبر، شیطانِ اصغر اور نفسِ انسانی:

ابلیس تو وہ شیطان اکبر ہے جسے قیامت تک زندگی ملی ہوئی ہے جب کہ اس کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ بھی ایک شیطان مقرر ہے جس کا تعلق شیطانِ اکبر کے ساتھ ہے اور یہ شیطانِ اکبر ہی کا کارندہ ہے۔ یہ ہمیں نظر تو نہیں آتا مگر ہمارے دل میں برے خیالات پیدا کرتا رہتا ہے۔

علاوہ ازیں خود انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں اچھے خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں اور برے بھی۔ نیک جذبات بھی اٹھتے ہیں اور بد خیالات بھی۔ یہ انسان کو خیر کے لیے بھی آمادہ کرتا ہے اور شر کے لیے بھی۔

مزید برآں اچھے خیالات کو تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرشتوں کی حفاظت وغیرہ سے مزید تقویت ملتی ہے جب کہ برے خیالات سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے۔ انہی برے خیالات کا عملی اظہار فتنہ وفساد، حسد وکینہ، بغض وعناد، کفر وشرک، بغاوت وسرکشی، قتل وغارت گری وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے جس سے شیطان خوش اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اس لیے ہر وہ کام جو اللہ کی نافرمانی کا ذریعہ بنے وہ 'شیطانی' کام ہے۔

شیطان کا مقصدِ پیدائش:

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لے سکے کہ کون شیطانی راہ اختیار کرتا ہے اور کون اللہ کی فرمانبرداری پر قائم رہتا ہے۔ اللہ نے نہ تو انسان کو زبردستی ہدایت کی راہ پر گامزن کیا ہے اور نہ ہی شیطان کو یہ اختیار دیا کہ وہ جبراً انسان کو گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جائے۔

شیطان کی قوت وطاقت کی حقیقت:

شیطان کی پرستش کا نظریہ اس بات پر قائم ہوا کہ شیطان جو چاہے نقصان برپا کر سکتا ہے حالانکہ یہ نظریہ ہی بدیہی طور پر غلط تھا۔ اس لیے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ ہی کے حکم و اذن سے ہوتا ہے۔ اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہ ہواؤں میں تندی آ سکتی ہے اور نہ پانی میں طغیانی۔ باقی رہا شیطان کی قوت وطاقت کا سوال تو اسے اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اسے پورا کرنے کے لیے اسے مطلوبہ حد تک پورے ہتھیار بھی عطا کر دیے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو اسلحہ نہیں، میں کیسے انسانوں کا مقابلہ کروں گا۔ شیطان کا یہ اسلحہ درج ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:

۱)...... یہ انسانوں کو نظر نہیں آتا۔

۲)...... انسانوں کے دلوں میں برے خیال القا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

۳)...... انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔

۴)...... برائی کو انسان کے لیے مزین کر سکتا ہے۔

۵)...... ہر جگہ آنے جانے کی بے پناہ قوت اور سرعت رفتار بھی اسے حاصل ہے۔

شیطان سے بچاؤ کی تدابیر:

دوسری طرف شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے انسانوں کو بھی مطلوبہ ہتھیار دیئے گئے جن کی نوعیت یہ ہے:

۱)...... انسان کو شیطان کی دشمنی سے متنبہ کیا گیا۔

۲)...... شیطان کے مکر وفریب اور برے وسواس سے بچاؤ کے لیے وظائف بتائے گئے۔

۳)...... جس طرح ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان متعین ہے اسی طرح اس سے بچاؤ کے لیے ایک محافظ بھی فرشتے کی شکل میں ہر انسان کے ساتھ متعین کیا گیا ہے۔

۴)...... ہر برائی کے بارے میں صاف صاف آگاہ کر دیا گیا ہے کہ یہ برائی ہے۔

۵)...... اور اس سے بچنے کے لیے اس کے دل میں خدا کے غضب اور جہنم کے عذاب کا خوف بھی پیدا کیا گیا ہے۔

۶)...... گناہ ہو جانے کے بعد توبہ واستغفار کا راستہ بھی موت تک کھلا رکھا گیا۔

فلسفۂ خیر و شر اور شیطان کا کردار......!

خیر کیا ہے اور شر کیا......؟ یہ دو مستقل چیزیں ہیں یا ایک ہی چیز کے دو مختلف پہلو......؟ ان کی تعریف و تمیز کی بنیاد خواہش و عقلِ انسانی ہے یا فطرت و وحیِ خداوندی......؟ ان کا خالق ایک ہی ہے یا دو الگ الگ؟ خیر و شر کے اظہار میں انسان اور شیطان کو بھی کچھ عمل دخل حاصل ہے یا نہیں......؟؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ہر دور میں فلاسفہ و حکما کے غور و فکر کا موضوع اور رائے زنی کا تختۂ مشق بنے رہے۔ اسلامی دور کے فرق ہائے ضالہ مثلاً قدریہ (معتزلہ) جبریہ وغیرہ نے بھی ان سوالوں کو اپنے انداز میں حل کرنے کی کوشش کی اور اہلسنۃ والجماعۃ کے علماء نے بھی اس پر روشنی ڈالی۔ یہ مسئلہ چونکہ زیرِ نظر کتاب سے ایک لحاظ سے گہرا تعلق رکھتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے رائج چند معروف فلسفیانہ اَفکار کا بالاختصار تجزیہ پیش کیا جائے اور آخر میں اہلسنۃ کے موقف کی ترجمانی کی جائے۔

۱)......اِضافی اَقدار کا فلسفہ:

خیر و شر کے بارے میں ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ......"خیر و شر دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز کی دو مختلف حالتیں ہیں جو باہم مل کر کسی چیز کو حسن بخشتی ہیں......" اسے 'اضافی و نسبتی اقدار' کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ دی جاتی ہے کہ "جس طرح پانی برودت (سردی) کی وجہ سے برف یعنی ٹھوس اور سخت چیز کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر یہی برف، گرمی اور حرارت کی وجہ سے پانی یعنی سیال اور نرم حالت اختیار کر لیتی ہے گویا چیز ایک ہی تھی مگر اس نے مختلف حالات میں اپنی صورت کو تبدیل کر لیا۔ اسی طرح جھوٹ کسی جگہ نیکی اور خیر اور کسی جگہ بدی اور شر ہوتا ہے مثلاً کسی کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا خیر اور کسی کی جان لینے کے لیے جھوٹ بولنا شر ہے......"

خیر و شر کے اس فلسفہ میں دراصل اَشیا اور اخلاقیات کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ اشیاء کے بارے میں تو یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک جگہ درست و فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں اور وہی کسی اور جگہ اپنی افادیت کھو دیتی ہیں مگر اَخلاقیات کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی کیونکہ اَخلاقیات کے دائرہ میں جو

چیز اچھی ہے وہ ہر جگہ اچھی ہے اور جو چیز بری ہے، وہ ہر لحاظ سے بری ہے مثلاً حق و سچ، عدل وانصاف، امانت ودیانت ہر دور میں اَخلاقِ حسنہ میں شمار ہوتی چلی آئی ہیں جب کہ اس کے برعکس جھوٹ و باطل، ظلم و بے انصافی، خیانت و بے وفائی وغیرہ کا شمار ہر دور میں اخلاق سیئہ میں کیا جاتا رہا ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اخلاق حسنہ کو اخلاق سیئہ یا اخلاق سیئہ کو اخلاق حسنہ قرار دے دیا گیا ہو۔ حسن و قبح دو متضاد اخلاقی رویے ہیں جو تا قیامت متضاد ہی رہیں گے۔

باقی رہی یہ بات کہ جھوٹ اگر بری عادت ہے تو کسی کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا کیوں معقول خیال کر لیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہر قاعدے میں استثنائی صورتیں ہوتی ہیں اسی طرح اس میں بھی استثنا پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک شخص جانتا ہے کہ اس کے سچ بولنے پر ایک بے گناہ کی جان جا سکتی ہے اور جھوٹ بولنے سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو ایسی صورت میں دراصل اس شخص کو بیک وقت دو متضاد اَخلاقی رویوں کا ناگزیر سامنا ہوتا ہے، اگر وہ ایک رویے کو سامنے رکھے تو دوسرا مجروح ہوتا ہے اور دوسرا سامنے رکھے تو پہلے پر زَد پڑتی ہے اور بیک وقت دونوں کو پورا کرنا اس کے لیے ممکن ہی نہیں رہتا تو ایسی صورت میں خیر یہی ہے کہ وہ ایسی راہ اختیار کرے جو نسبتاً کم بری ہو۔

البتہ یہاں یہ بات واضح رہے کہ بسا اوقات خیر سے شر اور شر سے خیر کے پہلو بھی نکل آتے ہیں۔ یعنی مجموعی طور پر ایک چیز شر ہوتی ہے مگر کسی وقت اسی میں سے خیر و بھلائی بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

۲)......نیت وارادے کے معیار کا فلسفہ:

خیر و شر کے بارے میں ایک فلسفہ یہ ہے کہ...... "اس کا انحصار انسان کی نیت وارادہ پر ہے یعنی اچھی نیت سے انسان جو کچھ بھی کرے وہ خیر ہے، خواہ چوری کرے یا ڈاکہ ڈالے، شراب پیے یا زنا کرے...... نیت اچھی ہو تو یہ سب خیر ہے۔ اور اگر نیت بری ہو تو سب کام برے ہیں خواہ کوئی شخص کسی محتاج کی مدد اور کمزور کا تعاون کرے...... صدقہ و خیرات کرے یا دعوت و تبلیغ کا کام کرے"۔ اس کی بڑی مثال یہ دی جاتی ہے کہ...... "اگر ڈاکٹر کسی کی جان بچانے کی نیت سے اس کے جسم کا چیر پھاڑ (آپریشن) کرے تو وہ خیر ہے اور اگر قاتل کسی کو مارنے کے لیے اس کا جسم زخمی کرے تو وہ شر ہے......"

یہ فلسفہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اس میں خیر و شر کی ترازو خود ہر انسان کے اپنے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔

وہ کسی غریب کی مدد کی نیت سے امیر کے گھر ڈاکہ ڈالنے، مسجد بنانے کے لیے کسی کی زمین پر قبضہ کر لینے، پیاس بجھانے کے لیے شراب پی لینے کو خود ہی درست قرار دے لیتا ہے خواہ اس طرح کرنے سے کسی پر ظلم ہو رہا ہو یا خدا کی نافرمانی، اسے اس سے کچھ غرض نہیں......!!

پھر یہ اس لیے بھی غلط ہے کہ ایک چیز کو ایک انسان تو خیر سمجھ رہا ہوتا ہے جب کہ دوسرا اسے شر قرار دیتا ہے۔ اس طرح خیر سمجھنے والا اسے پھیلانے کی اور شر سمجھنے والا اسے مٹانے کی کوشش کرے گا نتیجۃً ہر انسان دوسرے سے اُلجھے گا اور سارا معاشرہ فتنہ وفساد کی تصویر بن جائے گا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر اور قاتل کی جو مثال دی جاتی ہے، اس سے استدلال صریح طور پر غلط ہے اس لیے کہ ڈاکٹر تو ایک مریض کی جان بچانے کے لیے خود اس کی خواہش ومرضی کے مطابق یہ کام کرتا ہے جب کہ قاتل تو مقتول کی منشاومرضی کے خلاف اپنی شرارتِ طبع کی بنیاد پر اس کے جسم پر خنجر چلاتا ہے، اس لیے اس مثال سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔

۳)......لذت ومسرت کے معیار کا فلسفہ:

خیر وشر کے بارے میں ایک نظریہ اور فلسفہ یہ ہے کہ......''جس کام سے انسان کو حقیقی و پائدار لذت اور مسرت حاصل ہو وہ خیر کا کام ہے اور جس سے لذت ومسرت کی بجائے رنج وغم پیدا ہو، وہ شر ہے......''

یہ نظریہ بھی غلط ہے اس لیے کہ ایک ہی چیز کسی کے نزدیک باعث لذت ہے تو کسی کے نزدیک باعث رنج واَلم۔ مثلاً باجے گاجے، شورشرابا، موسیقی وغیرہ ایک شخص کے لیے مسرت کا سامان ہیں تو دوسرے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی ایک چیز کسی معاشرے کے لیے راحت وفرحت کا ذریعہ ہوتی ہے اور وہی کسی دوسرے معاشرے کے لیے ہلاکت وبربادی کا سامان......!

۴)......مجموعی سودمندی کے معیار کا فلسفہ:

خیر وشر کے بارے میں ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ......''جس کام میں فرد اور معاشرہ دونوں کا مفاد ہو وہ خیر اور جس میں دونوں کا نقصان ہو، وہ شر ہے۔ اور جہاں کہیں فرد اور معاشرے کے مفاد میں ٹکراؤ واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں خیر وہ ہوگی جو معاشرے کے مفاد میں ہو......''

یہ فلسفہ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے لائق اعتبار ہے مگر مطلق طور پر اسے بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا مثلاً

اگر معاشرے کی اکثریت بدکاری، شراب، جوئے، سود اور دیگر برائیوں کو اپنے لیے مفید قرار دے لے تو پھر یہ ساری چیزیں 'خیر' بن جائیں گی، حالانکہ اصولی طور پر یہ خیر نہیں ہیں......!

٦،٥)......عقل اور وحی کے معیار کا فلسفہ:

خیر و شر کے بارے میں ایک نظریہ وفلسفہ یہ بھی ہے کہ...... ''فطرتی طور پر انسان کے شعور میں خیر و شر کو ودیعت کر دیا گیا ہے۔ انسان کی فطرت خیر کو بھی ازخود اچھی طرح پہچان لیتی ہے اور شر کو بھی......''

اس کے مقابلے میں دوسرا نظریہ، یہ بھی ہے کہ...... ''انسان فطرتی طور پر نہ خیر کے بارے میں جانتا ہے اور نہ شر کے بارے میں، بلکہ وحیِ الٰہی کے ذریعے جس چیز کو اس کے لیے خیر کہہ دیا جائے وہ خیر اور جس کو شر قرار دے دیا جائے، وہ شر ہے......''

یہ دو الگ الگ نظریے ہیں، اگر ان دونوں کو اکٹھا نہ کیا جائے تو ان پر الگ الگ بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں البتہ اگر ان دونوں کو جمع کر لیا جائے تو پھر خیر و شر کے بارے میں بہت سے عقدے کھل جاتے اور گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اب اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے:

خیر و شر کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا حاصل:

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں خیر و شر کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کر رکھی ہے اور دوسری بات یہ کہ گردشِ ایام کے ساتھ انسان حالات وواقعات سے متاثر یا مرعوب ہو کر جب شر کو خیر سمجھنے لگتا ہے تو اس کی رہنمائی اور خیر کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی کتابیں اور نبی ورسول دنیا میں بھیجتے ہیں۔ پھر ان نبیوں اور رسولوں کی بات ہی خیر ہوتی ہے۔ خواہ ساری دنیا ان کی مخالفت پر ہی کیوں نہ اتر آئے......!

خیر و شر کا انسانی فطرت میں ودیعت یا الہام کیے جانے کی دلیل کے لیے درج ذیل آیات پر غور کیا جا سکتا ہے:

(۱): ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴾
''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی۔ پھر (ہم نے) اس کو سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا، وہ ناکام ہوا۔'' [الشمس: ۷تا۱۰]

(۲) : ﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾[سورۃ البلد:۸تا۱۰]

''کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ اور زبان اور ہونٹ (نہیں بنائے؟) اور ہم نے دکھادیئے اس کو دونوں راستے۔'' [یعنی خیر کا بھی اور شر کا بھی]

(۳) : ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾[سورۃ الدھر:۳]

''ہم نے انسان کو سیدھی راہ دکھادی، اب چاہے تو شکر کرنے والا بن جائے یا کفر کرنے والا۔''

(٤) : ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾[سورۃ الروم:۳۰]

''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی اس فطرت سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان بلاتفریق، خیر اور توحید کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر معاشرتی ماحول اور غلط تربیت وغیرہ اس کی اس فطرت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ))[بخاری:ح۱۳۸۵]

''ہر نومولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین (اگر یہودی ہوں) تو اسے یہودی بنالیتے ہیں (عیسائی ہوں تو) عیسائی بنالیتے ہیں (اور مجوسی ہوں تو) مجوسی بنالیتے ہیں۔''

اسی طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴾[سورۃ الاعراف:۱۷۲]

''اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا، اور انہیں خود اپنے اوپر گواہ بنا کر پوچھا: ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟'' وہ (ارواح) کہنے لگیں: کیوں نہیں! ہم یہ شہادت دیتے ہیں (اور یہ اس لیے) کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔''

گویا توحید باری تعالیٰ کا اقرار انسان کی فطرت ہی میں شامل کر دیا گیا اور یہی توحید سب سے بڑی خیر ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں سب سے بڑا شر 'شرک' ہے جو غلط تربیت سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان بھی یہ چاہتا ہے کہ انسان کی اس فطرتی خیر کو شر سے بدل دیا جائے۔ وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا؟ اس کا جواب ہمیں صحیح مسلم میں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث سے ملتا ہے جس میں ہے کہ اللہ کے

رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ یُشْرِکُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا))[حدیث : ۲۸٦۵]

''بے شک میں نے اپنے بندوں کو شرک سے پاک (یعنی دین فطرت پر) پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ شیطانوں نے ان کے لیے حرام کر دیں اور شیطانوں نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ میرے ساتھ شرک کریں، جب کہ اس شرک کے حق میں، میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔''

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ خیر وشر کو اصولی طور پر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان کی اگر یہ فطرت کسی وجہ سے مسخ یا متاثر نہ ہوگئی ہو تو وہ خیر اور شر میں شعوری طور پر امتیاز کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر انسان گناہ کو گناہ ہی سمجھ کر کرتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کے ساتھ برائی کو بھی برائی ہی سمجھ کر کرتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہی برائی خود اس انسان کے ساتھ کی جائے تو یہ کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اس بات کی تائید قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے:

﴿ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴾[سورة المطففين: ۱ تا ٤]

''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں مرنے کے بعد اٹھنے کا خیال نہیں!''

گویا انسان بخوبی یہ بات سمجھتا ہے کہ ماپ تول میں کمی ایک برائی یعنی شر ہے اور شریر الطبع انسان اپنے مفاد کے لئے دوسروں کے ساتھ اس شر کا ارتکاب تو کر لیتا ہے، مگر وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ اس کا ارتکاب کیا جائے......!

انبیاء ورسل اور وحی ہدایت:

جس طرح ہر انسان میں خیر وشر کے امتیاز کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے اسی طرح انہیں شر سے بچانے اور خیر پر گامزن کرنے کے لیے ہر دور میں اپنے نبی اور رسول بھی بھیجے، ان پر اپنی کتابیں اور صحائف

نازل کئے، اوران کی طرف اپنا پیغامِ ہدایت بھیجا تا کہ وہ لوگوں پر یہ واضح کر سکیں کہ اے اہل دنیا! جن چیزوں کو تم نے خیر سمجھ کر سینے سے لگا رکھا ہے وہ حقیقت میں خیر نہیں بلکہ شر ہیں جنہیں تم نے جہالت، نادانی، سرکشی، یا کسی اور سبب سے اپنا رکھا ہے اور خیر تو وہ ہے جو وحی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف بھیجی ہے تا کہ ہم تمہیں اس سے آگاہ کریں۔اور جو ہماری بات پر ایمان لے آئے گا وہ کامیاب ٹھہرے گا اور جو انکار کرے گا، وہ ناکام ہو کر خسارہ اٹھائے گا۔

یہ ہے خلاصہ اس چیز کا جو انبیاء ورسل اور آسمانی صحائف کے حوالے سے قرآن مجید کی مختلف آیات میں بیان ہوئی ہے، تاہم بطور دلیل ہم ایک آیت پیش کئے دیتے ہیں:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[الحدید:۲۵]

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اوران کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمائی تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

یہ سلسلۂ رُشد وہدایت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم کر دیا گیا۔آپ پر نازل ہونے والی وحی بھی قرآن وحدیث کی شکل میں محفوظ ہو چکی ہے، لہٰذا اب قرآن وحدیث ہی خیر وشر کا سب سے بڑا اور قطعی معیار ہے، جسے یہ خیر کہہ دیں وہی خیر اور جسے یہ شر کہہ دیں وہ شر ہے۔اس حقیقت کی طرف قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں بھی اشارہ ملتا ہے:

(۱) :﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد کریمؐ پر نازل کی گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا (دین) بھی وہی ہے، (تو) اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔'' [سورۂ محمدؐ:۱،۲]

(۲) : ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔'' [سورۂ آل عمران:۸۵]

خیر وشر کے خالق کا مسئلہ:

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ خیر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے لیکن شر کو کس نے پیدا کیا......؟ اس کے متعلق نہ صرف غیر مسلم فلاسفہ میں بلکہ مسلمان متکلمین میں بھی اختلاف رہا ہے جبکہ مجوسیوں کا اس بارے میں نقطہ نظر یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں کے خالق جدا جدا ہیں۔ ان کے بقول خیر کے خالق کا نام 'یزداں' اور شر کے خالق کا نام 'اہرمن' ہے۔

خیر وشر کے دو الگ خالق تسلیم کرنا کسی طرح بھی قرآن وسنت کی تعلیمات سے موافقت نہیں رکھتا کیونکہ خالق ایک ہی ہے دو ہرگز نہیں اور پھر عقل بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے کہ اگر دو الگ الگ خالق ہوں تو پھر کائنات کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ ایک کہے گا کہ میں نے رحمت نازل کرنی ہے دوسرا کہے گا نہیں میں نے تو عذاب نازل کرنا ہے۔ تو پھر آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

تاہم یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ پر موجود ہے کہ شر جس کے وجود سے مجال انکار نہیں، اس کا خالق کون ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ اس کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے تو اس سے کہیں سوئے ادبی تو لازم نہیں آتی کہ اللہ کی طرف 'شر' کی نسبت کی جارہی ہے! اور اگر شر کی نسبت اللہ کی طرف نہ کریں تو پھر بھی یہ سوال موجود ہے کہ آخر 'شر' کس نے پیدا کیا؟ اور آخر اللہ نے اس کی موجودگی کو کیسے 'برداشت' کرلیا......؟؟

ایک فلسفی نے اس عُقدہ کو اور پیچیدہ بنانے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ:

"اگر شر کا وجود خدا کی مرضی سے ہے تو وہ (خدا) خیر مطلق نہیں ہوسکتا اور اگر شر خدا کی مرضی کے علی الرغم موجود ہے تو خدا قادرِ مطلق نہیں کہلا سکتا......!" [دیکھئے: کتاب التقدیر از پرویز (ص ۱۴۲) پرویز کے بقول یہ بات طامس ایکوئنیس Thomas Aquinas کی طرف منسوب کی جاتی ہے]

شر کی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے چونکہ سوئے اَدبی کا اظہار ہوتا تھا اس لیے اسلامی تاریخ کے مشہور گمراہ فرقہ قَدَرِیَہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ انسان بذاتِ خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ وہ اچھا کرے یا برا، اسے ہر لحاظ سے کامل اختیار حاصل ہے کیونکہ وہ خود ہی اپنے افعال کا خالق ہے۔ [شرح عقیدۃ الطحاویۃ: ص ۴۳۹]

قدریہ نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ تقدیر کچھ نہیں بلکہ انسان ہی سب کچھ ہے، وہی انسان خیر پیدا کرتا ہے اور وہی شر کو وجود میں لاتا ہے، البتہ بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ خیر تو خدا پیدا کرتا ہے مگر شر کو انسان وجود بخشتا ہے۔ اسی طرح کی رائے کا اظہار مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''رہ گیا یہ سوال کہ کیا خیر و شر دونوں کا خالق ایک ہی ہے یا ان کے الگ الگ خالق ہیں؟ اگر خیر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور شر کا خالق کوئی اور ہے تو اس سے کائنات میں ثنویت لازم آتی ہے اور اگر خدا ہی خیر اور شر دونوں کا خالق ہے تو خدا جب خیر مطلق ہے تو وہ شر کا خالق کس طرح ہو سکتا ہے؟ تو اوپر کی بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے اختیار و ارادہ کے غلط استعمال کی وجہ سے دنیا میں شر پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنے اختیار کو خیر کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے اور وہ اس کو بدی کے لیے بھی بروئے کار لا سکتا ہے۔ یہ کائنات جن طبیعی قوانین پر قائم ہے، ظاہر ہے کہ وہ خالق کے لحاظ سے موجب خیر ہیں لیکن ان کے علم یعنی سائنس کو انسان کی خدمت میں بھی لگا دیا جا سکتا ہے اور مہلک ہتھیار بنا کر انسان کی تباہی کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چھری، پھل، کاٹنے کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے لیکن اس سے دوسرے انسان کو ہلاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ اب آپ کا اختیار ہے کہ آپ ایٹمی طاقت کو انسان کی بھلائی کے لیے استعمال کریں یا اس کی تباہی کے لیے۔ اگر آپ ایٹمی طاقت کو انسانوں پر ظلم و ستم ڈھانے کے لیے اور نسلِ انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کرتے ہیں تو آپ کو اس کا اختیار حاصل ہے لیکن یہ اختیار کا غلط استعمال ہوگا۔ چونکہ اختیار و ارادہ کی آزادی تو بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا، یہی نعمت تو اس کا درجہ حیوانات سے بلند کر کے اسے منصبِ خلافت پر فائز کرتی ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اختیار کی آزادی سے پیدا ہونے والے شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ تو سراسر خیر ہے۔ یہ انسان کی نالائقی ہے کہ وہ اختیار کا غلط استعمال کرتا ہے اور شر کا باعث بنتا ہے۔'' ['المیزان' (ص ۲۰۴، ۲۰۵) مقالہ: ''خیر وشر کا مسئلہ'' از امین احسن اصلاحی]

لیکن اس پر پھر بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اختیار کی طاقت جس کے غلط استعمال سے شر پیدا ہوا، وہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ پھر اس سے جو شر پیدا ہوا وہ بھی تو اللہ نے تقدیر میں لکھ رکھا تھا......!

پھر بذاتِ خود انسان جو ''شر کا باعث بنتا ہے'' اسے بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ جب بالواسطہ یا بلاواسطہ ہر قسم کی خلق کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ثابت ہوتا ہے تو پھر پہلے ہی قرآن کے بقول یہ تسلیم کیوں نہ کر لیا جائے کہ:

﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [سورۃ الرعد: ١٦]

''تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔''

شر اللہ نے پیدا کیا ہے یا انسان کا سوئے اختیار اسے پیدا کرتا ہے؟ اس اختلاف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات میں شر، ضرر، مصیبت وغیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور بعض میں انسان کی طرف کی گئی ہے، جس سے ایک طرف ان آیات میں ظاہری طور پر تعارض کی شکل پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف مذکورہ بالا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف کیا ہے؟ اس کی ترجمانی عقیدۃ طحاویۃ کے شارح نے بڑی تفصیل وعمدگی کے ساتھ اس کتاب کی شرح میں کر دی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

"وافعال العباد هي خلق الله وكسب من العباد" [شرح عقيدة الطحاوية، ص :٤٣٨]

''انسانوں کے افعال، فعل ہونے کے اعتبار سے انسانوں ہی کے ہوتے ہیں مگر خلق کے اعتبار سے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔''

اسے آپ یوں سمجھئے کہ بدکاری اور گناہ وغیرہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نہیں کرتا بلکہ بندے کرتے ہیں مگر یہ چیزیں پیدا تو اللہ تعالیٰ ہی نے کی ہیں۔

اب اس پر سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ یہ چیزیں یا بالفاظ دیگر انسان میں جو گناہ کی خواہش اور اختیار کے غلط استعمال کا محرک پیدا ہوتا ہے، یہ کیوں ہوتا اور کون کرتا ہے؟ کیا اس میں اللہ کا اذن یا مرضی شامل ہے یا نہیں......؟؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ آزمائش اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان میں خواہشاتِ نفس پیدا نہ کر دی جائیں اور انہیں اچھے یا برے مقصد میں استعمال کرنے کا اختیار نہ سونپ دیا جاتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں خواہشات بھی پیدا کیں اور ان کے اچھے یا برے استعمال کا اختیار بھی انسان کو دے دیا مگر اس کے باوجود اپنی مرضی بھی بتا دی کہ...... میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میری اطاعت کرو، خواہشات کو میری رضا کے تابع کرو، اچھائی و بھلائی کی راہ اختیار کرو۔ اور اس کے بدلہ میں، مَیں تمہیں جنت کی دائمی نعمتوں سے نواز دوں گا...... اس کے ساتھ تاکید مزید کے لیے یہ بھی بتا دیا کہ میری نافرمانی و حکم عدولی گناہ ہے، گناہ کو میں بالکل پسند نہیں کرتا، اس کی سزا دنیوی ابتری اور اُخروی عذاب کی شکل میں تمہیں ضرور دی جائے گی۔ اسی آزمائش اور امتحان کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾[سورة الملك:١،٢]

''بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے؟''

واضح رہے کہ فلسفۂ خیر وشر کے سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی بڑی زوردار بحثیں اپنے فتاویٰ میں جابجا کی ہیں۔ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب اس موضوع پر تیار ہو جائے۔ شیخ الاسلام چونکہ اہلسنہ کے موقف کے نمائندہ وترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے اس بحث کے آخر میں ان کے فتاویٰ سے ایک مختصر مگر جامع بحث مذکورہ مسئلہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

خیر وشر اور شیطان کا کردار......؟

قرآن وحدیث میں شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بالعموم اس لیے نہیں کی گئی کہ اس سے کہیں اللہ کے بارے میں کوئی سوئے ادبی کا احتمال نہ ہو۔اس احتمال کے پیش نظر کہیں شر، ضرر اور مصیبت وغیرہ کو انبیاء کرام نے اپنی طرف اور کہیں شیطان کی طرف منسوب کیا ہے۔اس لیے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں شر پھیلے، خیر ختم ہو اور لوگ شر کے ارتکاب سے اس کے ساتھ جہنم میں جائیں۔شر اور اس سے متعلقہ صورتوں کی نسبت انسان ہی کی طرف یا شیطان کی طرف کئے جانے سے متعلقہ چند آیات درج ذیل ہیں:

(١) :﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴾[سورة ص:٤١]

''اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا (بھی) ذکر کر جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔''

(٢) : ﴿ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ﴾[سورة الكهف:٦٣]

''(حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام کہنے لگے کہ) پس میں تو مچھلی بھول گیا تھا اور دراصل شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔''

(٣) : ﴿ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا مارا جس سے وہ مر گیا تو موسیٰ کہنے لگے: یہ تو شیطانی کام ہے، یقیناً

شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔'' [سورۃ القصص:۱۵]

(٤) : ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[الاعراف :٢٣]

''(حضرت آدم علیہ السلام نے کہا) اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

(٥) : ﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾[سورة الشورى : ٣٠]

''اور تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے۔''

(٦) : ﴿مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾[النساء:٧٩]

''تمہیں جو بھلائی ملتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمارے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

(٧) : اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((وجهت وجهي للذي ...... والخير كله في يديك والشر ليس اليك))[صحيح مسلم : كتاب صلاة المسافرين: باب صلاة النبیؐ ودعائه بالليل(ح ٧٧١)]

''اور ساری خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف سے نہیں ہے۔''

مذکورہ بالا آیات اور حدیث میں شر کی نسبت اللہ کی بجائے خود انسان یا شیطان کی طرف کرنے کا مقصد ادب الٰہی کا لحاظ ہے ورنہ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان شر کا خالق بن گیا ہے بلکہ حقیقی طور پر سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم اور اذن ہی سے ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی اس میں شامل حال ہوتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اللہ کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ انسان خیر و بھلائی کی راہ اختیار کرے اور شر کی راہ اختیار نہ کرے۔ تاہم دنیا میں جو شر پیدا ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں ہوتا۔ گویا اذن الٰہی اور رضائے الٰہی میں یک گونہ فرق ہے۔ اس کی تائید میں بھی بہت سی آیات اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں تاہم بغرض اختصار ایک ہی آیت ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ فَمَالِ هٰؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾ [سورة النساء :٧٨]

''اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، آخر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔''

مذکورہ بالا آیت میں قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کے الفاظ یہ واضح کرتے ہیں کہ خیر ہو یا شر، سب کچھ اللہ ہی کے اِذن سے ہوتا ہے۔

امین احسن اصلاحی صاحب کا ابلیس کی موت کا دعویٰ!

اصلاحی صاحب یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ابلیس جنوں میں سے ایک جن تھا، علیحدہ وجود رکھتا تھا، حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار اور بنی آدم کو گمراہ کرنے کا مشن اس نے سنبھالا...... مگر وہ یہ نہیں مانتے کہ یہی ابلیس تا قیامت زندہ رہے گا جیسا کہ موصوف رقمطراز ہیں کہ

''یہ خیال کہ وہی شیطان جس نے حضرت آدمؑ کو دھوکا دیا تھا، ابھی تک زندہ ہے اور وہی انسانوں کو دھوکہ دیتا ہے، بالکل بچگانہ ہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے جو اجازت مانگی تھی وہ اپنے مشن کو قائم رکھنے کی اجازت تھی تا کہ قیامت تک انسانوں کو گمراہ کر سکے اور یہ ثابت کر دے کہ خدا کی پیروی کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ اللہ میاں نے فرمایا کہ جا میں تجھ کو اور تیرے پیروؤں کو اجازت دیتا ہوں کہ انسان کو گمراہ کرو اور جو تیری پیروی کریں گے خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، سب کو جہنم میں جھونک دوں گا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں صالحین اور ابرار بھی ہیں اور شیاطین بھی، جو قانون تمام جنات پر لاگو ہے وہی ابلیس پر بھی ہوگا۔ جب جنات ابدی مخلوق نہیں تو ان کا ایک فرد ابلیس کیسے ابدی ہو سکتا ہے۔ اس لیے شیطان کوئی ابدی مخلوق نہیں۔ لہٰذا ثنویت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔'' [المیزان (ص ۲۰۷) ایضاً]

مذکورہ اقتباس میں ابلیس کی موت کے حوالے سے جو نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے، وہ اجماعِ امت کے بھی خلاف ہے اور ویسے بھی سراسر محلِ نظر ہے اس لیے کہ اول تو جس بنیاد پر یہ سارا فلسفہ قائم کیا گیا ہے، وہ بنیاد ہی سرے سے غلط ہے یعنی یہ بنیاد کہ...... ''ابلیس کو زندہ ماننے سے ثنویت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔''......

حالانکہ ابلیس کے زندہ ہونے سے ثنویت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ثنویت تو یہ ہے کہ خیر کی ساری

طاقتیں ایک ذات کے پاس ہیں اور شر کی ساری طاقتیں دوسری ذات کے پاس۔ یہ مجوسیوں کا عقیدہ تو ہے مگر مسلمانوں کا نہیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک ہر چیز کا خالق صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر اس کا حکم یا اذن ہو تو دنیا میں عذاب، نقصان، تباہی و بربادی آتی ہے ورنہ اس کے علاوہ اور کوئی طاقت ایسا نہیں کر سکتی......!

اسی طرح اصلاحی صاحب کا ابلیس کی موت ثابت کرنا کسی محکم دلیل پر مبنی نہیں بلکہ محض ایک مفروضے پر مبنی ہے جو انہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ...... ''جب جنات اَبدی مخلوق نہیں تو ان کا ایک فرد ابلیس کیسے ابدی ہو سکتا ہے؟''...... ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا بالکل ہو سکتا ہے اور اللہ کی مرضی ہی یہ تھی کہ ایسا ہو چنانچہ شیطان نے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی جو اسے دے دی گئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴾[سورۃ الاعراف:۱۲]

''وہ (شیطان) کہنے لگا: مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی۔''

شیطان ابلیس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میرے مشن کو قیامت تک مہلت دے دیجیے بلکہ اس مشن کے لیے تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں خیر و شر کی ایک کشمکش رکھ دی ہے، جبکہ مذکورہ آیت سے معلوم ہو رہا کہ شیطان ابلیس نے خود زندہ رہنے کی مہلت مانگی ہے تا کہ وہ خود لوگوں کو گمراہ کرے۔ اور یہ بات ابلیس نے ان الفاظ میں اللہ کے حضور کہہ بھی دی تھی کہ:

﴿ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴾[الاعراف:۱٦،۱۷]

''جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے لہٰذا اب میں بھی تیری صراط مستقیم پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا۔ پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے غرض کہ ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

انہی آیات کے ضمن میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے عمومی انداز میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ:

﴿ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾[سورۃ الاعراف:۲۷]

''بلاشبہ وہ (شیطان ابلیس) اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے۔''

اب اگر وہ ابلیس زندہ نہیں رہا تو پھر ہمیں وہ کیسے دیکھتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ابلیس کو قیامت تک کے لیے زندگی ملی ہے۔ البتہ باقی شیاطین کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔ اسی طرح سورۂ انفال کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگِ بدر میں شیطان ابلیس بھی انسانی شکل میں لشکر کفار کے ساتھ شریک ہوا تھا۔ اگر وہ ابتدائے آفرینش سے جنگِ بدر تک زندہ رہ سکتا ہے تو کیا بعید ہے کہ وہ بعد میں بھی زندہ رہے......!

علاوہ اَزیں یہ بات یاد رہے کہ ابلیس ہی اپنی ذریت اور لشکروں کو پوری دنیا میں شر پھیلانے کے لیے روانہ کرتا ہے اور ان کی نہ صرف نگرانی بھی کرتا ہے بلکہ پوری پوری راہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔ اس کی صراحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اپنا عرش پانی پر بچھاتا ہے پھر وہاں سے آپنے لشکر (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روانہ کرتا ہے) اس کے نزدیک اس کے لشکر میں سب سے معزز وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں ایک فوجی آکر کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں (فتنہ و برائی کا) کام کر کے آیا ہوں۔ شیطان کہتا ہے: تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک آکر یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں اور فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان پھوٹ نہ ڈال دی۔ [آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ] پھر شیطان اس شخص کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے شاباش! تم نے واقعی ایک بڑا کام کیا ہے۔'' [صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ...... (ح۲۸۱۳)]

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں صراحت کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ یہ لشکر ابلیس روانہ کرتا ہے، تاکہ کوئی اور۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إِنَّ عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ يَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً))
''ابلیس کا عرش پانی پر ہے جہاں سے وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرے۔ ابلیس کے نزدیک سب سے زیادہ مقام و مرتبہ اسے حاصل ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔''
لہٰذا ابلیس کے تاقیامت زندہ رہنے کے تصور کو کسی طرح بھی 'بچگانہ خیال' قرار نہیں دیا جاسکتا......!



فلسفۂ خیر وشر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

سوال: شیخ موصوف سے سوال کیا گیا کہ....."اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "خیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور شر شیطان کی طرف سے ہے" اور یہ کہ "شر خود انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے اگر وہ چاہے تو شر کا ارتکاب کرے اور چاہے تو نہ کرے"۔ جب اس کے اس نقطۂ نظر کی تردید کی جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ [الاعراف:۲۸]

"اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔" نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ [سورۃ الزمر:۷]

"اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کفر کو پسند نہیں کرتا۔"

اس بنیاد پر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر شر انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے، اگر انسان چاہے تو شر پیدا ہوتا ہے (ورنہ نہیں) اور وہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ شر کے بارے میں مجھے پورا اختیار (مشیت) حاصل ہے۔ میں چاہوں تو شر کا ارتکاب ہو سکتا ہے (ورنہ نہیں)

سوال یہ ہے کہ آیا انسان کو یہ مشیت (اختیار) حاصل ہے یا نہیں......؟

جواب: شیخ موصوف نے اس کا جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے:

شیخ فرماتے ہیں کہ اس بحث سے پہلے دو باتیں بطور مقدمہ مد نظر رکھنا ضروری ہیں:

۱).....پہلی تو یہ کہ انسان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان وعمل صالح کا حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ اعمالِ حسنہ کو پسند کرتے ہیں اور نیک عمل کرنے والے کو عزت وتکریم سے نوازتے ہیں، انہیں ثواب اور اپنی دوستی عطا کرتے ہیں اور ان سے راضی ہوتے اور محبت کرتے ہیں اور یہ نیک اعمال بجالانے والے بھی اپنے رب سے محبت کرتے ہیں۔ یہی اللہ کے وہ لشکر ہیں جن کی نصرت کی گئی اور جنہیں غلبہ عطا کیا گیا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کے متقی دوست اور کامیاب ہونے والا گروہ ہے اور یہی اس کے نیک جنتی بندے ہیں۔ انہی میں سے انبیاء، اصدقاء، شہداء، اور صلحاء ہوئے ہیں اور یہی اس صراط مستقیم پر گامزن رہے ہیں جس پر چلنے

والوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور یہ ان لوگوں میں سے نہیں جن پر اللہ نے غضب کیا یا جو گمراہ ہو گئے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کفر وفسق، معصیت و نافرمانی وغیرہ جیسے اعمالِ سیئہ کے ارتکاب سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال سیئہ کو بھی ناپسند کرتے ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی بلکہ ان پر تو اللہ لعنت اور غضب فرماتے ہیں اور انہیں سزا دیتے اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں، یہی شیطان کے دوست ہیں، یہی جہنمی اور بد بخت ہیں۔ تاہم ان میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو کافروں اور فاسقوں کے بین بین ہیں اور ضروری نہیں کہ ہر بندۂ مرتکب کافر و فاسق ہی ہو۔

۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے، اس کے سوا اور کوئی رب اور خالق نہیں ہے، وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا۔ اس کے اذن و توفیق کے بغیر نہ کچھ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز سے بچا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ اور کہیں جائے پناہ نہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے، خواہ وہ وجود رکھنے والی اشیاء ہوں یا ان کی صفات و حرکات ہوں، یہ سب اللہ کی پیدا کردہ ہیں، اسی کی تقدیر و مشیت کی پابند ہیں۔ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی قدرت و طاقت سے باہر ہو اور اس کے افعال و اختیارات میں کوئی دوسرا شریک نہیں بلکہ وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے اور وہی وحدہ لاشریک ہے، اس کے لیے ساری بادشاہی اور اسی کے لیے ہر قسم کی تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ جبکہ انسان ہر چیز میں اس کا محتاج ہے اور لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے نواز دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے پھر کوئی ہدایت بھی عطا نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا دو بنیادی باتوں کے بعد اب ہم اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دراصل جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے دل میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرے اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے مدد کا مطالبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی اس کام پر مدد فرماتے ہیں اور اسے سیدھی راہ دکھا دیتے ہیں اور یہی چیز اس بندے کی دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رسوا کر دیں تو وہ نہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور نہ اس سے مدد طلب کرتا ہے اور نہ ہی اس پر توکل کرتا ہے چنانچہ پھر اس بندے کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے چنانچہ شیطان اس سے دوستی لگا لیتا ہے اور اسے سیدھے راستے سے روک دیتا ہے اور وہ دنیا و آخرت کے لحاظ سے بد بخت ٹھہرتا ہے۔

گویا (خیر و شر، ہدایت و ضلالت کے حوالے سے) جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے قضاو قدر کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس تقدیر سے کوئی شخص نکل نہیں سکتا اور نہ ہی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے کوئی تجاوز کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر الزام نہیں لگا سکتا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾[سورة الانعام : ۱۴۹]

"(آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے مقابلے میں) اللہ کی حجت کامل ہے لہذا اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔"

گویا ہر طرح کی خوش بختی اللہ کا فضل و کرم ہے اور ہر طرح کی بدبختی اس کے عدل کا اظہار ہے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ وہ تقدیر پر ایمان لائے اور اللہ کے خلاف الزام تراشی نہ کرے، تقدیر پر ایمان لے آنا ہی ہدایت ہے جبکہ اس کے ذریعے اللہ کے خلاف حیل و حجت کرنا گمراہی و بدبختی ہے۔ اور تقدیر پر ایمان لانا انسان کو صابر و شاکر بنا دیتا ہے۔ اس طرح انسان مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر کرتا ہے کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ نعمت اللہ کی طرف سے آتی ہے چنانچہ اس پر وہ اللہ کا شکر بجالاتا ہے خواہ وہ نعمت انسان کو خود اپنے کسی اچھے کام کے نتیجہ میں ہی کیوں نہ حاصل ہوئی ہو اور اس نے اس کے لیے کتنی ہی تگ و دو کیوں نہ کی ہو لیکن یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اسے اچھے کام کی توفیق عطا کی ہے اور اس کے نتیجہ میں اسے انعام و ثواب سے نوازا ہے، اس لیے اس ساری کدوکاوش پر اللہ ہی کی تعریف کی جانی چاہئے۔

(اسی طرح تقدیر پر ایمان لانے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ) جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اگر چہ یہ مصیبت کسی اور شخص کے ہاتھوں ہی کیوں نہ پہنچی ہو۔ لیکن اسے بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے مسلط کیا تھا۔ یا انسان ہی اگر ایسے کام کرتا ہے (جس کے نتیجہ میں اسے شر و مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے) تو وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی تقدیر میں لکھ رکھے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ﴾[الحديد: ۲۲،۲۳]

"کوئی بھی مصیبت جو زمین میں آتی ہے یا خود تمہارے نفوں کو پہنچتی ہے، وہ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ہی کتاب (تقدیر) میں ہے، یہ بات بلاشبہ اللہ کے لیے آسان ہے، یہ اس لیے ہے تا کہ جو تمہیں نہ مل سکے اس پر تم غم نہ کرو اور جو اللہ تمہیں دے اس پر فخر نہ کرو۔"

اہل علم کا کہنا ہے کہ جب کسی آدمی کو کوئی مصیبت آئے اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر وہ اس مصیبت پر راضی ہو کر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جب وہ گناہ کر بیٹھے تو اس پر استغفار اور توبہ کرے اور تقدیر کے بہانے اللہ کے خلاف حجتیں قائم نہ کرتا پھرے اور یہ نہ کہے کہ یہ گناہ اللہ نے میری تقدیر میں لکھا تھا اور مجھے اسی کے ارتکاب پر مجبور کر دیا تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ انسان ہی گنہگار و نافرمان ہے۔ اگر چہ اللہ نے اس کی تقدیر میں ارتکاب گناہ لکھا تھا اور اللہ کے اذن ہی سے اس کا ارتکاب ہوتا ہے مگر اس کے باوجود انسان کے ارادہ و اختیار سے یہ ہوا ہے، انسان خود حرام کھاتا ہے، اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے انسان نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، حج اور جہاد کرتا ہے، گویا یہ تمام افعال انسان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہی یہ سارے کام کرتا ہے، اس کے کرنے کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اپنے اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کی سزا انسان ہی کو ملے گی (کیونکہ وہ فاعل ہے) جبکہ دوسری طرف یہ ساری چیزیں اور اس کے علاوہ بھی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے (انسان خالق نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں اپنی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ اور مشیتِ نافذہ کے اظہار کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ [سورة غافر: ٥٥]

"صبر کرو، بلاشبہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اپنے گناہ پر معافی مانگو۔"

لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ مصائب پر صبر اور گناہ پر استغفار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے حیائی کا حکم نہیں دیا، اس کے کفر و فسق اور فتنہ و فساد کو اللہ پسند نہیں کرتا، اگر چہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اس کی منشا کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی یہ ارادہ و اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خیر کی راہ اختیار کرے یا چاہے تو شر کا ارتکاب کرے۔ اسے خیر کی بھی قوت حاصل ہے اور شر کی بھی، وہ خیر کے کام بھی کرتا ہے اور شر کے کام بھی، جبکہ ان تمام کاموں اور چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی اور رب، جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اس کے اذن کے بغیر کچھ نہیں ہوتا......!

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک مشیت (یعنی ارادہ و اختیار) اللہ تعالیٰ کا ہے اور ایک انسان

کا۔البتہ انسان کا ارادہ واختیار اللہ کے ارادہ واختیار کے تابع ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) : ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[سورة الدهر:۲۹،۳۰]

"یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔اب جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کرے اور تم وہی کچھ چاہ سکتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔اللہ یقیناً سب کچھ جاننے والا ہے، حکمت والا ہے۔"

(۲) : ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾[سورة التكوير:۲۷تا۲۹]

"یہ تو سارے جہاں والوں کے لیے ایک نصیحت ہے، تم میں سے جو بھی سیدھا چلنا چاہتا ہو۔اور تم چاہ نہیں سکتے مگر وہی کچھ جو اللہ رب العالمین چاہتا ہو۔"

(۳) : ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ﴾[سورة النساء:۷۸،۷۹]

"جہاں کہیں بھی تم ہو، موت تمہیں آ ہی لے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں محفوظ ہو جاؤ اور اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچے تو کہتے ہیں کہ "یہ اللہ کی طرف سے پہنچا ہے"۔اور اگر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہتے ہیں کہ "یہ تمہاری وجہ سے پہنچی ہے"۔آپ(ان سے) کہیے کہ "سب کچھ ہی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے"۔ آخران لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور کوئی مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے اپنے اعمال کی بدولت ہے۔"

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس تیسری آیت میں حسنات اور سیئات سے مراد اطاعت اور معصیت ہے اور اس پر لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ حسنات اللہ کی طرف سے اور سیئات انسان کے نفس کی طرف سے ہیں حالانکہ یہ دونوں گروہ اس آیت کو سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت میں حسنات اور سیئات سے مراد

انعامات اور مصائب ہیں جیسا کہ ایک اور آیت سے اس کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے:

﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾[الاعراف:١٦٨]

''یعنی ہم خوشی اور تنگی کے ساتھ ان کا امتحان لیں گے، شاید وہ لوٹ آئیں۔''

مذکورہ بالا آیت (نمبر۳) میں منافقین کے حوالے سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جب انہیں کوئی اچھائی مثلاً نصرت، رزق، عافیت وغیرہ پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب انہیں کوئی مصیبت مثلاً سفر، دشمن کا خوف، بیماری وغیرہ پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: اے محمدؐ! یہ تیری وجہ سے ہے، کیونکہ تو ایسا دین لے کر آیا ہے جس کی وجہ سے لوگ ہمارے دشمن ہو گئے ہیں اور ہمیں ان ان مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَالِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾[سورۃ النسآء:٧٨]

''آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔''

(اللہ تعالیٰ نے حقیقتِ حال کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ) نبی تو انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ اور تمہیں نصرت، رزق، صحت وعافیت وغیرہ کی شکل میں جو نعمتیں ملتی ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں جو تمہیں مل رہے ہیں اور تمہیں فقیری، عاجزی، خوف اور بیماری وغیرہ کی صورت میں جو مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اعمال اور گناہوں وغیرہ کی وجہ سے پہنچتی ہے جیسا کہ کئی اور آیات میں اس کی وضاحت اس طرح مذکور ہے:

(۱) : ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾[سورۃ الشوریٰ : ٣٠]

''اور تمہیں جو مصیبت آتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہی کرتوتوں کے سبب سے آتی ہے۔''

(۲) : ﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾

''بھلا جب تم پر مصیبت آئی تو تم چلا اٹھے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ حالانکہ اس سے دوگنا صدمہ تم کافروں کو پہنچا چکے ہو۔ (اے نبیؐ! آپ) کہہ دیجئے کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی ہی لائی ہوئی ہے۔'' [آل عمران:١٦٥]

(۳) : ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾ [الشوریٰ : ٤٨]

''اور اگر ان کی بداعمالیوں کے سبب کوئی تکلیف انہیں پہنچے تو انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔''

لہٰذا انسان کو جب اپنے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ خود اپنی جان پر ظلم کرنے

والا ہوتا ہے اور جب وہ استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی میں کشادگی کی راہ پیدا فرما دیتے ہیں اور اس کی ہر تنگی میں نکلنے کا راستہ کھول دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور واضح رہے کہ گناہوں کی مثال 'زہر' کی طرح ہے یعنی جب انسان زہر کھاتا ہے تو اس سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے تو گویا زہر کھانے والا خود انسان ہے جو بیماری اور تکلیف سے دوچار ہوتا اور مرتا ہے جبکہ زہر سمیت ان ساری چیزوں (یعنی بیماری، تکلیف اور موت وغیرہ) کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اور انسان اس زہر کو کھانے کی وجہ سے بیمار ہوا اور اسے کھا کر اس نے اپنی جان پر خود ظلم کیا ہے اور اگر وہ اس سے بچاؤ کے لیے کوئی مفید تریاق استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صحت و عافیت بھی عطا کر دیتے ہیں۔

اسی طرح گناہوں کی مثال بھی زہر جیسی ہے اور ان گناہوں کا تریاق توبہ و استغفار ہے اور انسان چونکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو تو انسان کو توبہ کی توفیق ملتی ہے اور جب انسان توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جب انسان اللہ سے سوال کرتا اور دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی پکار سنتے اور دعا قبول فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ [سورة البقرة: ١٨٦]

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو (کہیے) میں قریب ہوں، جب دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں دعا قبول کرتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ میرے احکام بجالائیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کو نہ خیر کا اختیار ہے نہ شر کا، وہ جھوٹ بولتا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ انسان اللہ کی مشیت و اذن کے بغیر جو کچھ خود چاہے کر سکتا ہے وہ بھی غلط کہتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو خیر و شر میں سے ہر چیز کا اختیار حاصل ہے البتہ انسان کا یہ اختیار بھی اللہ کی مشیت و قدرت کے تابع ہے لہٰذا ان دونوں صورتوں پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ اوامر و نواہی کو بھی تسلیم کیا جا سکے اور ان کے نتیجہ میں جنت کے وعدے اور جہنم کی وعیدیں بھی تسلیم کی جائیں۔ اسی طرح تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر بھی ایمان لایا جا سکے اور اس بات پر بھی ایمان حاصل ہو سکے کہ انسان کو جو مصیبت پہنچی ہے اس سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں اور جو نہیں پہنچی، اسے کوئی اور پہنچا نہیں سکتا۔'' [مجموع الفتاوی (ج ٨ ص ١٤٣ تا ١٤٦) طبع جدید]

باب ۱:

شیطان کیا ہے؟......ایک تعارف!

شیطان کسے کہتے ہیں؟

شیطان بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے۔ اہلِ عرب ہر اس چیز کو شیطان بولتے ہیں جو سرکش اور باغی ہو۔ خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا کوئی جانور۔ [۱] یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بھی یہ لفظ (شیطان) سرکش وباغی انسانوں اور جنوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ﴾[سورۃ الانعام:۱۱۲]

''اسی طرح ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا جو دھوکا دینے کی غرض سے کچھ خوش آئند باتیں ایک دوسرے کے کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔''

اسی طرح عہدِ نبوی میں جو منافق وسرکش لوگ تھے، ان کے بارے اللہ تعالیٰ نے شیاطین کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾

''جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب وہ اپنے بڑوں (سرکش سرداروں) کے پاس جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (اور) ان سے تو ہم صرف مذاق کرتے ہیں۔'' [سورۃ البقرۃ:۱۴]

مجموعی طور پر انسانوں کے مقابلے میں جنات چونکہ زیادہ سرکش مخلوق ہے اس لیے لفظِ شیطان کا زیادہ استعمال جنات کے لیے کیا گیا ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام جن کے لیے جنات اللہ تعالیٰ نے مطیع فرمان کرر کھے تھے، ان کے بارے قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴾

(۱) [ملاحظہ ہو: 'لسان العرب' بذیل مادہ 'شطن']

''اسی طرح بہت سے شیاطین (جنات) بھی ہم نے ان (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کے تابع کیے تھے جو ان کے حکم سے (سمندر سے موتی نکالنے کے لیے) غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے تھے۔'' [سورۃ الانبیاء:۸۲]

اسی طرح وہ جنات جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے آسمانوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے فیصلے، تقدیر اور کائنات سے متعلقہ باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے اور ان پر شعلے برسائے جاتے، انہیں بھی قرآن مجید میں شیاطین کہا گیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴾ [سورۃ الجن :۸تا۱۰]

''ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے بھرا ہوا پایا، اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔''

اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑا سرکش، نافرمان اور خدا کا باغی چونکہ 'شیطان اکبر' یعنی ابلیس ہے، اس لیے یہ لفظ سب سے زیادہ ابلیس ہی کے لیے استعمال ہوا اور عرف عام میں بھی اس سے وہی مراد لیا جاتا ہے۔

انسانی شیاطین اور جناتی شیاطین:

انسانی شیاطین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہیں تو ہماری طرح کے انسان، مگر سرکشی و بغاوت اور راہِ حق سے دوری کی وجہ سے ان کے تمام اعمال شیطان اکبر کی رضامندی کے مطابق اور منشائے خداوندی کے خلاف وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کرۂ ارض پر جبر و ستم کا جو مظاہرہ آج امریکہ کر رہا ہے اس کی بنا پر لوگ اسے 'بزرگ شیطان' (یعنی شیطانِ اکبر) کہہ رہے ہیں۔ اور اگر ظلم و سرکشی کا یہی مظاہرہ شیطان صفت انسانوں کی بجائے جنات کریں تو وہ جناتی شیاطین ہیں۔ ایسے ہی شیطان صفت انسانوں اور جنوں کے لیے سورۂ انعام میں شیاطین الانس والجن کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

مومن جن اور شیطان جن:

چونکہ جنات میں بھی انسانوں کی طرح بعض نیک صالح اور مومن جن ہوتے ہیں اور بعض سرکش، باغی، نافرمان اور کافر، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾[سورة الجن :١٤، ١٥]

''ہاں، ہم میں بعض تو فرمانبردار (مومن) ہیں اور بعض ظالم ہیں۔ پس جو فرماں بردار ہو گئے، انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

اس لیے تمام جنات کو شیاطین نہیں کہا جا سکتا بلکہ جنات میں جو انتہائی سرکش، شریر اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو، اسے ہی شیطان کہا جائے گا۔

جنات اور شیطان اکبر:

شیطان اکبر (یعنی ابلیس) جس کا تذکرہ قصہ آدم وابلیس میں ایک فرد کی حیثیت سے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر بیان ہوا ہے، اس میں اور جنات میں کیا فرق ہے؟

اس سوال کا جواب بالاختصار یہ ہے کہ ابلیس جنات ہی کی جنس سے تعلق رکھتا ہے مگر اس نے اللہ کی نافرمانی وسرکشی کی راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے قیامت تک کے لیے زندگی عطا کر دی۔ اب اس کا کام انسانوں کو گمراہ کرنا ہے جب کہ وہ بذات خود مسلمان نہیں ہو سکتا اس لیے اس کا نام ہی شیطان رکھ دیا گیا اور مسلمان نہ ہونے کی بنا وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی جنت سے ناامید ہو گیا ہے، اس ناأمیدی کی وجہ سے اسے ابلیس (یعنی ناأمید) بھی کہا جاتا ہے۔ اب ہم اس کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا اور شیطان کو بھی آگ ہی سے پیدا فرمایا۔

جنات کے آگ سے پیدا کیے جانے کی دلیل یہ آیات ہیں:

(١) : ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ [سورة الرحمن:١٥]

''اور اس (اللہ) نے جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے۔''

(٢) : ﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر:٢٧]

''اور جنوں کو ہم نے اس سے پہلے خالص آگ سے پیدا کیا۔''

(۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نور سے اور جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے۔''(۱) (یعنی مٹی سے)

معلوم ہوا کہ جنات اور ابلیس کی جنس ایک ہی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اس بات کی صراحت ہے کہ ابلیس جنات میں سے ایک جن تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾

[سورۃ الکہف : ۵۰]

''اور جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، پس سب سجدے میں گر پڑے ماسوائے ابلیس کے۔ وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

اس آیت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ فرشتہ ہرگز نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان فرشتوں میں سے ایک نیک فرشتہ تھا پھر عبادت و ریاضت کی بدولت اونچے مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد متکبر بن چکا تھا اور جب اللہ نے آدم کے لیے سجدہ کا حکم دیا تو اس نے انکار کر دیا۔ حالانکہ شیطان کو فرشتوں میں شامل کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے:

۱)..... قرآن وسنت میں شیطان ابلیس کے فرشتہ ہونے کی کوئی ایک بھی واضح دلیل موجود نہیں۔

۲)..... قرآن میں شیطان کو جنوں کی جنس قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اسے فرشتہ قرار دینا قرآن کے خلاف ہے۔

۳)..... فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے، نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں توالد و تناسل ہے جبکہ جنات میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور ابلیس کی اولاد کا ذکر قرآن میں ملتا ہے اس لیے وہ فرشتہ نہیں ہو سکتا۔ [دیکھیے، سورۃ الکہف: ۵۰]

۴)..... صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور ان کی طرف منسوب وہ روایات بسند صحیح ثابت نہیں جن میں یہ ہے کہ شیطان ابلیس فرشتوں کی جنس سے تھا۔☆

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب فی احادیث متفرقة: رقم الحدیث (۲۹۹٦)]

☆ [حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان روایات پر کلام کیا ہے۔ دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (ج۳ ص ۱٤٥-۱٤٦)]

جنات کو آگ کا عذاب کیسے ہوگا؟

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر ان میں سے گنہگاروں کو عذاب کس چیز سے دیا جائے گا؟ کیونکہ جہنم کی آگ کا عذاب تو انہیں کچھ تکلیف نہیں دے گا، اس لیے کہ وہ تو خود آگ ہیں......؟!

اس کے اگرچہ بہت سے جواب دیئے گئے ہیں تاہم اس کا مناسب جواب یہی ہے کہ گنہگار جنات کو آگ کا عذاب دینا اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں۔ البتہ اس عذاب کی کنہ وحقیقت ہم نہیں جانتے!

شیطانِ اکبر کہاں رہتا ہے؟

شیطانِ اکبر (ابلیس) سے مراد وہ جن ہے جو سب سے بڑا سرکش اور خدا کا نافرمان ہے، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، جس نے بنی آدم کو گمراہ کرنے اور قیامت تک زندہ رہنے کی تمنا کی تھی اور وہ بارگاہِ الٰہی سے پوری کی گئی۔ اس لیے بنیادی طور پر ہر انسان کا اصل دشمن یہی شیطانِ اکبر (یعنی ابلیس) ہے۔ مگر یہ ہر انسان کے ساتھ نہیں رہتا بلکہ اس کا 'اڈہ' پانیوں پر ہے جہاں سے یہ اپنے چیلوں اور لشکروں کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روانہ کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار اگر کوئی بڑا مشن ہو تو خود بھی میدان میں آ جاتا ہے، تاہم زیادہ تر اس کا کام 'نگرانی' ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان ابلیس یضع عرشه علی الماء ثم یبعث سرایاه فادناهم منه منزلة اعظمهم فتنة یجیء احدهم فیقول :فعلت کذا و کذا فیقول :ماصنعت شیئا قال:ثم یجیء احدهم فیقول : ماترکته حتی فرقت بینه وبین امرأته قال: فیدنیه منه ویقول:نعم :انت))[1]

''شیطان اپنا عرش پانی پر بچھاتا ہے پھر وہاں سے اپنے لشکر (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے) اس کے نزدیک اس کے لشکر میں سب سے معزز وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں سے ایک شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں (فتنہ و برائی کا) کام کر کے آیا ہوں۔ شیطان کہتا ہے: نہیں! تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر دوسرا آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں اور فلاں کو اس

(۱) [صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین :باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ......(ح ۲۸۱۳)]

وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان پھوٹ نہ ڈال دی۔ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ) شیطان اس شخص کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے شاباش! تم نے واقعی ایک بڑا کام کیا ہے۔'' ایک روایت میں اس طرح ہے:

((إِنَّ عَرْشَ إِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ يُفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً))[1]

''ابلیس کا عرش پانی پر ہے جہاں سے وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرے۔ ابلیس کے نزدیک سب سے زیادہ مقام و مرتبہ اسے حاصل ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔''

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد (مدینے کے ایک کاہن) سے پوچھا:

﴿ مَا تَرٰى ؟ قَالَ : أَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ ، فَقَالَ : تَرٰى عَرْشَ إِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ وَمَا تَرٰى ؟ قَالَ أَرٰى صَادِقِيْنَ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبِيْنَ وَصَادِقًا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لُبِسَ عَلَيْهِ دَعُوْهُ ﴾[2]

''تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں پانی پر عرش کو دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو سمندر پر ابلیس (شیطان) کا عرش دیکھتا ہے۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے پوچھا اور کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں بہت سے سچوں اور ایک جھوٹے کو یا بہت سے جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں۔ آپؐ نے (صحابہؓ سے) فرمایا: اس پر (معاملہ) مشتبہ کر دیا گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔''

شیطانِ اکبر کے مددگار کون ہیں؟

شیطانِ اکبر اگرچہ اکیلا ہی ساری انسانیت کا دشمن ہے مگر اس کے ساتھ اس کے بہت سے مددگار بھی چیلے چانٹوں کی شکل میں موجود ہیں۔ شیطان چونکہ جنات میں سے ہے اس لیے اس کے زیادہ تر چیلے چانٹے جنات ہی سے ہیں اور جو کام وہ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے جنات ہی اس کے لیے زیادہ موزوں بھی ہیں کیونکہ یہ بغیر دکھائی دیئے انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر اس لیے بھی کہ ان میں بذاتِ خود سرکشی کا عنصر انسان کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں اس کی اپنی ذریت بھی اس کے ساتھ ہے۔ لیکن اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ شیطان اکبر انسانوں سے کام نہیں لیتا بلکہ وہ شیطان صفت انسانوں سے بھی دوسرے انسانوں کے خلاف بڑے بڑے کام لیتا ہے۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

(۱) [صحیح مسلم : ایضاً]

(۲) [صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر ابن صیاد (ح۲۹۲۵) احمد (۴۶۷/۳) شرح السنۃ (۴۵۳/۷)]

شیطانِ اکبر کے مددگار لشکروں کے بارے میں جس طرح پیچھے مذکور صحیح مسلم کی حدیث سے وضاحت ہوتی ہے، اسی طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے:

(۱) : ﴿ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾[سورۃ الاسراء : ٦٤]

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے، بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (لشکر) چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب، سراسر فریب ہیں۔''

(۲) : ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾[الکهف : ٥٠]

''جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں (اسے دوست بنانے والے ظالم لوگ ہیں اور) ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔''

(۳) : ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴾ [سورۃ مریم:۸۳]

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں (کی مدد کے لیے ان) کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں (گمراہی و نافرمانی) پر خوب اُکساتے ہیں۔''

شیطانِ اکبر اور ہر انسان کا شیطان:

شیطانِ اکبر (ابلیس) کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟...... یہ تو بالاختصار واضح ہو چکا ہے کہ وہ جنات میں سے سب سے بڑا سرکش اور خدا کا نافرمان ہے۔ ہر انسان کو گمراہ کرنا اس کا 'مشن' ہے، مگر وہ ہر انسان کے ساتھ نہیں رہتا اور نہ ہی غیب کا علم رکھتا ہے البتہ سمندروں کے پانیوں پر اس کا 'اڈہ' ہے اور اس کی اولاد اور دیگر سرکش جنات اس کے مددگار اور اَعوان واَنصار ہیں۔

اب یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ ہر انسان کے ساتھ بھی ایک شیطان ہوتا ہے اور یہ شیطان

ابلیس نہیں بلکہ کوئی سرکش جن ہوتا ہے جو شیطانِ اکبر ہی کے فرائض انجام دینے کے لیے ہمہ وقت انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جہاں موقع ملتا ہے فوراً اپنا وار کر دیتا ہے۔ عام طور پر یہ وار جسمانی اذیت کی صورت میں نہیں ہوتا بلکہ ارتکابِ گناہ اور خدا کی نافرمانی کی کسی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کی کون کون سی شکلیں ہوتی ہیں؟ اور ان سے بچاؤ کی کیا کیا تدبیریں ہیں؟ یہ تفصیلات آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں ان شاء اللہ!

باقی رہا ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان کی موجودگی کا مسئلہ تو اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ اللّٰهُ بِهِ قَرِيْنَهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: وَاِيَّايَ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ))(۱)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو ساتھی (ہمزاد) بنا کر مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی، مگر میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ مجھے خیر و بھلائی کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں دیتا۔''

۲)..... صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ ساتھی (یعنی ہمزاد) مقرر کر دیا گیا ہے'' [ایضاً]

۳)..... ان روایات میں 'جــن' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد شیطان ہی ہے کیونکہ ان دونوں کی جنس ایک ہی ہے اور جو جــن انسان کو برائی پر اُکساتا ہے وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے شیطان کہلاتا ہے۔ اسی لیے بعض اور روایات میں 'جــن' کی جگہ شیطان کے لفظ بھی استعمال ہوئے ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ایک رات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے، تو مجھے اس پر غیرت آ گئی (کہ کہیں آپ مجھے چھوڑ کر کسی اور بیوی کے پاس تو نہیں چلے گئے) چنانچہ میں بھی آپ کے پیچھے نکل کھڑی ہوئی۔ (آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تھے اور میں آپ کو دیکھ کر جلدی جلدی واپس بھاگ آئی) آپؐ واپس آئے اور میری (سانس پھولنے کی) کیفیت دیکھی تو فرمایا: اے عائشہؓ! کیا تمہیں

(۱) [صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ...... (ح: ۲۸۱۴)]

غیرت آ گئی تھی؟ میں نے کہا: بھلا، مجھ جیسی آپ جیسے پر غیرت کیوں نہ کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا: ((اَقَدْ جَاءَ کِ شَیْطَانُکِ ؟)) کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آ گیا تھا؟ میں نے کہا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! أَمَعِیَ شَیْطَانٌ ؟ اے اللہ کے رسولؐ! کیا میرے ساتھ بھی کوئی شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: وَمَعَ کُلِّ اِنْسَانٍ ؟ ''کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: نَعَمْ وَلٰکِنْ رَبِّیْ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ حَتّٰی اَسْلَمَ ''ہاں میرے ساتھ بھی، مگر میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے۔ [مسلم: ایضاً: ح ۲۸۱۵]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان (ہمزاد) مقرر کیا گیا ہے۔ یہ بالعموم ہر وقت انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جب موقع ملتا ہے انسان کے دل میں برا وسوسہ پیدا کر دیتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، اللہ سے پناہ مانگے تو یہ اپنے برے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتا لیکن اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے تو پھر یہ اس پر تسلط جمانے اور اسے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَلَهٗ قَرِيْنٌ ﴾[سورۃ الزخرف: ٣٦]
''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے آنکھیں بند کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔''

کیا 'شیطان' مسلمان ہو سکتا ہے؟

شیطانِ اکبر (ابلیس) کے بارے تو علماءِ امت کا اجماع ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے، اور اگر وہ مسلمان ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ البتہ شیطانِ اکبر کے علاوہ دیگر شیطان، جو انسانوں کو فتنے میں مبتلا کرنے اور ان کے دلوں میں برے خیالات پیدا کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، ان میں سے کوئی شیطان مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے جیسا کہ عالم عرب کے ایک معروف مصنف شیخ عمر سلیمان الاشقر اس بارے اختلاف رائے اور اقرب الی السنہ موقف کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''شیطان اکبر جو ابلیس ہے وہ تو مسلمان ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اس کے بارے خود اللہ تعالیٰ نے بتا دیا

کہ وہ کفر ہی پر قائم رہے گا۔ البتہ اس کے علاوہ کوئی اور شیطان مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو ہمیں اس مسئلہ میں یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ دیگر شیطان مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہمزاد شیطان مسلمان ہو گیا تھا مگر بعض علماء اس کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ شیطان مومن نہیں ہو سکتا۔ انہی میں سے شارح عقیدۂ طحاویہ بھی ہیں (دیکھئے: ص۴۳۹) انہوں نے اس بارے مروی روایت [جو پیچھے گزری اور اس میں ہے: وَلٰکِنَّ رَبِّیْ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ] کے لفظ فَاَسْلَمَ کی توجیہ اِسْتَسْلَمَ سے کی ہے یعنی ان کے نزدیک اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ مطیع ہو گیا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اس روایت کا یہ لفظ 'فاسلمُ' میم کے پیش کے ساتھ ہے، جس کا معنی ہے: ''میں شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہوں'' اگرچہ شارح طحاویہ کا خیال یہ ہے کہ پیش والی روایت کے لفظ میں تحریف ہے لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ: ''یہ دونوں روایتیں (زبر اور پیش کے ساتھ) مشہور ہیں۔ امام نوویؒ نے امام خطابیؒ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ انہوں نے پیش والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور قاضی عیاضؒ سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے زبر والی کو اختیار کیا ہے اور خود نوویؒ نے بھی زبر ہی کو اختیار کیا ہے۔ [دیکھئے: شرح نووی ۱۵۸/۱۷]

جن لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان مسلمان ہو سکتا ہے، ان میں محدث ابن حبانؒ بھی ہیں۔ وہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہمزاد شیطان مسلمان ہو گیا تھا اور وہ آپ کو صرف بھلائی کا حکم دیتا تھا اور اگر وہ کافر تھا تو پھر بھی آپ اس سے محفوظ رہتے تھے۔''

شارح طحاویہ کی یہ بات محل نظر ہے کہ ''شیطان کافر ہی ہوتا ہے۔'' اگر ان کی اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان صرف کافر جنوں کو کہتے ہیں تو یہ درست ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ شیطان اسلام کی طرف نہیں پلٹ سکتا تو یہ بعید تر بات ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔ اور ہمیں کافی ہے کہ ہم یہ بات یاد رکھیں کہ شیطان مومن تھا پھر اس نے کفر کیا اور یہ کہ تمام شیاطین (کافر جن) بھی ایمان لانے کے ذمہ دار ہیں اور گروہ ایمان نہیں لاتے تو انہیں عذاب دیا جائے گا۔ گویا جنات وشیاطین پر بھی ایمان وکفر کی دونوں حالتیں اسی طرح طاری ہوتی رہتی ہیں جس طرح انسانوں پر ہوتی ہیں۔''[1]

(۱) [عالم الجن والشیاطین، از قلم: شیخ عمر سلیمان الاشقر (ص۶۳، ۶۴)]

باب ۲:

نفسِ اَمّارَہ، لَوَّامَہ، مُطْمَئِنَّہ اور شیطان!

نفسِ انسانی کی مختلف حالتیں:

لفظ نَفْسٌ اور اَلنَّفْسُ کا استعمال 'روح' (جان) دل، ذات (وجود) کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح اسے اگر 'ف' کی فتح کے ساتھ پڑا جائے تو پھر اس کا معنی ہوگا: سانس، جھونکا، گنجائش، مہلت اور کشادگی وفراخی۔ (۱)

○ روح (جان) کے لیے لفظ نفس کے استعمال کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ ﴾[سورة الانعام:۹۳]

"(فرشتے کہیں گے) کہ اپنی جانیں نکالو۔"

○ دل کے لیے لفظ نفس کے استعمال کی دلیل یہ آیات ہیں:

(۱) : ﴿ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ﴾[سورة البقرة:۲۸٤]

"تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا۔"

(۲) : ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ﴾[سورة البقرة:۲۳۵]

"یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل کی باتوں کا بھی علم ہے (لہذا) تم اس سے ڈرتے رہو۔"

○ اور ذات کے لیے لفظِ نفس کے استعمال کی دلیل یہ آیت ہے:

(۳) : ﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾[سورة آل عمران:٦١]

"پس (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ آؤ! ہم اور تم اپنے فرزندوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور خاص اپنی اپنی جانوں کو بلالیں پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا (مباہلہ) کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

انسان کے دل میں طبعی طور پر اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں، خیالات کی انہی مختلف

(۱) [دیکھیے: المنجد، اور دیگر کتب لغات، بذیل مادہ 'نفس']

حالتوں کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

(١) : ﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ﴾[سورة یوسف :٥٣]

''میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی، بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے ہی والا ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔''

(٢) : ﴿ لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ﴾[سورة القيامة :١،٢]

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔''

(٣) : ﴿ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ﴾ [سورة الشمس : ٧تا ١٠]

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی۔ پھر (ہم نے) اس کو سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا، وہ ناکام ہوا۔''

(٤) : ﴿ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴾[سورة الفجر:٢٧تا ٣٠]

''اے اطمینان والے نفس (روح)! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی (ہے اور وہ) تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں (بھی) داخل ہو جا۔''

گویا یہ تین علیحدہ علیحدہ نفس یا دل رضمیر وغیرہ نہیں بلکہ ایک ہی نفس (دل) کی تین مختلف حالتیں ہیں۔ کبھی دل میں اچھے خیالات آتے ہیں اور کبھی برے۔ کبھی برائی کرنے پر نفس ابھارتا ہے تو کبھی تقویٰ اور للّٰہیت کی وجہ سے ملامت بھی کرتا ہے۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نفس کا لفظ مذکورہ بالا آیات میں 'دل' کے معنی و مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے اور کسی شخص میں ایک سے زیادہ دل نہیں رکھے گئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ فِیۡ جَوۡفِهٖ ﴾[سورة الاحزاب:٤]

''کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے۔''

نفسِ انسانی کی ان تین مختلف حالتوں کے بارے میں وضاحت کے لئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں:

"میرے ایک دوست نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ دورانِ سفر کھانا کھانے کے لئے ہمیں ایک ہوٹل میں رکنا پڑا۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب ہم نے پیسوں کی ادائیگی کے لئے بل دیکھا تو سر پیٹ کر رہ گئے اس لئے کہ اتنا ہم نے کھایا نہ تھا جتنا کہ بل ظاہر کر رہا تھا، بہر حال ہم نے پیسے ادا کیے اور ہوٹل سے چل دیئے۔ اچانک میرے ذہن میں ایک شرارت سوجھی تو میں نے دوستوں سے کہا کہ آپ لوگ گاڑی میں بیٹھیں میں بیت الخلاء سے ہو کر ابھی پہنچ رہا ہوں۔ دراصل ہوٹل کے بیت الخلاء میں بڑی قیمتی اور نفیس ٹوٹیوں کا اہتمام کیا گیا تھا اور ان کے اوپر دستیاں بھی نہایت عمدہ تھیں۔ چنانچہ میں نے وہاں سے ڈرتے ڈرتے کچھ دستیاں اتاریں اور اپنی جیبوں میں چھپا کر واپس چل دیا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے اپنا یہ کارنامہ دوستوں کو بتایا تو وہ بڑے خوش ہوئے۔ گاڑی بھی میں خود ہی چلا رہا تھا چنانچہ کچھ دور جانے کے بعد میرا ضمیر مجھے اس فعل پر ملامت کرنے لگا، چنانچہ میں نے کم وبیش بیس کلومیٹر کے فاصلے سے گاڑی واپس موڑی اور خود ہی اس ہوٹل میں جا کر وہ چیزیں جہاں سے اتاریں تھیں وہاں ہی لگا دیں۔ اس کے بعد میرا ضمیر بالکل مطمئن ہو گیا۔"

اس سارے واقعہ میں نفس انسانی کی تینوں حالتیں موجود ہیں یعنی پہلی حالت وہ جس میں نفس نے برائی پر اُبھارا اور ایک غلط کام کا ارتکاب کروایا (اسے نَفْسِ اَمَّارَہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) دوسری حالت وہ جس میں اسی نفس نے اس بُرے فعل پر ملامت کی (اسے نَفْسِ لَوَّامَہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) تیسری حالت وہ جس میں اسی نفس نے اطمینان اور سکون محسوس کیا (اسے نَفْسِ مُطْمَئِنَّہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) واللہ اعلم!

دل سوچتا ہے یا دماغ؟

جدید سائنس کی رو سے دل کا کام سوچنا نہیں بلکہ خون کی گردش کو کنٹرول کرنا ہے جب کہ دماغ کا کام سوچنا ہے مگر قرآن وحدیث میں خیالات کا منبع دل کو قرار دیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے:

(۱) : ﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ﴾ [سورۃ الاعراف : ۱۷۹]

"ہم نے جہنم کے لیے بہت سے انسان اور جن پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں مگر یہ ان سے (حق کو) سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر یہ اس سے (راہِ ہدایت) دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں مگر یہ

اس سے (قولِ حق) سنتے نہیں۔"

(۲) : ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْاٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾[سورة الحج :٤٦]

"کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

بعض لوگوں نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ دل اور دماغ کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ فہم وادراک کے سلسلہ میں یہ دونوں حصہ لیتے ہیں، اس لیے یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ غور وفکر کا محل دل ہے یا دماغ۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث میں غور وفکر کی نسبت نہ دماغ کی طرف کی گئی ہے اور نہ ہی اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کی نسبت دل ہی کی طرف ہر جگہ کیوں کی گئی ہے تو اس کا جواب بعض اہل علم نے یوں دیا ہے کہ

"قرآن سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ اَدب کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ یہاں خواہ مخواہ ذہن اس سوال میں نہ اُلجھ جائے کہ سینے والا دل کب سوچتا ہے۔ اَدبی زبان میں احساسات، جذبات، خیالات بلکہ قریب قریب تمام ہی افعالِ دماغ سینے اور دل ہی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کسی چیز کے "یاد ہونے" کو بھی یوں کہتے ہیں کہ "وہ تو میرے سینے میں محفوظ ہے۔""(۱)

جدید ریسرچ کے مطابق جسم میں موجود نیوران (Neurone) کی مدد سے غور وفکر اور حس وشعور کا کام انجام پاتا ہے اور یہ سراور دماغ کے مقابلے میں سینے میں زیادہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غور وفکر کی نسبت جو دل کی طرف کی ہے وہ محض اَدبی لحاظ ہی سے نہیں بلکہ حقیقی لحاظ سے کی ہو اور ہمارا علم ابھی تک اس کی کنہ وحقیقت تک صحیح طور پر نہ پہنچ سکا ہو۔ واللہ اعلم!

خیالات ِدل اور شیطان کا کردار:

انسان کے دل میں اچھے اور برے خیالات انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہیں۔ انسان کی پیدائش کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اچھائی اور نیکی اصل قرار پاتی ہے اور اگر اس کے جذبات کے لحاظ سے غور کیا جائے تو

(۱) [تفسیر "تفہیم القرآن" از مولانا مودودیؒ (ج۳ص۲۳۶)]

برے خیالات اصل قرار پاتے ہیں۔ یعنی انسان اگر اچھے ماحول میں پیدا ہو کر تربیت پائے تو اس کے اچھے اَثرات اس کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اور اگر برے ماحول میں پیدا ہو کر تربیت پائے تو پھر برے خیالات اس کی زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں، اسی بات کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین (اگر یہودی ہوں) تو اسے یہودی بنا لیتے ہیں، یا (عیسائی ہوں تو) عیسائی بنا لیتے ہیں (اور مجوسی ہوں تو) مجوسی بنا لیتے ہیں۔''(۱)

جب کہ عقل وشعور اور بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد جب انسان کی خواہشاتِ نفس اور جذبات بیدار ہوتے ہیں تو پھر یہ جذبات وخواہشات، انسان کو برائی وسرکشی اور من مانی پر ابھارتے ہیں۔ اگر خوفِ خدا یا خوفِ سزا (قانون دنیوی) وغیرہ مانع ہو تو انسان ان جذبات کو کنٹرول کر لیتا ہے ورنہ ان کا اَسیر بن جاتا ہے۔ انسان کے انہی جذبات وخیالات اور خواہشاتِ نفس سے اس کا دشمن شیطان فائدہ اٹھاتا ہے اور انسان کو برائی پر بہت جلد آمادہ کر لیتا ہے۔ بلکہ اگر کہیں ظاہری طور پر کسی برائی کا موقع موجود ہو تو شیطان پوری شدت سے برے وسوسے انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے، برائی کو اس کے لیے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، برائی کرنے میں اسے لذت کا احساس دلاتا ہے، پھر بار بار اس برائی پر ابھارتا رہتا ہے حتی کہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ برائی انسان کی ضرورت بن جاتی ہے مثلاً جس شخص کو شراب اور نشہ کی لت پڑ جائے اس کے لیے اس کے بغیر زندہ رہنا مشکل بن جاتا ہے،...... جسے عشق ومحبت کا روگ لگ جائے، اس کے لیے اس کے بغیر وقت گزارنا ناممکن ہو جاتا ہے،...... اور جسے ظلم وجبر اور فتنہ وفساد برپا کرنے کا جنون ہو جائے، اسے اس وقت تک اطمینان نہیں ملتا جب تک کہ وہ اس کا عملی اظہار نہ کر لیا کرے......

یہ اگرچہ انسان کی کمزوریاں ہیں اور انہیں پیدا بھی اسی لیے کیا گیا ہے کہ شیطان کو گمراہی پھیلانے اور اپنا مشن مکمل کرنے کا پورا پورا موقع ملے مگر اس کے باوجود شیطان انسان پر زبردستی نہیں کر سکتا۔

اس کے ساتھ دوسری طرف انسان کو بھی اس کمزوری سے بچنے اور شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے مواقع دیے گئے مثلاً اول تو اس کا دل ہی ایسا بنایا جس میں گناہ پر ملامت کا احساس بھی پوری طرح پیدا ہو جاتا ہے، خیر وبھلائی کا جذبہ بھی بیدار رہتا ہے۔ پھر دوم یہ کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے، توبہ واستغفار اور

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ماقیل فی اولاد المشرکین (ح ۱۳۸۵)]

شیطان سے بچنے کے لیے تعوذ کے کلمات صدق دل سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین کے مقابلہ میں خود اس انسان کی مدد فرماتے ہیں۔ پھر سوم یہ کہ جس طرح ایک شیطان ہر انسان کے ساتھ برے خیالات پیدا کرنے کے لیے مقرر ہے اسی طرح ایک فرشتہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت اور اس کے دل میں اچھے خیالات پیدا کرنے کے لیے مقرر فرما رکھا ہے۔ انسان کے ساتھ شیطان اور فرشتے کی اسی کشمکش کو درج ذیل حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان للشیطان لمة بابن آدم وللملك لمة فاما لمة الشیطان فایعاد بالشر وتکذیب بالحق واما لمة الملك فایعاد بالخیر وتصدیق بالحق فمن وجد ذلك فلیعلم انه من الله فلیحمد الله ومن وجد الاخری فلیتعوذ بالله من الشیطان الرجیم ثم قرأ: اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ......الآیة))

''ابن آدم پر شیطان بھی اثر انداز ہوتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تکذیب ڈالتا ہے اور فرشتہ اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق ڈالتا ہے۔ لہٰذا جس کے ساتھ یہ (فرشتے والا معاملہ) ہو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس کے ساتھ دوسرا (یعنی شیطان والا) معاملہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ مانگے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی: ''شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔''[1]

کیا فرشتے اور شیاطین دل کے خیالات جانتے ہیں؟

فرشتوں کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے کہ وہ دل کی بات جانتے ہیں یا نہیں لیکن راجح موقف یہی ہے کہ فرشتے انسان کے دل کے خیالات جانتے ہیں تبھی تو وہ نیت وارادے پر بھی ثواب لکھتے ہیں، جیسا کہ صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔☆ اسی طرح یہ سوال کہ شیطان بھی انسان کے خیالات سے آگاہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱) [ترمذی: تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة (۲۹۸۸) امام ترمذی نے اس روایت کو 'حسن صحیح' قرار دیا ہے]

☆ [اس کی تفصیل راقم کی کتاب ''انسان اور فرشتے'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔]

تو اس بارے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین کو ان خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کی قوت نہیں دی گئی۔اس سلسلہ میں ابن صیاد (کاہن) سے متعلقہ درج ذیل روایت سے اس کے برعکس ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے، پہلے یہ روایت ملاحظہ فرمالیں:

﴿ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ ...... إِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا، فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ : هُوَ الدُّخُّ : فَقَالَ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبُ عُنُقَهُ ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ ﴾(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کچھ صحابہؓ کے ہمراہ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ابن صیاد کی طرف نکلے۔ابن صیاد بنو مغالہ کے محلے میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور خود بھی ابھی بلوغت کے قریب تھا۔اسے بالکل علم نہ ہوا حتی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے جھنجھوڑا اور پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ''امیین'' کے رسول ہیں پھر اس (ابن صیاد) نے کہا: کیا آپ بھی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ ﷺ نے اسے دھکا دیا اور کہا میں تو اللہ اور اس کے (سچے) رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔پھر آپ ﷺ نے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس سچے اور جھوٹے آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا ہے پھر آپؐ نے پوچھا کہ میں نے اپنے دل میں (کیا) چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا ''دھواں'' ہے۔آپؐ نے فرمایا: تو ذلیل و رسوا ہو جائے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔(آپ ﷺ نے دل میں سورۃ ''الدخان'' سوچ رکھی تھی جس کا معنی دھواں ہے)

حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ ﷺ نے فرمایا: (عمر!) اگر یہ دجال ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے (بلکہ اسے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب اذا اسلم الصبی فمات ...... (ح۱۳۵٤) صحیح مسلم (ح۲۹۳۰) احمد (۹/۲ ـ ۱۹۸ ـ ٤٦٧/۳) ابوداؤد (ح٤۳۲۹) ترمذی (ح۲۲٤۹) ابن حبان (ح٦۷۸٥)]

گے) اور اگر یہ وہ نہیں تو پھر اسے قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ابن صیاد کو کیسے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دل میں فلاں بات سوچ رکھی ہے؟ بعض اہل علم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس کے پاس چونکہ شیاطین آیا کرتے تھے اس لئے شیاطین نے اسے بتادیا ہوگا کہ آپؐ نے اپنے دل میں کیا بات سوچ رکھی ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیاطین کو اس کا کیسے علم ہو گیا......؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپؐ نے صحابہ کے سامنے یہ بات کی ہو جسے شیاطین نے سن لیا ہو اور آ کر ابن صیاد کو بتادیا ہو کیونکہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ ابن صیاد کے پاس شیاطین آیا کرتے تھے اور یہ شیاطین ہی کاہنوں کو دائیں بائیں کی باتیں بتاتے ہیں۔ (واللہ اعلم!)

شیطان وسوسہ کیسے ڈالتا ہے؟

شیطان وسوسہ کیسے ڈالتا ہے؟ اس کی اصل حقیقت تو ہم نہیں جانتے البتہ اس کی وسوسہ اندازی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو جو تعوذ سکھایا گیا، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾[الناس ٤ تا ٦]

"(اے نبیؐ! آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں) وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے۔"

وَسْوَسَہ مخفی آواز کو کہتے ہیں چونکہ شیطان نہایت مخفی اور غیر محسوس انداز میں وسوسہ ڈالتا ہے اس لیے شیطان کو وَسْوَاسٌ کہا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے دل پر جنگل مارے ہوئے ہے، جہاں یہ بھولتا یا غافل ہوتا ہے وہاں فوراً شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔[1]

اس کے علاوہ درج ذیل احادیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالنے کی پوری استطاعت رکھتا ہے:

۱)......حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان کے آخری عشرے میں آنحضرت ﷺ اعتکاف

(۱) [تفسیر ابن کثیر، بذیل تفسیر سورۃ الناس]

فرماتے کہ وہ آپ کے پاس گئی اور عشاء کے وقت کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد واپسی کے لیے کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ چل پڑے۔(تاکہ انہیں گھر چھوڑ آئیں) جب وہ مسجد کے اس دروازے کے پاس پہنچے جہاں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا تو دو انصاری صحابی وہاں سے گزرے اور آپ کو سلام کہہ کر آگے بڑھ گئے۔آپؐ نے ان (کو بلایا اور ان سے) فرمایا: آرام سے جاؤ، یہ (میری بیوی) صفیہؓ ہے۔وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسولؐ! اللہ پاک ہے۔(آپ کی بابت ہمیں بھلا کیا بدگمانی ہو سکتی ہے؟) گویا آپ ﷺ کی یہ بات ان پر بڑی گراں گزری لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا))
''شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس سے مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کوئی شبہ/وسوسہ نہ ڈال دے۔''(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان وسوسہ ڈال سکتا ہے تبھی تو آپ ﷺ نے ان دو صحابیوں کو بتایا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا ہوں تاکہ ان کے دل میں شیطان کوئی اور شبہ نہ پیدا کر دے۔اس حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ......''شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے''......بعض لوگ اس کا مجازی معنی مراد لیتے ہیں کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح خون اس وقت تک جسم میں گردش کرتا رہتا ہے جب تک زندگی قائم ہے، اسی طرح موت تک شیطان بھی انسان کے تعاقب میں رہتا ہے، فی الواقع انسان کے خون میں شامل نہیں ہو جاتا۔

شیطان کا انسان کے تعاقب میں رہنا تو پہلے ہی اس کی 'ذمہ داری' اور مشن ہے اس لیے یہ تاویل بھی اگرچہ یہاں مراد لی جا سکتی ہے مگر اس کے ساتھ اس کے حقیقی معنی کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان حقیقی طور پر انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے، اس کی تفصیل جادو، جنات کے موضوع پر لکھی گئی راقم الحروف کی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۲)......حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ: مَنْ خَلَقَ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الادب: باب التکبیر والتسبیح عند التعجب (ح۶۲۱۹) صحیح مسلم (ح۲۱۷۵)]

رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ))

''شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آ کر (اس کے دل میں) کہتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور فلاں فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب بندے کی یہ حالت ہو تو اس کو چاہیے کہ تعوذ پڑھے اور (مزید غور وفکر) سے رک جائے۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ ''لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا: اس مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب وہ یہ کہیں تو اس کے جواب میں کہو:

﴿ اَللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

''اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنم دیا ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔''

پھر انسان کو چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے اور پھر اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگے۔'' (یعنی تعوذ پڑھے)[2]

۳)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ اور جب اذان ختم ہوتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوتی ہے وہ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو وہ دوبارہ آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، چنانچہ ان ان باتوں کی شیطان یاد دہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہیں ہوتا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔''[3]

۴)...... حضرت سبرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس وجنوده (ح۳۲۷٦) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الوسوسة فی الایمان (ح۱۳٤)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی الجهمیة (ح٤۷۲۲) بحواله مشکوٰة المصابیح: کتاب الایمان (ح۷٥)]

(۳) [صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب فضل التاذین (ح٦۰۸)]

''شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں بیٹھتا ہے چنانچہ اس کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: کیا تم اسلام کی خاطر اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین و مذہب چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم ہجرت کی خاطر اپنا وطن اور اپنا ماحول چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی یہ بات بھی ٹھکرا کر ہجرت کے لیے چل پڑتا ہے۔ پھر شیطان اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: تم جہاد کرو گے تو تمہاری جان اور مال کو نقصان پہنچے گا، ممکن ہے لڑائی میں تم مارے جاؤ اور تمہاری بیوی کسی اور سے شادی کر لے اور تمہارا مال و دولت بھی لوگوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ مگر اس کے باوجود انسان اس کی بات ٹھکرا کر جہاد کے لیے نکل جاتا ہے جو شخص ایسا کرے گا اسے جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اگر اس کو شہید کر دیا جائے تو پھر بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ اگر وہ ڈوب کر مر جائے یا جانور سے گر کر مر جائے تو پھر بھی اللہ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔''(۱)

اس روایت کے سیاق و سباق سے بھی واضح ہوتا ہے کہ شیطان انسان کے دل میں مختلف مواقع پر یہ خیال اور وسواس پیدا کرتا ہے اور عملی طور پر ہر انسان کو اس تجربہ و مشاہدہ سے گزرنا پڑتا ہے مثلاً کسی وقت اللہ کے نام پر کوئی سائل امداد کا مطالبہ کرتا ہے تو ہمارے دل میں اس کے لیے تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے مگر اسی اثناء شیطان اس کے برعکس یہ خیال دل میں ڈالنے لگتا ہے کہ ''تمہارا تو مال کم ہو جائے گا'' اور اس خیال سے یا تو انسان اپنے پہلے ارادے کو چھوڑ دیتا ہے یا پھر اس کے برعکس اللہ کی توفیق سے شیطان پر غالب آ جاتا ہے۔

شیطان اور اس کے وسواس کے بارے سید مودودیؒ کی رائے:

مولانا مودودیؒ سے شیطان کے حوالے سے سوال کیا گیا کہ

سوال: شیطان کی ماہیت کیا ہے جو کہ قرآن میں متعدد مقامات پر مذکور ہے اور یوں بھی عام فہم زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ کیا شیطان ہم انسانوں جیسی کوئی مخلوق ہے جو زندگی و موت کے حوادث سے دوچار ہوتی ہے اور جس کا سلسلہ توالد و تناسل کے ذریعہ قائم ہے؟ کیا یہ بھی ہماری طرح ہم آہنگی میں مربوط ہوتی ہے جس طرح سے ہم کھانے کمانے اور دیگر لوازمات زندگی میں مشغول رہتے ہیں؟ اس کے انسان کو دھوکا دینے کی کیا قدرت ہے؟ کیا یہ اعضائے جسمانی میں سرایت کر جانے کی قدرت رکھتی

(۱) [صحیح سنن نسائی (۲۹۳۷) صحیح الجامع الصغیر (۲/۷۲)]

ہے اور اس طرح انسان کے اعصاب و محرکات پر قابو پا لیتی ہے اور بالجبر اسے غلط راستے پر لگا دیتی ہے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر دھوکا کیسے دیتی ہے؟ یا شیطان عربی زبان کی اصطلاح میں محض ایک لفظ ہے جو ہر اس فرد کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو تخریبی پہلو اختیار کر لے۔ یا یہ انسان کی اس اندرونی جبلت کا نام ہے جسے قرآن نفس امارہ یا نفس لوامہ کے الفاظ سے تشبیہ دیتا ہے یعنی نفس جو غلط کاموں کی طرف اکساتا ہے چونکہ شیطان کا حربہ بڑا خطرناک ہوتا ہے اس لئے اس سے بچنے کی خاطر یہ سوال پوچھا جا رہا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اس کا درج ذیل جواب دیا:

جواب: شیطان کے متعلق میرے پاس کوئی ذریعۂ معلومات قرآن و حدیث کے سوا نہیں ہے۔ اس ذریعہ سے جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ شیطان محض کسی قوت کا یا انسان ہی کے کسی رجحان کا نام نہیں ہے بلکہ وہ جنوں میں سے ہے اور جن ہماری طرح ایک مستقل مخلوق ہے جس کا ہر فرد، فردِ انسان کی طرح ایک شخصیت Personlity رکھتا ہے۔ اس کی معیشت اور اس کے مشاغل اور توالد و تناسل وغیرہ کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہیں جانتے۔ اس کو ہمارے جسم پر قبضہ کر کے ہم سے بالجبر کوئی کام کرا لینے کے اختیارات نہیں دیئے گئے ہیں۔ وہ صرف ہمارے نفس کو ترغیب دینے، اُکسانے اور برے کاموں کی طرف مائل کرنے یا وساوس اور شبہات کا کام کر سکتا ہے۔ اور ہم چاہیں تو اس کی ترغیبات کو رد کر کے اپنے ارادے سے ایک راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ (۱)

اسی طرح مولانا سے اس سلسلہ میں ایک اور سوال کیا گیا کہ

سوال: جب بھی کسی برائی کے سرزد ہو جانے کے بعد مجھے مطالعہ باطن کا موقع ملا ہے تو میں نے یوں محسوس کیا ہے کہ خارج سے کسی قوت نے مجھے غلط قدم اٹھانے پر آمادہ نہیں کیا بلکہ میری اپنی ذات ہی اس کی ذمہ دار ہے۔ جب میری جبلی خواہش فکر پر غالب آ جاتی ہے اور میری روح پر میری نفسانیت کا قبضہ ہو جاتا ہے تو اس وقت میں گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ باہر سے کوئی طاقت میرے اندر حلول کر کے مجھے کسی غلط راہ پر نہیں لے جاتی۔ مگر جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ان فکری اور عملی گمراہیوں کا محرک شیطان ہے جو اپنا ایک مستقل وجود رکھتا ہے۔ یہ دشمن انسانیت کبھی خارج سے اور کبھی انسان کے اندر گھس کر اسے غلط راستوں پر لے جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں

---

(۱) [ماہنامہ 'ترجمان القرآن' جلد ۵۲، عدد ۵، اگست ۱۹۵۹ء]

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آپ بھی شیطان کو ایک مستقل وجود رکھنے والی ایسی ہستی تسلیم کرتے ہیں جو انسان کو بہکاتی اور پھسلاتی ہے؟

مولانا اس کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

جواب : شیطان کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ وہ جن کی نوع کا ایک فرد ہے، اور اس نوع کے بہت سے افراد نوع انسانی کی طرح مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ نیز شیاطین جن انہی کافروں میں سے ہیں۔ اسی طرح قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ جنوں کی نوع ناریُ الخلقت ہے۔ مجھے اس نوع کے وجود میں کوئی اشکال محسوس نہیں ہوتا۔ مادہ اور قوت Energy کے متعلق ہماری معلومات درحقیقت ابھی بالکل ابتدائی ہیں، قوت کے مادی صورت اختیار کرنے کے بعد کی حالتوں کے متعلق تو ہم نسبتاً کچھ زیادہ جانتے ہیں، مگر مادی صورت اختیار کیے بغیر محض قوت رہنے کی حالت میں وہ کیا کیا کچھ ہوسکتی ہے، اس علم کی سرحد سے ابھی ہم آگے نہیں بڑھ سکے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے، اور آخر کیوں ممکن نہیں ہے کہ محض توانائی ہونے کی حالت میں بھی مختلف اَنواع کی موجودات اس کائنات میں ہوں؟ اور ان میں بعض قسم کی موجودات ایسی بھی ہوں جن کے افراد شعور وارادہ اور حرکت وعمل کی قدرت کے ساتھ اپنی ایک مستقل ذات رکھتے ہوں؟ شیطان میرے نزدیک اسی نوعیت کی ایک مخلوق ہے اور یہ مخلوق بھی ہماری طرح اس کرۂ زمین میں پائی جاتی ہے۔

رہا ہمارے نفس کے ساتھ اس کا ربط Contact اور اس کا ہمارے اندر کے معرکۂ خیر وشر میں شر کے رجحانات کو تقویت پہنچانا، تو یہ بھی کوئی ناقابل یقین یا ناقابل تعقل بات نہیں ہے۔ اپنے نفس کے متعلق ابھی ہماری معلومات بہت کم ہیں اور اس کی ترکیب کی گتھیوں کو ہم سلجھا نہیں سکے ہیں۔ یہ بات بعید نہیں ہے کہ جس وقت ہم اپنے اندر کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ آخری فیصلہ ابھی ہم نے نہیں کیا ہوتا ہے کہ خیر اور شر میں سے کس پہلو کو اختیار کریں، اس وقت کوئی غیر محسوس خارجی مؤثر ہمارے رجحانات شر کو تقویت پہنچاتا ہو، اور اسی طرح کوئی دوسرا غیر محسوس خارجی مؤثر (یعنی فرشتہ) ہمارے رجحانات خیر کو مدد دے رہا ہو، بغیر اس کے کہ ہم اس کے عمل اور طریق عمل کا ادراک کرسکیں، اگرچہ اس کا ادراک ہمیں نہیں ہوتا لیکن اگر ایسی کشمکش کے مواقع پر بہت زیادہ غور سے اپنی اندرونی حالت کا جائزہ لیا جائے تو ایک دھندلا سا خیال ضرور ت آتا ہے کہ خارج سے بھی کوئی چیز ہمارے داخلی عوامل کے ساتھ کام

کر رہی ہے۔ میں نے خود کبھی کبھی اس کو محسوس کیا ہے۔ بہر حال کسی غیر مادی صاحب تشخص ہستی کا ہمارے قوائے نفسانی سے براہ راست ربط قائم کرنا اور ان کو متاثر کرنا کوئی بعید اَز اِمکان بات نہیں ہے اور نہ اس کا تصور کرنا کچھ مشکل ہے۔ الا یہ کہ ہم پہلے ہی سے یہ فرض کر بیٹھیں کہ اس کائنات میں ہماری موجودات کے سوا اور کسی قسم کی موجودات نہیں ہیں۔"(۱)

انسان اور شیطان کی باہمی آویزش کے حوالے سے ایک اور جگہ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''قرآن کا پیش کردہ تصور یہ ہے کہ خدا نے انسان کو ایک محدود نوعیت کی آزادی وخود مختاری دے کر اس دنیا میں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور شیطان کو خود اس کے مطالبے پر یہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ اس امتحان میں انسان کو ناکام کرنے کے لئے جو کوشش کرنا چاہے کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ صرف ترغیب و تحریص کی حد تک ہو۔ زبردستی اپنے راستے پر کھینچ لے جانے کے اختیارات اسے نہیں دیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود بھی انسان کو جبراً راہِ راست پر چلانے سے احتراز فرمایا ہے اور صرف اس بات پر اکتفا فرمائی ہے کہ انسان کے سامنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعہ سے راہِ راست کو پوری طرح واضح کر دیا جائے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے آدمی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو خدا کی پیش کردہ راہ کو اپنے لیے چن لے اور اس پر چلنے کا فیصلہ کرے اور چاہے تو شیطان کی ترغیبات قبول کر لے اور اس راہ میں اپنی کوششیں اور محنتیں صرف کرنے پر آمادہ ہو جائے جو شیطان اس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ان دونوں راہوں میں سے جس کو بھی انسان خود اپنے لئے انتخاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی پر چلنے کے مواقع اسے دے دیتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر امتحان کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ اس پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد بتایئے کہ شیطان کا چیلنج دراصل کس کے لئے ہے؟ خدا کے لیے یا انسان کے لئے؟ اور انسانوں میں سے جو لوگ شیطان کی راہ پر جاتے ہیں ان کے معاملہ میں شیطان کی جیت خدا پر ہوتی ہے یا انسان پر؟ خدا نے تو آدمی اور شیطان کو آزادانہ کشتی لڑنے کا موقع دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ آدمی جیتے گا تو جنت میں جائے گا اور شیطان جیتے گا تو ہارنے والا آدمی اور اس کو غلط راہ پر لے جانے والا شیطان دونوں جہنم میں جائیں گے۔''(۲)

---

(۱) [ماھنامہ 'ترجمان القرآن' جلد ۵۳، عدد ۲۔ نومبر ۱۹۵۹ء]

(۲) ['رسائل ومسائل' (ج۴/ص ۱۰۰۔۱۰۱) بحوالہ: 'تفہیم الاحادیث' (ج۱/ص ۴۰۰،۴۰۱)]

شیطانی وسواس اور انبیائے کرام:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾[سورة الحج :٥٢]

''ہم نے آپؐ سے پہلے جس رسول اور نبیؑ کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا، شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا پس شیطان کی ملاوٹ اللہ تعالیٰ دور کرتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور حکمت والا ہے۔''

اس آیت کے ظاہری مفہوم سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شیطان لعین، انبیائے کرام جیسے قدسی نفوس کے دلوں میں بھی وسواس پیدا کر سکتا ہے۔ پھر اس سلسلہ میں ایک روایت بھی بعض کتب اَحادیث میں مروی ہے جس سے بہت سے لوگ شبہات کا شکار ہوئے ہیں۔ انبیاء کے حوالے سے شیطانی وسواس کی حقیقت کیا ہے، اس سلسلہ میں آئندہ سطور میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی تفسیر تیسیر القرآن کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر پیش کی جارہی ہے۔ مولاناؒ رقم طراز ہیں کہ:

'' تمنّٰی کے معنی تمنا یا آرزو کرنا بھی لغوی لحاظ سے درست ہیں اور تلاوت کرنا بھی۔ ترجمہ میں پہلے معنی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی یا رسول جب کوئی آرزو کرتا ہے (اور نبی یا رسول کی بڑی سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کر لیں اور اس دعوت کو فروغ اور قبولِ عام حاصل ہو) تو شیطان اس کی خواہش کی تکمیل میں کئی طرح سے رکاوٹیں کھڑی کر دیتا ہے۔ اور ایسا وسوسہ بعض دفعہ تو شیطان نبی اور اس کے پیروکاروں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ جیسے کفار کے کسی حسی معجزہ کے مطالبہ پر خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دل میں یہ خیال آنے لگا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی ایسا معجزہ دکھا دے تو اس سے کئی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں یا مثلاً رؤسائے قریش نے آپ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ ان ناتواں اور حقیر لوگوں (یعنی کمزور مسلمانوں) کو اپنی مجلس سے کسی وقت اٹھا دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی دعوت غور سے سننے کو تیار ہیں اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی عدم مخالفت اور اسلام کے غلبہ کی خاطر کافروں کے اس مطالبہ پر غور کرنے کے لئے تیار

بھی ہو گئے تھے تو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروقت تنبیہ ہو جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ ایسی آیات نازل فرما دیتا جو خود اسے منظور ہوتا تھا اور اس کا دوسرا پہلو بھی ہے کہ شیطان نبی یا رسول کی خواہش کی تکمیل کی راہ میں دوسرے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے، اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے اور اس کے خلاف سازشیں کرنے لگتے ہیں اور یہ لوگ دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں؛ ایک منافقین اور دوسرے وہ لوگ جن کے دل قبولِ حق کے سلسلہ میں پتھر کی طرح سخت ہو چکے ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بالآخر ایسے لوگوں کی تمام تر سازشوں اور کوششوں کو ناکام بنا دیتا ہے اور جس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ کسی نبی یا رسول کو مبعوث فرماتا ہے، اسے پختہ سے پختہ تر بنا دیتا ہے۔

کسی نبی یا رسول کی آرزو میں شیطانی وسوسہ؟

اور اگر تَـمـنّٰی کا معنی تلاوت کرنا سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی یا رسول کوئی آیت تلاوت کرتا ہے تو اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے سلسلہ میں شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی کہ ﴿حُـرِّمَـتْ عَـلَيْـكُـمُ الْـمَيْتَةُ﴾ تو بعض لوگوں نے اعتراض جڑ دیا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ کا مارا ہوا جانور حرام ہوا اور انسان کا مارا ہوا (ذبح کیا ہوا) حلال؟ یہ خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (یعنی تم بھی اور اللہ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنیں گے) اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو کافروں نے فوراً یہ اعتراض جڑ دیا کہ پرستش تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کی بھی کی جاتی رہی ہے تو کیا یہ ہستیاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی؟ یہ بھی خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ دوسری صریح اور محکم آیات نازل فرما کر شکوک وشبہات اور شیطانی وساوس کو دور فرما کر اپنے حکم کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔

لات ومنات کی سفارش کا من گھڑت قصہ:

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق بعض تفاسیر میں

ایک واقعہ مندرج ہے جو یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ سورہ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ تلاوت مشرکین مکہ بھی پاس بیٹھے سن رہے تھے۔ جب آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں ﴿اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی﴾ تو شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر درج ذیل الفاظ یوں پڑھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ بھی آپ ہی کی زبان سے ادا ہوئے ہیں: تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْجٰی (یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں یعنی لات، عزیٰ اور منات۔ اور اللہ کے ہاں ان کی شفاعت کی یقیناً توقع کی جا سکتی ہے) چنانچہ جب مشرکین مکہ نے یہ الفاظ سنے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو گئے کہ ان کے بتوں کا بھلائی سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ بڑے غور سے آپ کی تلاوت سننے لگے اور سورہ النجم کے اختتام پر آپ نے اور دیگر مسلمانوں نے سجدہ کیا تو ساتھ ہی مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔

پھر یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ پھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں اور کفار مکہ میں صلح و سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ یہ خبر اڑتی اڑتی جب مہاجرینِ حبشہ کو ملی تو ان میں سے بعض مہاجر مکہ واپس آ گئے لیکن یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔

یہ واقعہ کئی لحاظ سے غلط ہے مثلاً:

۱۔ ان تمام روایات کی اسناد مرسل اور منقطع ہیں۔ لہٰذا یہ روایات ساقط الاعتبار ہیں۔ اسی وجہ سے صحاح ستہ میں اس قسم کی کوئی روایت مذکور نہیں۔

۲۔ ان آیات میں "اس شیطانی وسوسہ" سے پہلے ہی بتوں اور دیویوں کی مذمت مذکور ہے اور بعد میں بھی۔ لہٰذا درمیان میں بتوں کا یہ ذکر کسی لحاظ سے بھی فٹ نہیں بیٹھتا۔

۳۔ تاریخی لحاظ سے یہ روایات اس لئے غلط ہیں کہ ہجرت کا واقعہ ۵ نبوی میں پیش آیا تھا اور جو مہاجر اس غلط افواہ کی بنا پر واپس مکہ آئے تھے وہ صرف تین ماہ بعد آئے تھے۔ جبکہ یہ سورت مدنی ہے اور ہجرت حبشہ سے واپسی اور اس سورہ کے نزول کے درمیان کم از کم آٹھ نو سال کا عرصہ ہے۔

شیطانی وساوس کا مختلف لوگوں پر مختلف اثر:

ان روایات میں دراصل کافروں کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جو یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ جو بعد

میں محکم اور واضح آیات نازل کر کے شکوک وشبہات کو دور کرتے ہیں وہ پہلے ہی ایسے واضح احکام کیوں نہیں بھیج دیتے جن سے شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہوں''۔ یہ اعتراض بھی دراصل کج رو اور کج فطرت کافروں کی عیاری کا غماز ہے اور اس کا جواب سورہ آل عمران کے ابتدا میں آیات متشابہات اور آیات محکمات (آیت نمبر ۷) میں بیان ہو چکا ہے اور یہاں بھی انہیں دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

مختصراً یہ کہ:

۱۔ شکوک میں مبتلا صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو منافق ہوں یا ہٹ دھرم قسم کے کافر۔

۲۔ ایسی آیات سے بھی ایمانداروں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے۔

۳۔ ایسی آیات دراصل سب لوگوں کے لئے ایک آزمائش اور جانچ ہوتی ہیں جن سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کس مقام پر کھڑا ہے؟ آیا وہ منافقوں سے تعلق رکھتا ہے یا اللہ پر ایمان لانے والوں سے۔؟''(۱)



(۱) [تفسیر "تیسیر القرآن" از مولانا عبدالرحمن کیلانی (ج ۳ ص ۱۷۱ تا ۱۷۳)]

باب ۳:

شیاطین اور جنات کی دنیا، ایک نظر میں

شیطان اکبر کی واردات اور حملوں سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اس سے متعلقہ معلومات اچھی طرح حاصل ہوں۔ شیطان چونکہ جنات کی جنس سے ہے اور اپنی تمام عادات وصفات وغیرہ میں یہ انہی کے مشابہہ ہے اس لیے آئندہ سطور میں ہم جنات کے بارے میں عمومی تعارف اور بنیادی معلومات مہیا کر رہے ہیں۔

جنات وشیاطین اوران کا دین وایمان:

بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی انسانوں ہی کی طرح اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اس عبادت کے لیے انہیں اختیار بھی دیا ہے لیکن جس طرح انسان اس اختیار کو صحیح استعمال کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں یا پھر کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح بعض جن بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمان بن کر مسلمان ہو جاتے ہیں، جبکہ بہت سے جن اسلام میں داخل نہیں بھی ہوتے۔ اس سلسلہ میں خود قرآن مجید میں جنوں کا یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ

﴿وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾[سورة الجن : ۱۴، ۱۵]

”ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں پس جو مسلمان ہو گئے انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔“

جنات کی خوراک:

صحیح اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات اپنی خوراک دو طرح سے حاصل کرتے ہیں:

۱)......ایک تو وہ خوراک جو انسان کھاتے ہیں اور یہ جنات بھی چوری چھپے ان کے ساتھ شامل ہو کر اسے کھا لیتے ہیں جیسا کہ درج ذیل اَحادیث سے یہ ثابت ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب کھانا کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پانی پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو اس وقت تک کھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھاتے جب تک کہ آپ شروع نہ فرما لیتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے کے لیے حاضر تھے کہ ایک لڑکی اس طرح بھاگ کر آئی کہ گویا اسے کوئی دھکیل کر لایا ہے، وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لیے بڑھانا چاہتی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسی طرح ایک دیہاتی آیا گویا کوئی اسے بھی دھکیل کر لایا ہو۔ آپ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور اس لیے شیطان اس لڑکی کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ساتھ وہ کھانا حلال کر سکے۔ مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا پھر شیطان اس کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ذریعے کھانا اپنے لیے حلال کر سکے مگر میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے......! (۲)

۲)......اس کے علاوہ بھی جنات کی باقاعدہ خوراک کا تذکرہ احادیث میں ملتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا:

((لکم کل عظم فی ایدیکم اوفرما یکون لحما و کل بعرة علف لدوابکم ......فقال رسول الله ا فلاتستنجوابهمافانهما طعام اخوانکم))

''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے، وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور مینگنیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہیں...... پھر اللہ کے رسول ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا کہ ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ ہمارے ان بھائیوں (یعنی مسلمان جنوں) کی خوراک ہے۔'' (۳)

(۱) [مسلم: کتاب الاشربة: باب آداب الطعام ...... (ح ۲۰۲۰)]
(۲) [مسلم: ایضاً (ح ۲۰۱۷)]
(۳) [مسلم: کتاب الصلاة: باب الجهر بالقراة فی الصبح (ح ۴۵۰)]

جنات کی رہائش:

جنات عموماً ویران مقامات، کھنڈرات، جنگلوں اور صحراؤں میں رہائش رکھتے ہیں جبکہ ان میں سے مسلمان اور متقی جنات خاص طور پر بیت اللہ کا قرب وجوار، مکہ ومدینہ جیسے معزز وافضل شہروں اور مسجدوں وغیرہ جیسی پاک جگہ کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں اور ان کے برعکس شریر اور غیر مسلم جن، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلاء، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور کفر وشرک کے اڈے وغیرہ جیسی معنوی یا حسّی طور پر نجاست سے لبریز جگہوں کو اپنی رہائش کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونے لگو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

''یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''[1]

ایک روایت میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ

''ان گندی جگہوں پر شیطان رہتے ہیں لہذا جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو یہ دعا (درج بالا) پڑھ لیا کرے۔''[2]

جنات جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

اس بارے امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جن جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور جمہور اہل علم کے بقول مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔''[3]

کیا جن اپنی شکل تبدیل کرسکتا ہے؟

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جن اپنی شکل تبدیل کر سکتے ہیں چند دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱): ﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب مایقول عند الخلاء]

(۲) [حاکم (ج۱ص۱۸۷) امام حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے]

(۳) [مجموع الفتاوی (ج۱۹ص۳۸)]

وَاِنِّی جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّنْکُمْ اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ [سورة الانفال :٤٧]

''ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اِتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کر راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھارہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب ولا ہے۔''

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مشرکینِ مکہ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو شیطان سراقہ بن مالک نامی ایک مشرک سردار کا روپ دھار کر آیا تھا اور انہیں اپنے اور اپنے قبیلے بنو بکر بن کنانہ کے تعاون کا بھرپور وعدہ دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے یہ وعدہ اس لیے دلایا کیونکہ یہ قبیلہ قریش مکہ کا حریف تھا۔[1]

(۲) : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا ہے لہٰذا اگر تم کوئی سانپ دیکھو تو اسے تین مرتبہ اذن (حکم) دو کہ وہ چلا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ جائے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''[2]

(۳) : حضرت ابوسائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا تو وہ نماز میں مشغول تھے چنانچہ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا دریں اثناء ان کے گھر کے ایک طرف ان کے بستر کے نیچے سے مجھے سانپ کی حرکت محسوس ہوئی اور میں نے دیکھا تو واقعی سانپ تھا چنانچہ میں اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو ابوسعیدؓ نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھے رہو۔ میں بیٹھ گیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک نوبیاہتا جوڑا رہتا تھا۔ جب ہم جنگ خندق میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو اس شخص نے دوپہر کے وقت آپ

(۱) [دیکھیے : تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی ، تفسیر فتح القدیر/بذیل آیت مذکورہ]
(۲) [صحیح مسلم: کتاب السلام: باب اجتناب لمجذوم ونحوہ (ح۲۲۳۶۔۱۴۱)]

سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔آپؐ نے اسے فرمایا کہ مجھے بنو قریظہ کے یہودیوں سے خطرہ ہے،لہٰذا تم اپنا ہتھیار بھی ساتھ لے جاؤ۔

جب وہ صحابیؓ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس کی بیوی گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی۔اس صحابیؓ کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اس پر حملہ کرنے کے لیے اپنا نیزہ تان لیا۔اس کی بیوی نے کہا کہ اپنا نیزہ دور رکھو اور پہلے گھر میں داخل ہو کر جائزہ لو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔وہ گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ بستر پر ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے،اس نے فوراً سانپ کو اپنا نیزہ چبھویا اور اسے نیزہ میں پرو کر نیزہ صحن میں گاڑ دیا وہ سانپ نیزے پر تڑپنے لگا اور پھر یہ معلوم نہیں کہ سانپ پہلے مرا یا اسے قتل کرنے والا صحابی؟ پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمائش کی کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کردیں۔آپؐ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا ہے لہٰذا جب تم کوئی جن (سانپ وغیرہ کی شکل میں) دیکھو تو اسے تین دن تک (اور بعض روایات میں ہے: تین مرتبہ) نکل جانے کی وارننگ دو۔پھر اس کے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے۔"[1]

معلوم ہوا کہ وہ سانپ اصل میں جن تھا جس نے اپنا روپ بدلا ہوا تھا۔

(٤) : اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ایک معروف واقعہ ہے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت پر مامور تھے کہ شیطان ایک آدمی کی شکل میں آکر چوری کرنے لگا۔حضرت ابو ہریرۃؓ نے اسے پکڑ لیا اور اس کی منت سماجت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔تین دن مسلسل ایسا ہوتا رہا کہ وہ شیطان انسانی روپ میں آتا مگر ابو ہریرۃؓ اسے ہر مرتبہ پکڑ لیتے۔پھر تیسرے دن اس نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں کہ اگر تم سوتے وقت اسے پڑھ لو تو صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے لیے مقرر کردیا جائے گا پھر اس نے کہا تم آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو حضرت ابو ہریرۃؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا......خود تو جھوٹا تھا مگر تمہیں سچی بات بتا گیا ہے۔[2]

(١) [صحیح مسلم: کتاب السلام ...... (ح ٢٢٣٦-١٣٩)]
(٢) [صحیح بخاری: کتاب الفضائل القرآن: باب فضل سورۃ البقرۃ(ح ٥٠١٠)]

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ شیاطین رجنات اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں لیکن یہ شکلوں کی تبدیلی کیسے اور کیونکر ہوتی ہے اس کی کنہ وحقیقت اور حالت وکیفیت ہم نہیں جانتے۔

شیاطین حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتے!

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَتَمَثَّلُ بِي))[1]

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا''

شیطان اللہ کے رسول ﷺ کی صورت تو ہرگز اختیار نہیں کر سکتا مگر وہ یہ ضرور کر سکتا ہے کہ کسی اور خوب صورت شکل میں آ کر کہے کہ میں تمہارا نبی ہوں اور اس طرح لوگوں کو دھوکا دے۔ اس دھوکا سے بچاؤ کی اہل علم ایک تدبیر تو یہ بتاتے ہیں کہ ہم نے چونکہ نبی کریم ﷺ کو حالت حیات میں دیکھا نہیں اس لیے ہم آپ کو پہچان ہی نہیں سکتے لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ لامحالہ ایسی تصویر شیطان کی ہوگی۔ دوسری تدبیر یہ بتائی جاتی ہے کہ خواب میں جو صورت دکھائی گئی ہو، اگر وہ غیر شرعی حالت میں نہ ہو اور کوئی خلافِ شرع حکم بھی نہ دے تو پھر ممکن ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی تصویر ہو، شیطان نہ ہو۔ واللہ اعلم!

جنات کی شادیاں اور اولاد:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں مذکر ومؤنث کا تصور موجود ہے اور ان میں بھی آپس میں شادی بیاہ، عشق ومحبت اور زنا کاری وفحاشی وغیرہ جیسے تمام کام اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح یہ کام انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ جنات کی اولاد کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾[سورۃ الکهف ۵۰]

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی شادیاں ہوتی ہیں تبھی تو ان کی اولاد کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح

(۱) [صحیح بخاری :کتاب التعبیر: باب من رأی النبیؐ فی المنام (۶۹۹۴)صحیح مسلم (۲۲۶۶،۲۲۶۸)]

اَحادیث میں بیت الخلاء میں داخل ہونے کی جو یہ دعا مذکور ہے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) "یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"
اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں نر اور مادہ پائے جاتے ہیں۔

سرعتِ رفتار:

جنات وشیاطین کو جس سرعتِ رفتار سے نوازا گیا وہ انسانوں کو حاصل نہیں مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ﴾[سورة النمل:٣٨،٣٩]
"جب آپ (یعنی حضرت سلیمانؑ) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان (اہل یمن) کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس (ملکۂ یمن یعنی سبا) کا تخت مجھے لا دے؟ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔"

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اس وقت یروشلم میں تھے اور وہاں سے ملکۂ سبا کا تخت تقریباً ڈیڑھ دو ہزار کلومیٹر دور تھا۔ اور یہ عرش تھا بھی بہت وزنی۔ مگر قوی ہیکل جن نے کہا کہ میں آپ کی یہ مجلس برخواست ہونے سے پہلے پہلے یہ عرش آپ کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کوئی انسان نہیں کر سکتا مگر جنوں کو اتنی سرعتِ رفتار اور قوت وطاقت سے نوازا گیا ہے......!

فضاؤں میں اُڑان:

جنات کو فضاؤں میں اڑنے اور سرعتِ رفتار سے ایک جگہ سے دوسرے جگہ جانے کی قوت بھی دی گئی ہے حتیٰ کہ جنات زمین سے آسمانوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کے ساتھ دنیوی اُمور کے حوالے سے جو مجلس ہوتی ہے، اسے سننے اور راز چوری کرنے کی یہ کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل جادو جنات سے متعلقہ ہماری دوسری کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور!

درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کو بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور سے نوازا گیا ہے:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَايَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾

''اور اس (حضرت سلیمانؑ) کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمانؑ چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔'' [سورۃ السبا:۱۲،۱۳]

شیاطین زبردستی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے......!

اللہ تعالیٰ کے نیک، صالح بندوں پر شیاطین غلبہ نہیں پا سکتے اور نہ ہی زبردستی کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾[سورة الحجر:٤٢]

''بلاشبہ میرے (صالح) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔''

اسی طرح جہنم میں جانے کے بعد شیطان خود جہنمی لوگوں سے کہے گا:

﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ...... ﴾[سورة ابراهيم:٢٢]

''میرا تم پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی، لہٰذا (آج) تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔''

بعض نیک لوگوں سے شیطان ڈرتے ہیں!

صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَالَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ))

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب بھی شیطان کسی راستے سے تمہیں آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی طرف بھاگ جاتا ہے۔''(۱)

اسی طرح ایک روایت میں صراحت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ

((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ)) ''اے عمرؓ! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔''(۲)

شیاطین قرآن جیسا معجزہ لانے سے قاصر ہیں!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انس وجن کو یہ چیلنج دیا کہ

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾[سورۃ الاسراء:۸۸]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا، ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

شیاطین بند دروازے کو کھول نہیں سکتے!

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں۔ البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو۔ اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔'' (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو)(۳)

شیطان، انسانوں کی آبادی پر حملہ آور نہیں ہوسکتے......!

جنات و شیاطین کے حملے اگرچہ غیر مرئی شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی کبھار کسی پر جسمانی حملے بھی یہ کرتے ہیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ شیطان کے کسی لشکر نے انسانوں کی بستی پر حملہ کر کے انہیں ملیامیٹ کیا ہو۔



(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس وجنوده (ح۳۲۹٤)]

(۲) [صحیح سنن ترمذی (ح۲۹۱۳)]

(۳) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس (ح۳۳۰٤) صحیح مسلم (ح۲۰۱۲)]

باب ۴:

شیطان کے مکروفریب اور مکروہ عزائم......!

شیطان انسان کا اَزلی دشمن......!

شیطان کو انسان کا ازلی دشمن بنایا گیا ہے اور اس کی ہمہ وقت یہ کوشش ہے کہ وہ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کرے اور جس طرح خود اسے جہنم میں جانا ہے اسی طرح زیادہ سے زیادہ انسانوں کو بھی اپنے ساتھ جہنم میں لے کر جائے۔ شیطان کے ان مکروہ عزائم سے، انسان کو متنبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴾[سورة فاطر:٥،٦]

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً سچا ہے، تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔ یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن جانو۔ وہ تو اپنے گروہ (پیروکاروں) کو صرف اس لیے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ تم شیطان کو دشمن سمجھو کیونکہ اسے میں نے تمہارا دشمن بنا کر پیدا کیا ہے۔ اس لیے اس سے دوستی، محبت اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی راہ اختیار کرنے کی بجائے اس کے بارے میں وہی رویہ اپناؤ جو تم اپنے دشمنوں کے لیے اپناتے ہو اور انسان اپنے دشمن کے بارے میں ظاہر ہے کہ یہی رویہ اختیار کرتا ہے کہ ایک تو اس سے بغض اور نفرت رکھتا ہے۔ دوم یہ کہ اس سے بچاؤ اور اپنے تحفظ کے لیے تدابیر اختیار کرتا ہے۔ سوم یہ کہ انسان وہ کام کرتا ہے جس سے اس کے دشمن کو نقصان، دکھ، افسوس اور تکلیف ہو اور چہارم یہ کہ اپنے دشمن سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

اب اگر انسان شیطان کو انہی معنوں میں اپنا دشمن سمجھے تو وہ یقیناً اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی سے بچ کر اس کی رضا کا مستحق بن جائے گا ورنہ پھر شیطان کا مطیع فرمان بن کر اپنے رب کی ناراضگی اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔ انسان چونکہ ان کاموں کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے جو شیطان کی خواہش ومنشا کے عین مطابق ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کی سرزنش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴾ [الکھف:٥٠]

''جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں (اسے دوست بنانے والے ظالم لوگ ہیں اور) ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔''

اس آخری جملے کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: ''ظالموں نے کیا برا بدل اختیار کیا ہے؟'' اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور دوستی کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت وفرماں برداری اور دوستی اختیار کر لی ہے، انہوں نے خود اپنے لیے ہی بہت برا کیا ہے۔

شیطان انسان کا دشمن ہے (چند قرآنی آیات):

(١) : ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾ [سورۃ یوسف:٥]

''بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

(٢) : ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴾ [سورۃ الاسراء:٣]

''یقیناً شیطان انسان کے لیے کھلا ہوا دشمن ہے۔''

(٣) : ﴿ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴾ [سورۃ الفرقان:٢٩]

''اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔''

(٤) : ﴿ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾ [سورۃ الزخرف:٦٢]

''تمہیں (سیدھی راہ سے) شیطان روک نہ دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

(٥) : ﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴾

''اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد وپیمان نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے!'' [سورۃ یٰس:٦٠ تا ٦٢]

(٦) : ﴿ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا إِنَّهُ يَرٰاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾[سورة الاعراف:٢٧]

''اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کردے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو (فتنہ میں مبتلا کر کے) جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے (جنتی) لباس اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے۔ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

شیطان کے مکروفریب اور مکروہ عزائم:

شیطان نے قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس بات پر مہلت مانگ رکھی ہے کہ میں تیرے بندوں کو تیرے راہِ راست سے بھٹکاؤں گا۔ یہ اس نے محض دعویٰ ہی نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم کھا کر چیلنج بھی کیا جیسا کہ مندرجہ ذیل سرخی کے تحت آنے والی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔

شیطان نے گمراہی کی لائن کیوں اور کب اختیار کی؟

یہ تو اگرچہ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ رکھا ہے کہ شیطان کے ذریعے انسانوں کے ایمان کا امتحان لیا جائے گا اور خود شیطان کو گمراہی کا علمبردار بنا دیا جائے گا مگر اس کا عملی اظہار حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد ہوا۔ یہ کیوں اور کس طرح ہوا اس کی تفصیل قرآن مجید میں اس انداز میں بیان ہوئی ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَنْ يَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِينَ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾[سورة الحجر:٢٨تا٤٣]

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں گلے سڑے گارے کی کھنکناتی

مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے لگا ہوں تو جب میں اسے درست کر چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا چنانچہ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے جس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس!'' تجھے کیا ہو گیا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟ بولا: مجھے گوارا نہ ہوا کہ ایسے انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے گارے کی کھنکناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور بلاشبہ یوم جزا تک تجھ پر لعنت ہے۔ وہ کہنے لگا: میرے رب! پھر مجھے اس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دے دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے مہلت دی جاتی ہے، اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے۔ وہ بولا: یارب! چونکہ تو نے مجھے (آدم کے ذریعہ) بہکا دیا ہے تو اب میں بھی دنیا میں لوگوں کو (ان کے گناہ) خوشنما کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو بہکا کر چھوڑوں گا، الا یہ کہ تیرے چند مخلص بندے (بچ جائیں تو اور بات ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے، میرے بندوں پر تو تیرا کچھ زور نہ چل سکے گا، تیرا بس صرف ان گمراہوں پر چلے گا جو تیری اتباع کریں گے اور جہنم ہی وہ جگہ ہے جس کا ایسے سب لوگوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔''

شیطان لعین کے اسی چیلنج یا مکروہ ارادے اور ان سے خبردار رہنے کو قرآن مجید کے ایک اور مقام پر اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا﴾ [سورة النساء: ۱۱۷ تا ۱۲۱]

''اس (شیطان) پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے (اللہ تعالیٰ) سے کہا تھا کہ'' میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا، انہیں آرزو دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں، اور انہیں یہ حکم بھی دوں گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست (اور

سرپرست) بنالیا اس نے صریح نقصان اٹھایا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور جو وعدے بھی شیطان انہیں دیتا ہے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جس سے نجات کی وہ کوئی صورت نہ پائیں گے۔"

شیطان کی پیروی نہ کرو!

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شیطان کی فرمانبرداری نہ کرو مثلاً:

(۱): ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾[البقرة ۲۰۸]

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو"

(۲) : ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾[سورة النور: ۲۱]

"اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔"

(۳) : ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾[سورة الانعام: ۱٤۲]

"(اے ایمان والو!) جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔"

واضح رہے کہ شیطان کی پیروی اور نقش قدم پر چلنے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی جائے۔ گویا ہر وہ کام جو اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہو اسے بجالانا شیطان کی پیروی کرنا ہے کیونکہ شیطان کا مشن ہی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا نافرمان بن جائے۔

شیطان کی پیروی کرنے والا نقصان اٹھائے گا:

جو لوگ اللہ کی بجائے شیطان کی پیروی کریں، ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں جہنم میں شیطان کے ساتھ ہوں گے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱): ﴿وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾[سورة النسآء ۱۱۹]

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے، وہ واضح خسارے سے دوچار ہو گیا۔"

(۲) : ﴿وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾[سورة النسآء: ۳۸]

"جس کا ہم نشین اور ساتھی شیطان ہو، تو وہ بدترین ساتھی ہے۔"

(۳) : ﴿فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾[سورة الاعراف: ۳۰]

''ایک گروہ کوتو اس نے سیدھا راستہ دکھا دیا مگر دوسرے گروہ پر گمراہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے کیونکہ انہوں نے خدا کی بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔''

(٤) : ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴾[المجادلة ١٩، ٢٠]

''ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہے، کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولوں کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں، وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں۔''

شیطان اپنی پیروی سے اظہار برأت کردے گا!

شیطان کا مقصد انسانوں کو گمراہ کرنا ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے شیطان مختلف داؤ وفریب تو استعمال میں لاسکتا ہے، مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ شیطان کسی شخص کو زبردستی گمراہ کردے یہی وجہ ہے کہ جہنم میں جانے کے بعد شیطان اہل جہنم کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کردے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾[سورة ابراهيم :٢٢]

''اور جب تمام امور کا فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ: اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سچا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس کی تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کچھ زور نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی لہذا (آج) مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریادرسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کرسکتے ہو۔ اس سے پہلے جو تم مجھے اللہ کا شریک بناتے رہے ہو، میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ بلاشبہ ظالموں کے لیے المناک عذاب ہے۔''



باب۵:

شیطان کی چند تاریخی وارداتیں......!!

[1]....قصہ حضرت آدمؑ اور ابلیس کا!

گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور وہ ہر ممکنہ طریقے سے انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔اب آئندہ صفحات میں ہم شیطان کے چند تاریخی حملوں کا تذکرہ کریں گے۔ ان میں سب سے پہلے ہم حضرت آدمؑ اور حواؑ کے بارے میں بتائیں گے کہ شیطان نے انہیں کس طرح بھٹکایا اور اللہ کی نافرمانی کروا کر جنت سے نکلوا دیا۔یہ تفصیل قرآن مجید کے مختلف مقامات پر موجود ہے ان میں سورۂ اعراف کا مقام اپنے موضوع و مدعا کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے،اس لیے اس مقام کا انتخاب کیا گیا ہے اور حاشیہ میں قابلِ توضیح مقامات کی تفسیر مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی تفسیر تیسیر القرآن سے ماخوذ ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ٥ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ٥ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ٥﴾

[سورۃ الاعراف: ۱۱ تا ۲۵]

''ہم نے تمہیں پیدا کیا اور پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: ''جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا؟'' کہنے لگا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ [1] سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اتر یہاں سے۔ تیرا حق نہ [2] تھا کہ تو یہاں تکبر کرتا۔ لہٰذا نکل جا، تو ان لوگوں سے ہو گیا جنہیں نکو (ذلیل) بن کر رہنا پڑتا ہے۔ ابلیس کہنے لگا: ''اچھا پھر مجھے روزِ محشر تک مہلت دے دے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے یہ مہلت [3] دے

(۱) [**آگ اور مٹی کے خواص کا تقابل**: ابلیس کا گمان یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ لطیف ہوتی ہے اور مٹی کثیف۔ آگ نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی اوپر سے نیچے کو گرتی ہے، آگ اپنی شکل اور رنگ بدل سکتی ہے مگر مٹی میں بغیر محنت شاقہ کے یہ صفت نہیں پائی جاتی۔ اس ظاہری برتری کے بعد اگر نتیجہ دیکھیں تو آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے جبکہ مٹی سے نباتات یا ہر قسم کے پھل، غلے اور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ آگ کی طبیعت میں سرکشی ہے، مٹی کی طبیعت میں انکسار اور تواضع ہے۔ اسی آگ کی فطرت کی بنا پر ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور راندۂ درگاہِ الٰہی بن گیا اور آدمؑ سے اللہ کی نافرمانی ہوگئی تو اس نے گناہ کی معافی مانگ لی اور وہ اللہ کے مقرب بن گئے۔ بعض علماء نے آگ اور مٹی کا تقابل کر کے انہی وجوہ کی بنا پر مٹی کو آگ سے افضل قرار دیا ہے۔]

(۲) [**حقیقتاً ابلیس کے تین قصور تھے**: ایک اللہ کے حکم کو نہ مانا، دوسرے فرشتوں کی جس جماعت میں وہ رہتا تھا سجدہ کرتے وقت وہ اس جماعت سے الگ ہوا، تیسرے اس نافرمانی پر نادم ہونے کی بجائے تکبر کیا، خود کو بڑا سمجھا اور سیدنا آدمؑ کو حقیر سمجھا۔ لہٰذا اس پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہوئی اور وہ ذلیل و خوار ہوا اور یہ لعنت و پھٹکار ہمیشہ اس کے لیے اس کا مقدر ہوگئی۔]

دی جاتی ہے۔ ابلیس نے کہا: تو نے مجھے گمراہی میں [٤] مبتلا کیا ہے تو اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر (گھات لگا کر) بیٹھوں گا پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے دائیں سے، بائیں سے غرض ہر طرف سے گھیروں گا (اور اپنی راہ پر ڈال دوں گا) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہاں سے نکل جا۔ تو میری درگاہ سے ٹھکرایا ہوا اور رسوا شدہ مخلوق ہے، (یاد رکھ!) انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا، تیرے سمیت [٥] ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا، اور اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں [٦] اس جنت میں رہو اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں انہی کے سامنے کھول دے اور کہنے لگا: ''تمہیں تمہارے

---

(٣) [**ابلیس کے عزائم**: شیطان چونکہ سیدنا آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندۂ درگاہ الٰہی ہوا تھا اس لیے وہ سیدنا آدمؑ کا دشمن بن گیا اس نے اپنے کسی قصور کا احساس نہ کیا اور ان گناہوں کی سزا کا اصل سبب سیدنا آدمؑ کو قرار دیا اور قیامت تک اللہ سے مہلت بھی مانگی اور آدم اور اس کی اولاد کو بہکانے اور ورغلانے کا اختیار بھی مانگا تو اللہ نے اسے یہ اختیار دے دیا۔ اس عرصے میں شیطان سیدنا آدمؑ اور ان کی اولاد کو بہکا کر گمراہ کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ آدمی فی الواقع خلافت ارضی کا اہل نہیں ہے اور میں نے جو اسے سجدہ نہیں کیا تو اس معاملہ میں میں ہی راہ راست پر تھا۔]

(٤) [**ابلیس کا اللہ پر الزام**: ابلیس نے مزید جرم یہ کیا کہ اپنی اس نافرمانی اور گمراہی کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا دیا اور کہا کہ تو نے مجھے ایسی مخلوق کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جو مجھ سے فروتر تھی، اس سے میرے نفس کی غیرت اور پندار کو ٹھیس پہنچی اور تو نے مجھے ایسی آزمائش میں ڈال دیا کہ میں تیری نافرمانی پر مجبور ہو گیا اور چونکہ میری گمراہی کا ذریعہ آدم بنا ہے لہٰذا اب جس طرح بھی مجھ سے بن پڑا اسے اور اس کی اولاد کو ہر حیلے بہانے سے گمراہ کر کے چھوڑوں گا اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں آدمؑ اور اس کی اولاد کی اکثریت کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا، تھوڑے ہی بندے ایسے رہ جائیں گے جو تیرے فرمانبردار اور شکر گزار ہوں گے۔]

(٥) [**یہ سب گفتگو شیطان** کے سیدنا آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے موقعہ پر ہوئی۔ ابلیس کی اس گستاخانہ گفتگو کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ جنت میں تیرے جیسے متکبر، سرکش اور نافرمان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ آدم کی اولاد میں سے جو تیرے بھرے میں آ جائیں گے وہ سب جہنم میں تیرے ساتھی ہوں گے۔]

پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ بن جاؤ''۔ پھر ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں فی الواقع تمہارا خیر خواہ[(۷)] ہوں، چنانچہ

---

(٦) [**ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے** جنت سے نکال دیا اور آدمؑ کے بعد اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے فرمایا کہ یہ جنت تمہارا مسکن ہے یہاں سے جو چاہو اور جتنا چاہو کھاؤ پیو، البتہ اس ایک درخت کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ یہ درخت کون سا تھا؟ اس کی صراحت نہیں کی گئی اور نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ اس حکم سے مقصود صرف آدم وحوا کی آزمائش تھی کہ وہ کہاں تک اللہ کا یہ حکم بجالاتے ہیں اور شیطان جو اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہتا ہے کہ میں آدم اور اس کی اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا کیا یہ اس کی چالوں میں آتے ہیں یا نہیں؟]

(۷) [**شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے طریقے:** ان دو آیات میں شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طریق کار کا آغاز شیطان کا انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور وسوسہ سے مراد ہر وہ خیال ہے جس پر عمل کرنا کسی امر الٰہی کی نافرمانی پر منتج ہوتا ہو یعنی انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا پہلا حملہ اس کے خیالات پر ہوتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں یوں دوڑتا ہے جیسے انسان کا خون دوڑتا ہے (بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس وجنوده) شیطان انسان کو کبھی کوئی برا راستہ دکھا کر گمراہ نہیں کرتا، نہ کر سکتا ہے بلکہ ہمیشہ اسے سبز باغ دکھا کر گمراہ کرتا ہے مثلاً اگر یہ کام کرو گے تو تمہاری حالت موجودہ حالت سے بدرجہا بہترین ہو سکتی ہے اور فلاں کام کرنے سے تمہارے کاروبار میں خاصی ترقی ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ سیدنا آدمؑ وحوا کو بھی اس نے ایسے سبز باغ دکھائے کہ اگر تم اس درخت کو کھالو گے تو پھر فرشتوں کی طرح یا فرشتے بن جاؤ گے تو پھر تمہارا اس جنت سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ ابلیس یا اس کے چیلے چانٹے سبز باغ ہی نہیں دکھاتے بلکہ طرح طرح کے دلائل اس کے دل میں ڈال کر اسے یہ یقین دہانی کرا دیتے ہیں کہ جو راہ اس نے دکھائی وہ فی الواقع اس کے لیے بہتری اور اس کی خیر خواہی کی راہ ہے، اس میں اس کا اپنا کچھ مفاد نہیں اور اس یقین دہانی کے لیے اگر اسے قسمیں بھی کھانا پڑیں تو کھائے جاتا ہے۔

شیطان کا سب سے پہلا ہدف انسان کے صنفی یا جنسی اعضاء ہوتے ہیں انسان کو گمراہ کرنے کی سب سے آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ فحاشی کے دروازے کھول دے اور جنسی معاملات میں اسے بے راہ رو بنا دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان میں فطری طور پر جو شرم وحیاء کا جذبہ رکھا ہے اس جذبہ کو کمزور تر بنا دے۔ ابلیس اور اس کے چیلوں چانٹوں کی یہ روش آج تک جوں کی توں قائم ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک تہذیب وتمدن کی ـــ

ان دونوں کو دھوکا دے کر آہستہ آہستہ اپنی بات پر مائل [(۸)] کر ہی لیا پھر جب انہوں نے اس درخت کو

ـــــ ترقی کا کوئی کام شروع ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ عورت کو بے حیا بنا کر بازار میں نہ لا کھڑا کریں اور اختلاطِ مرد و زن کی ساری راہیں کھول نہ دیں۔ عورت کے گھر میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کو ان لوگوں نے عورت کے لیے قید خانے کا نام دے رکھا ہے اور پردے کو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہیں اور یہ سب کچھ شیطان کی سکھائی ہوئی چالیں ہیں۔ اور یہ خیال کہ شیطان نے پہلے حوا کو گمراہ کیا اور پھر حوا کے کہنے پر سیدنا آدمؑ نے بھی اس درخت کا پھل کھا لیا، غالباً اسرائیلیات سے لیا گیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے دونوں سے وعدے وعید کیے اور دونوں اس کے چکمے میں آ گئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ نے اس درخت کے قریب جانے سے سیدنا آدمؑ و حوا کو منع کر دیا تھا تو پھر وہ کیسے شیطان کے دام میں پھنس گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مدتوں گزر چکی تھیں کہ آدم و حوا دونوں عیش و آرام سے جنت میں رہ رہے تھے اور انہیں اس درخت کے پاس آنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ کا یہ حکم انہیں بھول ہی گیا تھا۔ اس وقت شیطان کو اس نافرمانی پر اکسانے کا موقع مل گیا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے واضح ہے: ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ ''پھر آدمؑ اللہ کا حکم بھول گئے اور ہم نے اس میں نافرمانی کا کوئی ارادہ نہ پایا۔'']

(۸) [**یعنی یہ نہیں ہوا کہ** ادھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور سبز باغ دکھائے تو فوراً آدمؑ و حوا اس درخت کا پھل کھانے کو تیار ہو گئے بلکہ وہ مدتوں ان باتوں کی یقین دہانی کراتا رہا تا آنکہ وہ انہیں اس نافرمانی پر اُکسانے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔]

(۹) [**حیا اور مقامات ستر کو ڈھانپنا انسانی فطرت میں داخل ھے:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شرم و حیا کا جذبہ اور اپنے مقاماتِ ستر کو ڈھانپ کر رکھنا عورت اور مرد دونوں کی فطرت کے اندر داخل ہے۔ پھل کھانے کی وجہ سے جب سیدنا آدمؑ و حوا کا جنتی لباس چھن گیا تو سب سے پہلے فکر جو انہیں دامن گیر ہوئی، وہ یہ تھی کہ اپنے مقاماتِ ستر کو چھپائیں اور فوری طور پر کچھ نہ ملا تو جنت کے درختوں کے پتوں ہی سے ایک دوسرے پر یا اپنے بدن پر چسپاں کر کے اپنی شرمگاہوں کو چھپا دیا۔ اس آیت سے ان ''محققین'' کے بیان کی تردید ہو جاتی ہے جو انسانی تہذیب و تمدن کی داستان لکھنے بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انسان ابتداءً ننگا رہا کرتا تھا اور مدتوں بعد اس نے لباس تیار کیا اور بدن ڈھانپنا سیکھا اور یہ وہی محققین ہیں جو انسان کو حیوان ہی کی ترقی یافتہ شکل قرار دیتے ہیں اور چونکہ حیوان اپنے مقاماتِ ستر نہیں ڈھانپتے، اس لیے انہوں نے سمجھ لیا کہ ـــــ

چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہو گئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر[9] چپکانے لگے، اس وقت ان کے پروردگار نے انہیں پکارا کہ: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' وہ دونوں کہنے لگے: ''ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف[10] نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم سب (یہاں سے) نکل جاؤ۔ تم ایک[11] دوسرے

ـــــ انسان بھی ابتداءً ایسا ہی تھا۔ قرآن اس سب باتوں کی پرزور تردید کرتا ہے، وہ انسان کو ایک مستقل اور الگ مخلوق کی حیثیت دیتا ہے جو آدم سے شروع ہوئی اور آدم کا پتلا اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اسے سنوارا اور بہت اچھی شکل وصورت بنائی پھر اس میں اپنی روح میں سے پھونک کر اسے باقی مخلوق سے افضل و برتر بنا دیا تھا پھر سیدنا آدمؑ کو نبوت عطا فرمائی لہذا وہ خالص موحد تھے جبکہ ہمارے ان محققین کا انسان ابتداءً مظاہر پرست تھا۔ وجہ یہ ہے کہ ان محققین کا سارا انحصار ظن وتخمین پر ہے جب کہ وحی الٰہی ہمیں حقیقی علم عطا کرتی ہے]

(۱۰) [**ابلیس و آدمؑ کے خصائل کا فرق**: ان آیات سے شیطان اور آدم کی سرشت کا فرق معلوم ہو جاتا ہے جو یہ ہے کہ:

(۱) ابلیس نے اللہ کی نافرمانی عمداً کی جبکہ آدمؑ سے بھول کر ہوئی (۲) ابلیس سے باز پرس ہوئی تو اس نے اعتراف کرنے کی بجائے تکبر کیا اور اکڑ بیٹھا اور آدم سے ہوئی تو انہوں نے اعتراف کیا اور اللہ کے حضور توبہ کی۔ (۳) ابلیس نے اپنی نافرمانی کا الزام اللہ کے ذمے لگا دیا جبکہ آدم نے یہ اعتراف کیا کہ واقعی یہ قصور ہمارا ہی تھا۔ (۴) ابلیس انہی جرائم کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی سے ہمیشہ کے لیے ملعون اور راندہ ہوا قرار دیا گیا اور آدم اپنی غلطی کے اعتراف اور توبہ کی وجہ سے مقرب بارگاہِ الٰہی بن گئے اور انہیں نبوت عطا ہوئی]

(۱۱) [**ابلیس و آدم کی ایک دوسرے سے دشمنی کی وجہ**: ابلیس آدمؑ کا اس لیے دشمن بن گیا کہ اس کی آزمائش کا، جس میں وہ سخت ناکام رہا سبب، آدمؑ بنے تھے اور آدم اس لیے ابلیس کے دشمن بنے کہ اس نے مکروفریب سے سبز باغ دکھا کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر آدمؑ کو اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کر لیا چنانچہ ان دونوں کو جنت سے نکال کر زمین میں لا بسایا گیا کیونکہ جنت ایسی محاذ آرائی کی جگہ نہیں ہے، ایسی محاذ آرائی کے لیے زمین ہی موزوں تھی، مناسب یہی تھا کہ حق و باطل کے سب معرکے زمین ہی پر واقع ہوں، اس طرح اللہ کی وہ مشیت خود بخود پوری ہو گئی جس کے لیے اس نے انسان کو پیدا کیا تھا۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہی یہی تھی کہ آدم وحوا ـــــ

کے دشمن ہو اب تمہارے لئے زمین میں جائے قرار اور ایک مدت تک کے لیے سامان زیست ہے" نیز

۔۔۔۔۔اور ان کی اولاد زمین میں آباد ہو اور شیطان ان کا دشمن بن کر آدم اور اولادِ آدم کو گمراہ کرتا رہے اور ان کے درمیان محاذ آرائی کا عمل جاری رہے اور اس طرح دنیا کو بنی آدم کے لیے دارالامتحان بنایا جائے تو پھر آخر اس قصہ آدم و ابلیس میں ابلیس کا یا آدم کا قصور ہی کیا تھا، ہونا تو وہی تھا جو اللہ کی مشیت میں تھا۔ پھر آدم و ابلیس اللہ کی نافرمانی کے موردِ الزام کیوں ٹھہرائے گئے؟ (اس کا جواب درج ذیل ہے)

اللہ کی مشیئت اور تقدیر کا مسئلہ : اس طرح کے سوالات قرآن کریم میں اور بھی متعدد مقامات پر پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ اسی سورۃ میں ایک مقام پر فرمایا کہ: "ہم نے جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔" (۷:۱۷۹) یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو پیدا ہی جہنم کے لیے کیا گیا ہے تو پھر اس میں جنوں اور انسانوں کا کیا قصور؟ اسی طرح احادیث صحیحہ میں بھی یہ مضمون بکثرت وارد ہے مثلاً جب شکم مادر میں روح پھونکی جاتی ہے تو ساتھ ہی فرشتہ یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ یہ شخص جنتی ہوگا یا جہنمی۔ اور ایسے مقامات کتاب و سنت میں بے شمار ہیں جہاں انسان یہ سوچتا ہے کہ ہم تو قدرت کے ہاتھ میں محض کھلونے ہیں مشیت تو اللہ کی پوری ہوتی ہے پھر ہمیں کیوں سزا ملے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو کسی چیز کے نتیجہ کے متعلق پیشگی علم ہونا یا اس کا علم غیب کسی انسان کو اس بات پر مجبور یا اس کا پابند نہیں بنا تا کہ وہ وہی کچھ کرے جو اللہ کے علم یا اس کی مشیت یا تقدیر میں لکھا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ انسان اپنے پورے ارادہ و اختیار سے کرنے والا ہوتا ہے، اس کا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے۔ اس بات کو ہم یہاں ایک مثال سے سمجھائیں گے:

ایک بادشاہ اپنی مہمات میں اکثر درباری نجومی سے مشورہ لیا کرتا تھا نجومی اسے سیاروں کی چال کے زائچے تیار کر کے امور غیب سے مطلع کر دیتا۔ نجومی کی یہ خبریں کبھی درست ثابت ہوتیں اور کبھی کوئی خبر غلط بھی ثابت ہو جاتی۔ ایک دفعہ بادشاہ اس نجومی سے خفا ہو گیا اور وہ اس نجومی کو کسی بہانے سزا دینے کے متعلق سوچنے لگا۔ اسے یک دم ایک خیال آیا اور اس نے ایک ایسا کمرہ بنانے کا حکم دیا جس کے چاروں طرف دروازے ہوں جب ایسا کمرہ تیار ہو گیا تو اس نے نجومی کو بلا کر کہا: میں اس کمرے میں داخل ہونے والا ہوں تم حساب لگا کر بتاؤ کہ میں اس کمرے کے کون سی سمت والے دروازے سے باہر نکلوں گا۔ نجومی کو بھی بادشاہ کی خفگی کا علم تھا وہ سمجھتا تھا کہ یہ سوال دراصل زندگی اور موت کا سوال ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ سوال کا جواب تو میں تمہیں دے ہی دوں گا لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں اس سوال کا جواب لکھ کر آپ کے کسی معتمد علیہ ــــ

فرمایا: تم اسی (زمین) میں زندگی بسر کرو گے، اسی میں مرو گے [۱۲] اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔"



---وزیر کے پاس سربمہر کر کے امانت رکھ دیتا ہوں۔ آپ یہ جواب اس وقت دیکھیں جب آپ کمرہ سے باہر نکل آئیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ نجومی نے سوال کا جواب لکھ کر سربمہر کر کے وزیر کے حوالے کر دیا تو بادشاہ نے اپنے معمار کو بلا کر کہا کہ میں اس کمرہ میں داخل ہوتا ہوں۔ اس کے چاروں دروازے مقفل کر دینا اور مجھے چھت پھاڑ کر اور سیڑھی لگا کر اوپر سے نکال لانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ باہر آ کر بادشاہ نے نجومی کا جواب طلب کیا جو سب کے سامنے پڑھا گیا، اس میں لکھا تھا کہ بادشاہ کسی بھی دروازے سے نہیں بلکہ چھت پھاڑ کر باہر نکلے گا۔ بادشاہ یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا اور نجومی اس کے عتاب سے بچ گیا۔

اب دیکھئے کہ نجومی کی پہلے سے لکھی ہوئی تحریر نے بادشاہ کو ہرگز اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ وہ چھت پھاڑ کر باہر نکلے بلکہ وہ اس کام میں مکمل طور پر آزاد اور بااختیار تھا بالکل یہی صورت ان مسائل کی ہے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے انسان جو کچھ کرتا ہے مکمل طور پر اپنے ارادہ واختیار سے کرتا ہے اسی بنا پر اسے جزا و سزا ملے گی۔ رہی پیشگی لکھنے یا مشیت یا تقدیر کی بات تو یہ چیز اسے مجبور سمجھنے پر دلیل نہیں بن سکتی بلکہ یہ بات تو اللہ کے علم وسعت کی دلیل ہے۔]

(۱۲) [**شیطان سیرت اور حق پرست انسانوں کا تقابل:** یعنی اس زمین پر ابلیس کی اولاد میں اور آدم کی اولاد میں یہ محاذ آرائی قیامت تک جاری رہے گی جب کہ پہلی بار صور پھونکا جائے گا۔ اس محاذ آرائی یا حق وباطل کے معرکے میں شیطان کے پیروکاروں کی بالکل وہی صفات ہوں گی جن کی ابلیس نے نمائندگی کی تھی یعنی وہ حق سے انحراف کریں گے، اللہ کی نافرمانی کریں گے، تنبیہ ہونے پر اپنے گناہوں کے اعتراف کی بجائے مزید سرکشی اختیار کریں گے، پھر خود ہی سرکشی نہ کریں گے بلکہ اوروں کو مکروفریب اور جھوٹے وعدوں سے گمراہ کرنے کی کوشش بھی کریں گے اور ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہوا تو دوسروں کو مورد الزام ٹھہرائیں گے۔ اب ان کے مقابلہ میں حق پرستوں کے اوصاف بھی وہی ہوں گے جن کی نمائندگی سیدنا آدمؑ نے کی۔ یعنی اصل کے لحاظ سے وہ اللہ کے فرمانبردار ہوں گے، اگر غلطیاں ان سے ہوں گی تو کسی شیطانی انگیخت کی بنا پر نادانستہ ہوں گی، انہیں اپنی غلطی کا جلد ہی احساس ہو جائے گا تو وہ اس غلطی کو اپنا ہی قصور تسلیم کریں گے اور اللہ کے حضور توبہ کریں گے"۔ (تیسیر القرآن: از مفسر قرآن: مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ (ج ۲ ص ۳۴ تا ۴۰)]

حضرت آدمؑ وحواؑ کے بارے ایک غلط فہمی

حضرت آدمؑ وحواؑ کے بارے یہ بات معروف ہے کہ ان کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوتا، وہ یا تو ناقص الخلقت ہوتا یا پھر پیدا ہوتے ہی مرجاتا۔ چنانچہ شیطان نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ان کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اگر تم آئندہ پیدا ہونے والے بچے کا نام عبدالحارث رکھو گے تو وہ صحیح سالم اور زندہ پیدا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ حارث شیطان کا نام تھا اس لیے عبدالحارث (شیطان کا بندہ) نام رکھنے میں شرک کا ارتکاب تھا جو شیطان آدم وحواؑ سے کروانا چاہتا تھا چنانچہ انہوں نے مجبوراً اگلے بچے کا یہی نام رکھ دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش فرمائی۔ یہ غلط فہمی بعض ضعیف روایات اور قرآن مجید کی درج ذیل آیات کی بنا پر پیدا ہوئی:

﴿ هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَااللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَا اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اَیُشْرِکُوْنَ مَالَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ﴾[سورة الاعراف :۱۸۹،۱۹۱]

''وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان (یعنی آدمؑ) سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی بنائی تا کہ اس کے ہاں سکون حاصل کرے۔ پھر جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے صحبت کی تو اسے ہلکا سا حمل ہو گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں اپنے رب سے دعا کرنے لگے کہ: اگر اللہ ہمیں اچھا بچہ عطا کرے تو ہم یقیناً اس کے شکر گزار رہوں گے۔ پھر جب تندرست (بچہ) دے دیا تو اس بخشش میں دوسروں کو شریک بنانے لگے جبکہ اللہ بلند تر ہے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ کیا وہ شریک ٹھہراتے ہیں جن کا (کسی چیز کو) پیدا کرنا تو درکنار، وہ تو خود بھی پیدا کئے جاتے ہیں۔''

ان آیات کا مفہوم ومدعا کیا ہے؟ اور مذکورہ بالا غلط فہمی سے متعلقہ روایات کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ہم آئندہ سطور میں دو معاصر مفکرین کی تفاسیر سے متعلقہ اقتباس درج کر رہے ہیں۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ:

مولانا مودودیؒ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں مشرکین کی جاہلانہ گمراہیوں پر تنقید کی گئی ہے۔تقریر کا مدعا یہ ہے کہ نوع انسانی کو ابتداءً وجود بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس سے خود مشرکین کو بھی انکار نہیں۔ پھر ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس بات کو بھی مشرکین جانتے ہیں۔عورت کے رحم میں نطفے کو ٹھیرانا، پھر اس خفیف سے حمل کو پرورش کر کے ایک زندہ بچے کی صورت دینا، پھر اس بچے کے اندر طرح طرح کی قوتیں اور قابلیتیں ودیعت کرنا اور اس کو صحیح وسالم انسان بنا کر پیدا کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ عورت کے پیٹ میں بندر یا سانپ یا کوئی اور عجیب الخلقت حیوان پیدا کر دے، یا بچے کو پیٹ ہی میں اندھا بہرا لنگڑا لولا بنا دے، یا اس کی جسمانی وذہنی اور نفسانی قوتوں میں کوئی نقص رکھ دے تو کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ کی اس ساخت کو بدل ڈالے۔ اس حقیقت سے مشرکین بھی اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح موحدین۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زمانہ حمل میں ساری امیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں کہ وہی صحیح سالم بچہ پیدا کرے گا۔ لیکن پھر بھی جہالت ونادانی کے طغیان کا یہ حال ہے کہ جب امید برآتی ہے اور چاند سا بچہ نصیب ہو جاتا ہے تو شکریے کے لیے نذریں اور نیازیں کسی دیوی، کسی اَوتار، کسی ولی اور کسی حضرت کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں اور بچے کو ایسے نام دیے جاتے ہیں کہ گویا وہ خدا کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہے، مثلاً حسین بخش، پیر بخش، عبدالرسول، عبدالعزیٰ، اور عبدالشمس، وغیرہ۔

اس تقریر کے سمجھنے میں ایک بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے جسے ضعیف روایات نے اور زیادہ تقویت پہنچا دی۔ چونکہ آغاز میں نوع انسانی کی پیدائش ایک جان سے ہونے کا ذکر آیا ہے جس سے مراد حضرت آدمؑ ہیں اور پھر فوراً ہی ایک مرد وعورت کا ذکر شروع ہو گیا ہے جنہوں نے پہلے تو اللہ تعالیٰ سے صحیح وسالم بچے کی پیدائش کے لیے دعا کی اور جب بچہ پیدا ہو گیا تو اللہ کی بخشش میں دوسروں کو شریک ٹھہرا لیا، اس لیے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ شرک کرنے والے میاں بیوی ضرور حضرت آدم وحوّا ہی ہوں گے۔ اس غلط فہمی پر روایات کا ایک خول چڑھ گیا اور ایک پورا قصہ تصنیف کر دیا گیا کہ حضرت حوا کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے تھے، آخر کار ایک بچے کی پیدائش کے موقع پر شیطان نے ان کو بہکا کر اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اس کا نام عبدالحارث (بندہ شیطان) رکھ دیں۔ غضب یہ ہے کہ ان روایات میں سے بعض کی سند نبی ﷺ تک بھی پہنچا دی گئی ہے لیکن در حقیقت یہ تمام روایات غلط ہیں اور قرآن کی عبارت بھی ان کی تائید نہیں کرتی۔ قرآن جو کچھ کہہ رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ نوع انسانی کا پہلا جوڑا جس سے آفرینش کی

ابتدا ہوئی اس کا خالق بھی اللہ ہی تھا، کوئی دوسرا اس کارِ تخلیق میں شریک نہ تھا، اور پھر ہر مرد و عورت کے ملاپ سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس کا خالق بھی اللہ ہی ہے جس کا اقرار تم سب لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اسی اقرار کی بدولت تم امید و بیم کی حالت میں جب دعا مانگتے ہو تو اللہ ہی سے مانگتے ہو لیکن بعد میں جب امیدیں پوری ہو جاتی ہیں تو تمہیں شرک کی سوجھتی ہے۔ اس تقریر میں کسی خاص مرد اور خاص عورت کا ذکر نہیں ہے بلکہ مشرکین میں سے ہر مرد و عورت کا حال بیان کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مشرکین تھے اور ان کا قصور یہ تھا کہ وہ صحیح و سالم اولاد پیدا ہونے کے لیے تو خدا ہی سے دعا مانگتے تھے مگر جب بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو شکریے کا حصہ دار ٹھہرا لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ حالت بھی نہایت بری تھی لیکن اب جو شرک ہم توحید کے مدعیوں میں پا رہے ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ ظالم تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں، حمل کے زمانے میں منتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی نیاز انہی کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں، اس پر بھی زمانہ جاہلیت کے عرب مشرک تھے اور یہ موحد ہیں، ان کے لیے جہنم واجب تھی اور ان کے لیے نجات کی گارنٹی ہے، اُن کی گمراہیوں پر تنقید کی زبانیں تیز ہیں مگر اِن کی گمراہیوں پر کوئی تنقید کر بیٹھے تو مذہبی درباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے، اسی حالت کا ماتم حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں کیا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ جا جا کر نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے [1]

(۱) ["تفهيم القرآن" (ج:۲ ص:۱۰۷ تا ۱۰۸) حاشیہ نمبر (۱٤٦)]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ

مولاناؒ مذکورہ آیات کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ

''ترمذی میں ایک روایت آتی ہے کہ'' آدم وحوا کے ہاں جو بچے پیدا ہوتے وہ مرجاتے تھے کیونکہ وہ کمزور الخلقت ہوتے تھے۔ایک دفعہ جب سیدہ حوا کو حمل ہوا تو آدم وحوا دنوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر تندرست بچہ پیدا ہوا تو ہم اللہ کے شکر گزار ہوں گے۔اسی دوران شیطان نے حوا کو پٹی پڑھائی کہ اگر وہ اس ہونے والے بچے کا نام عبدالحارث رکھیں تو ان کا بچہ یقیناً تندرست ہوگا اور زندہ رہے گا۔ حارث دراصل ابلیس کا نام تھا اور جن دنوں وہ فرشتوں میں ملا ہوا تھا،اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔چنانچہ حوا نے شیطان سے اس بات کا وعدہ کرلیا اور سیدنا آدم کو بھی اس بات پر راضی کرلیا''۔اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے تین وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا قصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے نیز قرآن ہی کے الفاظ سے یہ قصہ کئی وجوہ سے باطل قرار پاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔﴿جعلا لہ شرکاء﴾ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا شریک صرف ایک شیطان ہی نہیں بنایا گیا بلکہ یہ شریک ایک جماعت یا کم از کم دو سے زیادہ ہیں۔

۲۔﴿عما یشرکون﴾ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک کرنے والے دو(آدم وحوا) نہ تھے بلکہ یہ بھی ایک جماعت ہے۔

۳۔اگر شیطان کو ہی شریک بنایا تھا تو اس کے لیے مَنْ آنا چاہیے تھا جو ذوی العقول کے لیے آتا ہے حالانکہ یہاں ﴿مالا یخلق﴾ کے الفاظ ہیں۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب نام سکھلا دیے تھے اگر ابلیس یا شیطان کا کوئی نام 'حارث' بھی ہوتا تو وہ آپ کو ضرور معلوم ہونا چاہیے تھا کیونکہ اسی سے تو براہِ راست آپ کی دشمنی ٹھن گئی تھی۔علاوہ ازیں کسی بھی سند صحیح سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ سیدنا آدمؑ کے کسی بیٹے کا نام عبدالحارث بھی تھا۔

اس آیت کے مخاطب دراصل مشرکین مکہ ہیں۔ابتداء میں سیدنا آدمؑ وحوا کا ذکر ضرور ہے مگر بعد میں روئے سخن دورِ نبویؐ کے مشرکین کی طرف مڑ گیا ہے جن کی عادت تھی کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا تو اس کی سلامتی اور تندرست وصحیح سالم بچہ پیدا ہونے کے لیے اللہ ہی سے دعائیں کیا کرتے تھے لیکن جب صحیح وسالم بچہ پیدا ہوجاتا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو بھی شکریے کا حصہ دار ٹھہرا لیتے تھے اور ان کے

نام ایسے ہی رکھ دیتے جن میں شرک پایا جاتا مثلاً عبدالشمس، عبدالعزی، عبدمناف وغیرہ اور نذریں نیازیں بھی اپنے دیوی دیوتاؤں کے آستانوں پر چڑھایا کرتے تھے۔ یہ حالت تو دورِ نبویؐ کے مشرکین کی تھی۔ مگر آج کے مشرکین جو خود مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں ان مشرکوں سے چار ہاتھ آگے نکل گئے ہیں۔ یہ اولاد بھی غیروں سے مانگتے ہیں، حمل کے دوران منتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہی کے آستانوں پر جا کر چڑھاتے ہیں اور نام بھی مشرکانہ رکھتے ہیں جیسے پیراں دتہ، پیر بخش، وغیرہ۔ پھر بھی یہ موحد کے موحد اور مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہیں!(۱)

[2]....قصۂ ہابیل وقابیل اور شیطان کا کردار

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ اجمالی طور پر اس طرح بیان ہوا ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴾ [سورة المائدہ:۲۷، ۳۲]

''نیز آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنایئے جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی دوسرے نے کہا: میں ضرور تمہیں مار ڈالوں گا، پہلے نے جواب دیا: اللہ تو صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے مار ڈالنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو فقط اللہ رب

(۱) [''تیسیر القرآن'' (ج:۲ ص:۱۲۳، ۱۲۴) حاشیہ نمبر(۱۸۹)]

العالمین سے ڈرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سب کچھ سمیٹ لے اور اہل جہنم میں سے ہو جائے اور ظالم لوگوں کی یہی سزا ہے۔ بالآخر دوسرے نے اپنے آپ کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا چنانچہ اسے مار ڈالا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک 'کوا' بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا تاکہ اس قاتل کو دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپا سکتا ہے (کوے کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا: افسوس میں تو اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش کو نہ چھپا سکا۔ اس کے بعد وہ اپنے کئے پر بہت نادم ہوا۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے (تورات میں) لکھ دیا تھا کہ جس شخص نے کسی دوسرے کو جان کے بدلے کے علاوہ یا زمین میں فساد کرنے کی غرض سے قتل کیا تو اس نے گویا سب لوگوں کو مار ڈالا اور جس نے کسی کو (قتل ناحق سے) بچا لیا تو وہ گویا سب لوگوں کی حیات کا موجب ہوا۔ اور ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آتے رہے پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔"

مذکورہ واقعہ چونکہ مجمل انداز میں بیان ہوا ہے اس لیے یہاں کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں مثلاً:

۱)......حضرت آدمؑ کے یہ بیٹے کون تھے؟

۲)......ان کا تنازعہ کس بات پر ہوا تھا؟

۳)......انہوں نے کن چیزوں کی قربانیاں پیش کی تھیں؟

۴)......ایک کو دوسرے کے قتل پر کس نے آمادہ کیا تھا؟

۵)......قابیل نے قتل کیسے کیا اور قتل کرنے کا طریقہ اسے کس نے بتایا تھا؟

۶)......قتل کے بعد لاش چھپانے کے لیے کس نے مدد کی تھی؟

ان تمام سوالات کے جوابات سے پہلے ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان کے جواب اگر قرآن وسنت میں نہ ملیں تو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ قرآن میں مذکور اس واقعہ کا مقصود قتل کی مذمت وشنیعت بیان کرنا ہے تاکہ لوگ قتلِ ناحق سے حد درجہ احتیاط کریں اور وہ مقصود پوری طرح ان آیات سے حاصل ہو رہا ہے۔ باقی رہا ان سوالوں کے جواب کا مسئلہ تو وہ تاریخی نوعیت کی معلومات ہیں۔ اگر حاصل ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ ان کے معلوم نہ ہونے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اس تمہید کے بعد اب ہم ان سوالوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

۱)......حضرت آدمؑ کے ان دو بیٹوں کا نام کیا تھا؟ قرآن مجید یا کسی صحیح حدیث میں اس کی صراحت مذکور نہیں تاہم اسرائیلی روایات وآثار کی بنا پر جمہور مفسرین نے ان کے نام ہابیل اور قابیل بیان کیے ہیں۔

۲،۳)......ہابیل اور قابیل کا باہمی تنازعہ کس بات پر ہوا تھا؟ اس کا جواب بھی قرآن مجید یا صحیح اَحادیث میں مذکور نہیں تاہم اسرائیلی روایات کی بنا پر جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس وقت دنیا ابتدائی حالت میں تھی اور حضرت آدمؑ وحوا کی اولاد کا آپس ہی میں نکاح کیا جاتا تھا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم وحواؑ کے ملاپ سے ہر مرتبہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے چنانچہ ایک حمل کے لڑکے لڑکی کا نکاح دوسرے حمل کی لڑکی لڑکے سے کر دیا جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہابیل اور اس کی بہن پیدا ہوئی، دوسری مرتبہ قابیل اور اس کی بہن پیدا ہوئی۔ اب اسی اصول کے مطابق ہابیل کی بہن کا قابیل سے اور قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن کا ہابیل سے نکاح کیا جانا تھا مگر قابیل نے اس میں یہ کہتے ہوئے رکاوٹ پیدا کر دی کہ میں تو اسی سے نکاح کروں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لڑکی ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے خوبصورت تھی۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ کے نام پر کچھ خیرات نکالو جس کی خیرات مقبول ہو جائے اس کا نکاح اس لڑکی سے کر دیا جائے گا۔ چنانچہ دونوں نے اللہ کے لئے خیرات نکالنے کا فیصلہ کیا۔ ہابیل نے تو اچھی خیرات دی۔ (بعض کے بقول انہوں نے اپنے ریوڑ میں سے سب سے موٹا تازہ جانور پیش کیا) جب کہ دوسری طرف شیطان قابیل کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ تم اللہ کے لیے اپنا مال خیرات کرو گے تو مال کم ہو جائے گا۔ قابیل نے کہا: پھر کیا کروں؟ شیطان نے کہا کہ تم دیکھو جو ردی اور فضول مال ہے، اسے خیرات کر دو۔ چنانچہ قابیل نے شیطان کی باتوں میں آ کر ردی مال خیرات کر دیا۔ (بقول بعض قابیل نے اپنی فصل میں سے ردی سٹہ خیرات کیا تھا) کہا جاتا ہے کہ دونوں کی خیرات مکہ مکرمہ (یا کسی اور جگہ) رکھ دی گئی اور اللہ کی طرف سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی خیرات کو جلا گئی مگر قابیل کی خیرات کو یونہی چھوڑ گئی۔ خیرات کا جلنا اس بات کی نشانی تھی کہ وہ خیرات قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ ہابیل کی خیرات قبول ہو گئی مگر اس پر قابیل آگ بگولہ ہو گیا اور اب اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ ہابیل کو قتل کر دے کیونکہ ہابیل کو قتل کرنے کی ایک وجہ تو طیش وغضب تھی اور دوسری یہ تھی کہ اس طرح جب ہابیل زندہ ہی نہ رہے گا تو اس لڑکی کو قابیل اپنے نکاح میں رکھنے کا مجاز بن جائے گا۔

۴)...... ہابیل کو قتل کرنے کی یہ ترکیب قابیل کو کس نے سمجھائی تھی ؟ اس کے بارے میں قرآن مجید تو یہ بتاتا ہے کہ ﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ اَخِيْهِ﴾ "اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا"۔ البتہ اس کے دل میں یہ برا خیال ازخود پیدا ہوا یا شیطان نے پیدا کیا؟ اس کی صراحت قرآن وسنت میں مذکور نہیں۔ تاہم نفس چونکہ اچھے اور برے خیالات کا منبع ہے اور شیطان بھی نفس میں برے خیالات پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ خود قابیل کے دل میں بھی یہ برا خیال پیدا ہوا ہو اور شیطان نے بھی اس میں اپنا کردار ادا کیا ہو۔

۵)...... قابیل نے اسے قتل کیسے کیا اور قتل کرنے کا طریقہ کس نے اسے بتایا؟ اس کے متعلق بھی قرآن وسنت میں کوئی صراحت نہیں البتہ یہ بات مسلم ہے کہ انسان کو پیدائشی طور پر اچھائی اور برائی القا کی گئی ہے: ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ اس لیے ممکن ہے کہ اس کے دل میں خود ہی کوئی طریقہ پیدا ہو گیا ہو۔ البتہ بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ اس نے چھری کے ساتھ گردن کاٹی، بعض میں ہے کہ گلا دبا کر مارا اور بعض میں ہے کہ قابیل اپنے بھائی کی گردن مروڑ رہا تھا کہ شیطان نے دیکھا کہ اسے قتل کرنے کا طریقہ نہیں آتا تو اس نے اسے طریقہ قتل سمجھانے کے لیے ایک جانور پکڑا اور اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر اس زور سے مارا کہ جانور کا سر کچلا گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ چنانچہ پھر قابیل نے بھی اسی طرح اپنے بھائی کو قتل کیا۔ (معاذ اللہ!)

٦)...... لاش چھپانے کا طریقہ کس نے سکھایا؟ اس بارے قرآن مجید میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین میں گڑھا کھود رہا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپائے۔"

بعض روایات میں ہے کہ جب قابیل کو یہ مشکل پیش آئی کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے تو اسی اثنا دو کوے وہاں آئے اور آپس میں لڑنے لگے پھر ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا اور زمین میں گڑھا کھود کر اسے وہاں دفن بھی کر دیا۔ اسی کو دیکھ کر قابیل نے بھی ایسے ہی کیا۔

ہابیل اور قابیل کے اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنا مقصد پورا کروانے کے لیے ہر ترکیب سمجھاتا ہے اور جب اس کی مقصد برآری ہو جاتی ہے تو وہ انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔



[3]....قصۂ قومِ نوح علیہ السلام اور شیطان کا کردار......!

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہو گزرے ہیں، آپ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں دن رات تبلیغ کا کام کیا مگر چند ایک لوگوں کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہ ہوا بلکہ وہ بد بخت قوم آپ ہی کے درپے آزار ہو گئی، آپ سے استہزا اور مذاق کرنے لگی۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب کی صورت میں اپنا عذاب بھیجا اور حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کے سوا اور کوئی بشر باقی نہ بچا۔ بلکہ آپ کا بیٹا اور بیوی جو عذاب آنے تک حالت کفر ہی میں رہے وہ بھی اس عذاب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ عذاب ختم ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے لوگ ہی پوری کرۂ ارضی پر باقی بچے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں آہستہ آہستہ کفر و شرک شروع ہوا تھا اس کفر و شرک کے آغاز میں شیطان نے بنیادی کردار ادا کیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''قوم نوحؑ میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی پانچ نیک صالح بزرگ تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے کسی طرح سے ان کی (اگلی نسل یا قوم) کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان پانچوں بزرگوں کے بت بنا کر اپنی مجلسوں (اور اجتماعات وغیرہ) میں رکھو اور ان بتوں کے نام بھی اپنے بزرگوں کے ناموں پر رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا (اور اپنے بزرگوں کے بت بنا لیے مگر) اس وقت ان بتوں (کو محض بزرگوں کی یاد کے لیے بنایا گیا تھا ورنہ قوم نوحؑ کے نیک صالح لوگ ان) کی عبادت و پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب یہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت بنائے تھے اور لوگوں میں علم بھی نہ رہا (کہ یہ بت تو محض بزرگوں کی یاد کے لیے بنائے گئے تھے) تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔ (۱)

مولانا محمد داؤد رازؒ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ

''بت پرستی کی ابتدا جملہ بت پرست اُقوام میں اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے اپنے نیک لوگوں کے ناموں پر بت بنا لیے۔ پہلے عبادت میں ان کو سامنے رکھنے لگے۔ شیطان نے یہ فریب اس طرح

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔باب ود ولا سواعا ......(ح۴۹۲۰)]

چلایا کہ ان بتوں کے دیکھنے سے بزرگوں کی یاد تازہ رہے گی اور عبادت میں دل لگے گا۔رفتہ رفتہ وہ بت ہی خود معبود بنا لیے گئے ۔تمام بت پرستوں کا آج تک یہی حال ہے پس دنیا میں بت پرستی یوں شروع ہوئی ۔اس لیے اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے بت اور صورت (تصویر) کے بنانے سے منع فرمادیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں بت یا صورت دیکھو اس کو توڑ پھوڑ کر پھینک دو کیونکہ یہ چیزیں اخیر میں شرک کا ذریعہ ہو گئیں ۔اسلامی شریعت میں یادگار کے لیے بھی بت بنانا یا صورت کا بنانا درست نہیں اور کوئی کتنے ہی مقدس پیغمبر یا اوتار کی صورت ہو اس کی کوئی عزت یا حرمت نہیں کرنا چاہیے ۔کیونکہ وہ صرف ایک مورت ہے جس کا اسلام میں کوئی وزن نہیں ۔مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے اس اصول مذہبی کا خیال رکھنا چاہیے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[سورة المائدة :٢]

''نیکی اور خداترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کیا کرو۔'' (وحیدی) مگر یہ کس قدر افسوسناک حرکت ہے کہ بعض تعزیہ پرست حضرات تعزیہ کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی کاغذی صورت بنا کر تعزیہ کے آگے رکھتے اور اس کا پورا ادب بجالاتے ہیں ۔کتنے نام نہاد مسلمانوں نے مزار اولیاء کے فوٹو لے کر ان کو گھروں میں رکھا ہوا ہے اور صبح اور شام ان کو معطر کر کے ان پر پھول چڑھاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ۔یہ جملہ حرکات، بت سازی اور بت پرستی کی شکلیں ہیں ۔اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں ۔ورنہ میدان محشر میں سخت ترین رسوائی کے لیے تیار رہیں ۔''[1]

قوم نوح کو شیطان نے آہستہ آہستہ اتنا گمراہ کر دیا کہ وہ اپنے ان بتوں کی پوجا ہی اپنا مقصدِ حیات بنا بیٹھے تھے اور باوجود یکہ حضرت نوحؑ ان کے اس طرز عمل کو خدا کی نافرمانی اور شرک قرار دیتے تھے مگر وہ اتنے متعصب ہو چکے تھے کہ ایک دوسرے کو کہتے:

﴿وَقَالُوْا لَاتَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَاتَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾[النوح :٢٣]

''انہوں نے کہا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔''

ساڑھے نوسوسال کی شبانہ روز دعوت وتبلیغ کے بعد اس سرکشی کو دیکھتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے آخر

(١) [صحیح بخاری : ترجمہ وتشریح از داؤد راز (ج:٦ص:٤٦٢)طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور]

کار اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کیے اور ان کی ہلاکت کے لیے یہ بدعا کی:

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾[سورة النوح :٢٦،٢٧]

''اور حضرت نوحؑ نے کہا: اے میرے رب! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو (یقیناً) یہ تیرے (اور) بندوں کو (بھی) گمراہ کریں گے اور یہ فاجروں اور ڈھیٹ کافروں ہی کو جنم دیں گے۔''

آپ علیہ السلام کی بدعا قبول ہوئی اور آسمان وزمین میں ہر طرف سے پانی کا سیلاب آ گیا جس میں اہلِ ایمان جو ایک کشتی میں سوار تھے، کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا﴾[النوح :٢٥]

''یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب (پانی کے عذاب میں) ڈبو دیے گئے اور جہنم میں پہنچا دیے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار (بھی) انہوں نے نہ پایا۔''

یعنی جن بتوں کے نام نذر ونیاز اور چڑھاوے دیتے، جن کے لیے رکوع وسجود اور پرستش کرتے اور جنہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے وہ 'پنج تن پاک' ان کے کسی کام نہ آ سکے اور اللہ کے عذاب کا کوڑا دنیا میں بھی ان پر برس کر رہا۔ (اللھم قنا عذابك) لیکن جہالت کی انتہا ہے کہ یہی بت بعد میں بھی ڈھونڈ کر یا پھر سے تیار کر کے لوگوں نے پوجنے شروع کر دیے حتیٰ کہ کسی طرح سے یہی بت عرب میں پہنچ گئے اور اہلِ عرب نے بھی قومِ نوحؑ کی طرح ان کی پرستش شروع کر دی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''جو بت حضرت نوحؑ کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں بھی پوجے جانے لگے۔ 'وَدّ' دومۃ الجندل (نامی علاقے) میں بنو کلب (قبیلے) کا بت تھا۔ 'سُوَاعْ' بنو ہذیل (قبیلے) کا۔ 'یَغُوثْ' بنی مراد کا اور بنی مراد کی شاخ بنی غطیف کا بھی یہی بت تھا جو وادی اجوف میں قومِ سبا کے (علاقوں) کے پاس رہتے تھے۔ 'یَعُوقْ' بنی ہمدان کا بت تھا۔ 'نَسْر' حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔''(۱)



(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔ ایضاً]

باب۶:

شیطان اور مسلمان......!

حضرت عیاض بن حمار المجاشعیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں):

((وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّھُمْ وَاِنَّھُمْ اَتَتْھُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمْ مَااَحْلَلْتُ لَھُمْ وَاَمَرَتْھُمْ اَنْ یُشْرِکُوْا بِیْ مَا لَمْ اُنْزِلْ بِہٖ سُلْطَانًا))

''بے شک میں نے اپنے بندوں کو شرک سے پاک (اور دین فطرت پر) پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ شیطانوں نے ان کے لیے حرام کر دیں اور شیطانوں نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ میرے ساتھ شرک کریں، جب کہ اس شرک کے حق میں، میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔''

شیطان کا مقصد ہر انسان کو اسی طرح اللہ کا نافرمان بنانا ہے جس طرح وہ خود ہے۔ اور پھر اپنے ساتھ ہی اسے آخرت کے روز جہنم میں لے جانا ہے۔ جہنم میں دو طرح کے لوگ جائیں گے ایک تو وہ جو اپنے گناہوں کی سزا پا کر جلد یا بدیر جہنم سے بالآخر نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور دوسرے وہ لوگ جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دائمی طور پر جہنم میں رہنے والے وہ لوگ ہوں گے جو کفر و شرک کے مرتکب ہوئے اور اسی حالت میں پھر فوت ہو گئے۔

اس حقیقت کو شیطان بھی جانتا ہے چنانچہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان سے کفر و شرک کروایا جائے تاکہ وہ دائمی جہنم کا مستحق ٹھہرے اس مقصد کی تکمیل کے لیے کبھی وہ براہ راست کفر شرک سے آغاز کرتا ہے اور کبھی دیگر گناہوں کا ارتکاب کرواتے کرواتے بالآخر انسان کو کفر و شرک تک لے جاتا ہے۔ اس کے لیے وہ کون کون سے ذرائع اور راستے اختیار کرتا ہے، کس پالیسی پر عمل کرتا ہے، اپنے لشکروں کو کیا کیا گر سکھاتا ہے، اپنی پچھلی ساری زندگی کے تجربات سے کیسے کیسے فائدہ اٹھاتا ہے؟...... یہ ساری تفصیل آئندہ

صفحات میں آئے گی یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان دشمنی میں شیطان کا بنیادی مقصد اس سے کفر وشرک کروا کر دائمی جہنمی بنانا ہے اور اس کے علاوہ جو گناہ، معصیت، بغاوت اور خدا کی نافرمانی کا کام ہو سکتا ہے، انسانوں سے اس کا عملی اظہار کرواتا ہے۔ غیر مسلم (یہودی، عیسائی، ہندو، دہریے وغیرہ) تو پہلے ہی اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے جہنم کے راستوں پر چل رہے ہیں اس لیے شیطان کے مکروہ عزائم کا رُخ بالعموم ان لوگوں کی طرف زیادہ ہے جو مسلمان ہیں۔

یہ تو تھا انسان دشمنی میں شیطان کا بنیادی مقصد اور اصل مشن۔ اب اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ جہنم سے بچنے اور شیطان کے داؤ فریب سے محفوظ رہنے کے لیے ہمارے پاس بنیادی تدبیر کیا ہے؟

آسمانی ہدایت کی پیروی:

شیطان کی باتوں میں آ کر حضرت آدمؑ وحواؑ سے جب غلطی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا تو شیطان لعین اور جہنم سے بچنے کے لیے ان سے فرمایا:

﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [سورة البقرة: ۳۸]

''جب بھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کیونکہ) جو اس کی پیروی کریں گے ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔''

گویا شیطان اور جہنم سے بچنے کے لیے اُصولی تدبیر اللہ تعالیٰ نے یہ بتادی ہے کہ اس کی طرف سے جو ہدایت (حکم و پیغام) آئے صرف اسی کی پیروی کی جائے۔ یہ ہدایت انبیاء ورسل کے پاس وحی اور صحائف کی شکل میں آتی رہی۔ پھر سب سے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر اسلام (قرآن وحدیث) کی شکل میں اس وحی کو مکمل کر دیا گیا اور اسے ہی صراط مستقیم قرار دے دیا گیا۔ اب جو شخص قرآن وحدیث کی صحیح پیروی کرے گا وہ شیطان اور جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ﴾ [سورة الانعام:۱۵۳]

''اور بلاشبہ یہی (دین) میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر تم چلتے جاؤ اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر اس خط کے دائیں بائیں کچھ اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ:

((هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ))

''یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے (تا کہ انہیں اپنے پیچھے لگا کر گمراہ کرے) اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہ آیت: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ......الآية﴾ تلاوت فرمائی۔''[1]

گویا اللہ تعالیٰ کے دین کی مکمل پیروی ہی راہ ہدایت ہے اور اس سے گریز اور تجاوز کی سب راہیں شیطانی ہیں جو انسان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں اور اللہ کا دین اب اسلام (قرآن وحدیث) کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے لہٰذا اس کو دل سے سچا اور منزل من اللہ سمجھتے ہوئے حتی المقدور اس پر عمل کرنا اور اپنی پوری زندگی کو اس کے تابع بنا دینا ہی ہمیں شیطان کے عزائم اور جہنم کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان کیا گیا:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾[سورة البقرة : ۲۰۸]

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔''



(۱) [مسند احمد (ج۱ ص ۴۶۵، ۴۳۵) مسند دارمی (ح۲۰۲) السنن الکبری للبیهقی (ج۶ ص ۳۴۳) بحواله مشکوٰة المصابیح (ح۱۶۶)]

باب ۷:

شیطان کے اَغراض ومقاصد

بنیادی مقصد: شیطان کا ایک ہی بنیادی مقصد ہے جس کے حصول کی خاطر وہ جدوجہد کر رہا ہے وہ یہ کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو جہنم میں دھکیل دے اور جنت سے محروم کردے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾[سورۃ فاطر:٦]

''وہ تو اپنے پیروکاروں کو اپنی راہ پر اس لئے بلا رہا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔''

ذیلی مقاصد: اس بنیادی مقصد کے علاوہ اس کے ذیلی مقاصد یہ ہیں:

۱)...... بندوں کو کفر وشرک میں مبتلا کرنا:

یعنی بندوں کو غیر اللہ کی عبادت اور اللہ اور اس کی شریعت سے انکار کی دعوت دینا۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾[سورۃ الحشر ١٦]

''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بریُ الذمہ ہوں۔''

صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا، آپؐ نے خطبہ میں فرمایا: لوگو! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں وہ بات بتاؤں جس سے تم ناآشنا ہو اور وہ بات اللہ نے مجھے آج ہی بتائی ہے، وہ یہ کہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے جو کچھ اپنے بندے کو عطا کیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور میں نے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا تھا لیکن شیطان نے آکر انہیں اپنے دین سے پھیر دیا اور میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کرنے کا حکم دیا جن کے لئے میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

☆...... [واضح رہے کہ کتاب ہذا کے آئندہ ابواب (۷تا۱۱) عالم عرب کے معروف عالم عمر سلیمان الاشقر کی کتاب عالَمُ الْجِنِّ وَالشَّیَاطِیْن سے ماخوذ ہیں۔ ترتیب وتہذیب ہماری طرف سے ہے جب کہ ترجمہ میں مولانا عبدالسلام سلفی صاحب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

۲)...... کافر نہ بنا سکے تو گناہوں میں مبتلا کرنا:

اگر وہ لوگوں کو کفر وشرک میں مبتلا نہ کر سکے تو ناامید نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے چھوٹا حربہ استعمال کرتا ہے یعنی ان سے چھوٹے موٹے گناہ کرواتا اور ان کے دلوں میں عداوت ودشمنی کی کاشت کرتا ہے۔ حدیث کی کتاب سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگو سنو! شیطان اس بات سے قطعی ناامید ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت ہوگی مگر کچھ اعمال جن کو تم معمولی اور حقیر سمجھتے ہو، ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے خوش ہوگا۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ ''شیطان اس بات سے نااُمید ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے، لیکن ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے اور لڑانے میں وہ نااُمید نہیں۔''

یعنی وہ لوگوں کے درمیان عداوت ودشمنی کی آگ روشن کرے گا اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا جیسا کہ اس کے اس اقدام کے بارے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾[سورة المائدة : ۹۱]

''شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''

وہ ہر برے کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[سورة البقرة : ۱٦۹]

''وہ تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ (وہ اللہ نے فرمائی ہیں)''

مختصر یہ کہ ہر ایسی عبادت جو اللہ کو پسند ہے وہ شیطان کو ناپسند ہے اور ہر ایسی معصیت ونافرمانی جو رب رحمان کو ناپسند ہے وہ شیطان کو پسند ہے۔

۳)...... شیطان کا بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکنا:

شیطان لوگوں کو صرف کفر ومعاصی کی دعوت دینے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ انہیں اچھے کام کرنے سے بھی روکتا

ہے۔ بھلائی کے جس راستہ پر بھی اللہ کا کوئی بندہ چلنا چاہتا ہے شیطان اس کے راستہ میں ٹانگ اڑاتا اور اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے چنانچہ اس کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: کیا تم اسلام کی خاطر اپنا اور اپنے باپ داداؤں کا دین چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: کیا تم ہجرت کی خاطر اپنا وطن، اپنا ماحول چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کے لئے چل پڑتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: جہاد کرو گے تو اس میں جان اور مال کی پریشانی تو ہے ہی، اگر لڑائی ہوئی اور تم مار دیئے گئے تو تمہاری بیوی دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہاری دھن دولت بھی ٹھکانے لگ جائے گی! بندہ اس کی بات کو ٹھکرا کر جہاد کے لئے نکل جاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کو جنت میں داخل کرنا اللہ پر واجب ہے۔ اگر وہ قتل ہو جائے تو اللہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، اگر وہ ڈوب کر مر جائے تو اللہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، اگر اس کا جانور اس کی گردن توڑ دے تو اللہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔'' [صحیح الجامع الصغیر للالبانی ؒ (جلد ۲ صفحہ ۷۲)]

اسی جیسی بات قرآن کریم میں اللہ نے شیطان سے نقل کی ہے کہ اس نے اللہ رب العزت سے کہا تھا:

﴿قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ [الاعراف: ۱۶، ۱۷]

''جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا، لہٰذا اب میں بھی تیری صراط مستقیم پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے غرض کہ ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

بہر حال بھلائی کا کوئی ایسا راستہ نہیں جہاں شیطان بیٹھ کر لوگوں کو اس سے نہ روکتا ہو۔

۴)......عبادت واطاعت میں خرابی پیدا کرنا:

اگر شیطان لوگوں کو اطاعت وفرمانبرداری سے نہ روک سکے تو وہ عبادت واطاعت کو خراب کرنے کی کوشش

کرتا ہے تاکہ اس کے اجر وثواب سے لوگوں کو محروم کردے۔ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: ”نماز خراب کرنے کے لئے شیطان میرے اور نماز کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے جس کو ”خنزب“ کہا جاتا ہے، اگر تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ختم کردی۔“ (اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)

جب بندہ نماز شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے دل ودماغ پر سوار ہوکر اس کے دل میں ہزاروں خیالات ڈالتا ہے اور اسے اللہ کی یاد سے غافل کرکے دنیا کے مسائل میں الجھا دیتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ اذان ہوجانے پر وہ واپس ہوجاتا ہے اور پھر وسوسہ پیدا کرنا شروع کردیتا ہے پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی آواز نہ سن سکے، اقامت ختم ہونے پر پھر واپس آجاتا ہے اور وسوسہ پیدا کرنا شروع کردیتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ ”جب اقامت ختم ہوتی ہے تو شیطان آتا ہے اور انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور اس سے کہتا ہے فلاں بات یاد کرو فلاں چیز یاد کرو۔ یعنی اس کو ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو اسے پہلے یاد نہ تھیں۔ اس میں الجھ کر آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“ (بخاری ومسلم)

رحمٰن کی ہر مخالفت شیطان کی اطاعت ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء:۱۱۷،۱۱۸]

”وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں، وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے (وہ اس شیطان کی عبادت کررہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔“

جو شخص اللہ کے علاوہ کسی بھی چیز کی پرستش کرے گا خواہ وہ لکڑی اور پتھر کے بت ہوں، سورج ہو، چاند ہو، یا کوئی شخصیت یا نظریہ ہو، وہ مانے یا نہ مانے بہرحال وہ شیطان کی پرستش کرنے والا ہوگا کیونکہ شیطان ہی

کے حکم اور پسند سے اس نے یہ کام کیا ہے۔ جو لوگ فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ حقیقت میں شیطان کی پوجا کر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۔ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴾[سورۃ سباء: ۴۰،۴۱]

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ پاک ہے آپ کی ذات، ہمارا تعلق تو آپ سے ہے نہ کہ ان لوگوں سے۔ دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر انہی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔''

یعنی فرشتوں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ جنوں نے اس کا حکم دیا تھا تا کہ ان کی عبادت حقیقت میں شیاطین کے لئے ہو جائے جیسا کہ بتوں کی عبادت حقیقت میں شیاطین کی عبادت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام: اب تک کی بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ شیطان ہی ہر برائی کا حکم دیتا اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور ہر کار خیر سے روکتا اور اس سے ڈراتا ہے تا کہ لوگ برائی کا ارتکاب کریں اور کار خیر چھوڑ دیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ﴾[البقرۃ: ۲۶۸]

''شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور فاحشانہ طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔''

شیطان مفلسی سے یہ کہہ کر ڈراتا ہے کہ اگر تم اپنی دولت راہ خدا میں خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے۔

۵)...... جسمانی اور ذہنی ایذا رسانی:

جس طرح شیطان یہ چاہتا ہے کہ انسان کو کفر و گناہ میں مبتلا کر کے گمراہ کر دے، اسی طرح وہ مسلمان کو جسمانی اور ذہنی طور پر پریشان کرنا چاہتا ہے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

1۔ نبی ﷺ پر حملہ: آئندہ صفحات میں وہ حدیث آئے گی جس میں ہے کہ شیطان نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کیا تھا اور آپؐ کے چہرۂ اطہر پر پھینکنے کے لئے آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا۔

2۔شیطانی خواب: شیطان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کو رنجیدہ اور پریشان کرنے کی غرض سے نیند کی حالت میں طرح طرح کے پریشان کن خواب دکھاتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "انسان نیند کی حالت میں جو خواب دیکھتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک رحمانی یعنی اللہ کی طرف سے۔ دوسرا شیطانی جو انسان کو رنجیدہ کرنے کے لئے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔تیسرا نفسانی جس میں انسان اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے"۔[صحیح الجامع الصغیر،از البانی:۳/۱۸۴،۱۸۵]

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔اسے چاہئے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور خواب لوگوں سے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اسے چاہئے کہ اللہ کی پناہ مانگے اور خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"

3۔گھروں میں آتش زدگی: شیطان گھروں میں آگ لگانے کا کام بعض حیوانات کے ذریعے کرتا ہے۔ سنن ابوداؤد اور صحیح ابن حبان میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم لوگ سونے لگو تو چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان بعض حیوانوں (چوہوں) کو ایسی چیزوں (چراغ) کی طرف لاتا ہے اور تمہارے مکانوں میں آگ لگا دیتا ہے۔"

4۔موت کے وقت شیطان کا انسان کو جھنجھوڑنا: نبی کریم ﷺ موت کے وقت شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْهَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرْقِ وَاَعُوذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوذُبِكَ اَنْ اَمُوتَ فِي سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوذُبِكَ مِنَ الْمَوْتِ لَدِيغًا))[صحيح الجامع الصغير(ج١ص٤٠٥)]

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گر کر ہلاک ہونے،عمارت میں دبنے،ڈوبنے اور جلنے سے اور پناہ چاہتا ہوں موت کے وقت شیطان کے جھنجھوڑنے سے،اور پناہ چاہتا ہوں اس بات سے بھی کہ میں تیری راہ میں پشت دکھا کر مروں اور پناہ چاہتا ہوں کہ کسی جانور کے ڈسنے سے میری موت ہو۔"[اس روایت کو امام نسائی اور حاکم نے صحیح سند سے روایت کیا]

5۔پیدائش کے وقت شیطان کا بچے کو تکلیف دینا: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "ہر بچے کو جب اس کی

ماں جنتی ہے تو شیطان تکلیف پہنچاتا ہے مگر مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے ہیں"۔[صحیح الجامع:۴/۱۷۱]
صحیح بخاری میں ہے کہ "جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں انگلی چبھوتا ہے، البتہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اس سے محفوظ رہے۔"

حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو شیطان سے محفوظ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے مریم کی پیدائش کے وقت اللہ سے دعا کی تھی کہ

﴿ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾[سورة آل عمران:٣٦]
"میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

چونکہ انہوں نے سچے دل سے دعا مانگی تھی اس لئے اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔ حضرت عمار بن یاسر بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے محفوظ رکھا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو درداء نے کہا: کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کو اللہ نے اپنے نبی کی دعا سے شیطان سے محفوظ رکھا ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا: ہاں، وہ عمار ہیں۔

6۔ طاعون (پلیگ) کی بیماری جنوں سے ہوتی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"میری امت کا خاتمہ میدان جہاد کے نیزوں اور طاعون کی بیماری سے ہوگا جو جنوں کے کچوکے کا نتیجہ ہے۔ دونوں حالتوں میں مرنے والوں کو شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔"[صحیح الجامع ۴/۹۰]

مستدرک حاکم میں ہے کہ
"طاعون تمہارے دشمن جنوں کے کچوکے کا نتیجہ ہے، اس میں تمہارے لئے شہادت کا رتبہ ہے"۔

شاید اللہ کے نبی ایوبؑ کو جو بیماری لگی تھی وہ جن کی وجہ سے تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴾[سورة ص:٤١]
"اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔"

7۔ ایک اور شیطانی بیماری: نبی کریم ﷺ نے استحاضہ (وہ خون جو حیض کی مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد بھی کسی بیماری کی وجہ سے جاری رہے) والی عورت سے فرمایا تھا:
"یہ شیطان کے کچوکے کی وجہ سے ہوتا ہے"۔[ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ بسند حسن۔ صحیح الجامع ۳/۱۹۶]

8۔ انسان کے کھانے، پانی اور گھر میں شیطان کا حصہ: انسان کے لئے شیطان کی لائی ہوئی ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کی اشیاء پر ناجائز قبضہ کر کے اس میں اپنا حصہ لگالیتا ہے اور اس کے گھر میں شب باشی بھی کرتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اپنے رب کی ہدایات کی مخالفت کرے یا اس کے ذکر سے غافل ہو جائے۔ اگر وہ اللہ کی دی ہوئی ہدایات پر کار بند ہو اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو تو شیطان کی کیا مجال کہ ہمارے مال اور گھر میں حصہ دار ہو جائے۔ شیطان ہمارا کھانا اسی وقت حلال سمجھتا ہے جب کوئی بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کر دے لیکن اگر اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ شیطان کے لئے حرام ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شرکت کرتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک آپ خود شروع کرنے کے لئے اپنا دست مبارک نہ بڑھا دیتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک ہوئے، تبھی ایک لونڈی تیزی سے آئی گویا کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو اور کھانے میں ہاتھ بڑھانے لگی، نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا، پھر ایک دیہاتی اسی کیفیت کے ساتھ آیا آپ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا: کھانے کے وقت بسم اللہ نہ کہا جائے تو شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے، شیطان کھانا حلال کرنے کے لئے اس لونڈی کو ساتھ لایا تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس دیہاتی کو لے کر آیا تا کہ اس کے ذریعہ سے حلال کرے۔ میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شیطان کا ہاتھ لونڈی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ہمیں شیطان سے اپنے مال کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کر لیا جائے اور برتنوں پر کوئی چیز ڈھانپ دی جائے، اس سے چیزیں شیطان کی دستبرداری سے محفوظ رہیں گی، چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کرو، شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا، مشکیزے کا منہ بند کر دو اور اس پر اللہ کا نام لو، برتن ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو، چراغ بجھا دو۔" [صحیح مسلم]

شیطان انسان کے ساتھ اس وقت بھی کھاتا اور پیتا ہے جب وہ بائیں ہاتھ سے کھائے پیئے، اسی طرح

کھڑے ہو کر پینے کے وقت بھی شیطان ساتھ پیتا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اس کے ساتھ شیطان کھاتا ہے اور جو بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، اس کے ساتھ شیطان پیتا ہے۔''

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو کھڑا ہو کر پیتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: قے کرو، اس نے کہا: کیوں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں پسند ہے کہ بلی تمہارے ساتھ پیئے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: بلی سے بدتر چیز شیطان نے تمہارے ساتھ پیا ہے......!''

شیطانوں کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا نہ بھولئے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کی تاکید کی ہے، آپؐ نے فرمایا:

''جب آدمی اپنے گھر میں آئے اور گھر میں داخل ہوتے وقت نیز کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لے، تو شیطان (اپنی ذریت سے) کہتا ہے: اس گھر میں تمہارے لئے نہ شب باشی کی جگہ ہے نہ شام کا کھانا، اور اگر گھر میں داخل ہوتے وقت آدمی اللہ کا نام نہیں لیتا، تو شیطان (اپنی ذریت سے) کہتا ہے: اس گھر میں تمہیں شب باشی کی جگہ مل گئی اور جب وہ آدمی کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں تم کو شب باشی کی جگہ مل گئی اور رات کا کھانا بھی۔''

9۔ آسیب زدگی: علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاوی (ج ۲۴ ص ۲۷۶) پر رقمطراز ہیں کہ ''اہل السنہ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾[البقرۃ:۲۷۵]

''جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے باؤلا کر دیا ہو۔''

صحیح بخاری میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ: ''شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔''

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں: ''میں نے اپنے والد سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جن آسیب زدہ کے جسم میں داخل نہیں ہوتا ہے۔ والد نے جواب دیا: بیٹا! یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، سچ یہ ہے کہ

جن ہی انسان کی زبان سے بات کرتا ہے۔"

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ: "امام احمد بن حنبل نے جو بات کہی، وہ مشہور و معروف ہے۔ جن انسان پر سوار ہوتا ہے اور انسان ایسی زبان میں بات کرنے لگتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے جسم پر اتنی مار پڑتی ہے کہ اگر کسی اونٹ کو ماراجائے تو اس کے بدن پر نشان پڑ جائیں۔ اس کے باوجود اس شخص کو نہ پٹائی کا احساس ہوتا ہے نہ اس گفتگو کا جو اس نے اپنی زبان سے کی۔ آسیب زدہ شخص کبھی تو دوسرے انسانوں کو گھسیٹتا اور کبھی جس چیز پر وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے اسی کو کھینچے پھاڑنے لگتا ہے، کبھی دیوہیکل مشینوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی حرکتیں کرتا ہے جو شخص اس کا بچشم خود مشاہدہ کرے گا اسے بدیہی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ جو چیز انسان کی زبان سے بات کرتی ہے اور ان چیزوں کو الٹ پلٹ کررکھ دیتی ہے وہ انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہے۔"

ابن تیمیہؒ مزید کہتے ہیں: ائمہ مسلمین میں کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جن آسیب زدہ شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے اور یہ دعوی کرے کہ شریعت اس کو نہیں مانتی وہ شریعت پر تہمت لگاتا ہے، شرعی دلائل میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے اس کی تردید ہوتی ہو۔"

امام موصوفؒ نے لکھا ہے کہ "جن لوگوں نے آسیب زدہ کے جسم میں جن کے داخل ہونے کا انکار کیا ہے، وہ معتزلہ کا ایک ٹولہ ہے جس میں جبائی اور ابوبکر رازی وغیرہ شامل ہیں"۔[مجموع الفتاوٰی:ج۱۹ص۱۲]



باب۸:

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے ہتھکنڈے

شیطان انسان کے پاس آ کر یہ نہیں کہتا کہ فلاں فلاں اچھے کاموں کو چھوڑ دو اور فلاں فلاں برے کام شروع کر دو تا کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ تم برباد ہو جاؤ۔ اگر وہ ایسا کرے تو کوئی بھی اس کی بات نہ مانے، بلکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے دوسرے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے مثلاً:

۱)......باطل کی تزئین:

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان اس ہتھکنڈے کو استعمال کرتا رہا ہے اور آئندہ کرتا رہے گا، وہ باطل کو حق اور حق کو باطل کی شکل میں پیش کرتا ہے اور انسان کی نگاہ میں باطل کو اتنا حسین اور حق کو اس قدر بدنما دکھاتا ہے کہ انسان باطل کے ارتکاب اور حق سے اعراض کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ شیطان ابلیس نے اللہ رب العزت کے دربار میں یہ کہا تھا:

﴿ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾[سورة الحجر :۳۹،۴۰]

”(وہ بولا) میرے رب! جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لیے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔“

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: ”شیطان کی ایک فریب کاری یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو مکر و فریب میں مبتلا کرنے کے لیے ہمیشہ اس کی عقل پر اپنا جادو جگاتا ہے، اس کی جادوگری سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے رکھے۔ انسان کے لیے جو چیز مضرت رساں ہو شیطان اسے اتنی ہی خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مفید معلوم ہونے لگتی ہے اور جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہو اسے اتنی بدنما دکھاتا ہے کہ وہ نقصان دہ معلوم ہوتی ہے۔ اللہ اللہ! شیطان نے اس فسوں کاری سے کتنے انسانوں کو بہکایا۔ دل و ایمان کے درمیان اس سے کتنی دیواریں کھڑی کیں۔ باطل کو رنگ و روغن کر کے کتنی حسین شکل میں نمایاں کیا اور

حق کو مسخ کر کے اس کی کتنی بھدی صورت دکھائی۔ سکے پرکھنے والوں کی نگاہوں میں کتنے کھوٹے سکے بتائے۔ اہل بصیرت تک کو کتنے مکروفریب دیئے۔ وہی تو ہے جس نے لوگوں کے دل ودماغ پر جادو کر کے انہیں مختلف مذاہب اور بے شمار راہوں پر ڈال دیا، انہیں گمراہی کا ہر راستہ دکھایا تباہی کے ہر کھڈ میں گرایا، بتوں کی پرستش، رشتہ داروں سے ترک تعلق، ماں بہنوں سے شادی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کو اچھا بتایا۔ کفروفسق اور عصیان ونافرمانی کے باوجود اس نے لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا اور ان کے لیے تعظیم کی شکل میں شرک کا چور دروازہ کھول دیا۔ اللہ تعالی کی صفات علو وتکلم کو تنزیہ کا نام دیا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کے چھوڑنے کو لوگوں کے ساتھ یاری وخوش اخلاقی بتایا اور اللہ کے اس قول "علیکم انفسکم " (تم اپنی فکر کرو، مائدہ:۱۰۵) پر عمل درآمد اور رسول ﷺ کی سنت سے اعراض کو تقلید کے سانچے میں پیش کیا"۔[اغاثۃ اللہفان:۱/۱۳۰]

حضرت آدمؑ کو بہکانے کے لیے ابلیس نے اسی ہتھکنڈے کو استعمال کیا تھا۔ جس درخت کو اللہ تعالی نے ان کے لیے حرام کر دیا تھا، شیطان نے اس کا پھل کھانے کو اچھا بتایا اور آرام سے باصرار کہنے لگا یہ شجرِ خلد ہے اس کا پھل کھالو تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہوگے یا فرشتے بن جاؤ گے، آدمؑ نے اس کی بات مان لی۔ انجام کار انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ آج شیطان نوازوں کو دیکھئے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کس طرح اس ہتھکنڈے کو استعمال کر رہے ہیں۔ کیمونزم اور سوشلزم کو دیکھو لوگ کہتے ہیں کہ انہی نظریات کے ذریعہ انسانیت کو حیرانی وپریشانی، تباہی وبھکمری سے نجات مل سکتی ہے۔ پھر ان تحریکوں کو دیکھو جو عورت کو آزادی کے نام پر "خاتونِ خانہ" کی بجائے "شمعِ محفل" بنانے پر تلی ہوئی ہیں اور آرٹ کے نام پر ان بیہودہ ڈراموں کو اسٹیج کرنے کی روادار اور علمبردار ہیں جن میں عزت وناموس کو پیروں تلے روندا جاتا اور اَخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔

ان اَفکار پر بھی نظر ڈالو جو افزائش اور وافر نفع کے نام پر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے سودی بینکوں میں روپے جمع کروانے کے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ ان نظریات پر بھی غور کرو جن کے یہاں مذہب پر عمل درآمد قدامت پسندی، دقیانوسیت اور ملائیت ہے اور مبلغین اسلام مشرقی ومغربی ملکوں کے ایجنٹ۔ یہ سب شیطان کے اسی ہتھکنڈے کا تسلسل ہے جس کے ذریعہ اس نے بہت پہلے آدمؑ کو بہکایا تھا یعنی باطل کو دیدہ زیب بتایا اور حق کے چہرے پر کالک لگا کر لوگوں کو اس سے متنفر کیا، قرآن میں ہے:

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾[سورة النحل:٦٣]

''خدا کی قسم !اے نبیؐ تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے ان کے برے کرتوت انہیں خوشنما بنا کر دکھائے۔''

بخدا! یہ بڑا خطرناک حربہ ہے اس لیے کہ اگر انسان کے سامنے کوئی غلط چیز مزین کر کے پیش کر دی جائے اور وہ اسے صحیح سمجھ بیٹھے تو جس چیز کو اس نے صحیح سمجھا ہے اس کے حصول کے لیے وہ پوری قوت سے کھڑا ہو جاتا ہے خواہ اسے اس کی راہ میں اپنی قربانی ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴾[سورة الكهف :١٠٣،١٠٤]

''اے نبیؐ! ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔''

ایسے لوگ انسانیت کو اللہ کے دین سے روکنے اور اللہ والوں سے جنگ کے لیے اٹھ جاتے ہیں اور اپنے آپ کو حق و ہدایت پر سمجھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾[سورة الزخرف :٣٧]

''ایسے لوگ راہ راست سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ ہدایت پر ہیں۔''

﴿ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾[سورة حم السجدة :٢٥]

''ہم نے ان پر ایسے ساتھی مسلط کر دیے جو انہیں آگے اور پیچھے سے ہر چیز کو خوشنما بنا کر دکھاتے تھے۔''

اس آیت میں ''ساتھی'' سے مراد شیاطین ہیں، انہوں نے لوگوں کے آگے دنیوی زندگی کو اتنا خوشنما بنا کر پیش کیا کہ وہ اس پر لٹو ہو گئے اور انہیں آخرت کی تکذیب پر آمادہ کیا اور ایسے حسین انداز میں کیا کہ وہ لوگ حساب کتاب، جنت، جہنم ہر چیز کا انکار کر بیٹھے۔

کالے دھندے گورے نام:

شیطان کا انسان کو دھوکا دینے اور باطل کو مزین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن حرام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے وہ ان کا خوبصورت سا نام رکھ دیتا ہے تاکہ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اور حقیقت چھپی

رہے جیسا کہ اس نے شجرۂ ممنوعہ کا نام شجرۂ خلد رکھا تھا تا کہ آدمؑ کے لئے اس کو خوشنما بنا کر پیش کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قَالَ يٰآدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ [سورة طه ۱۲۰]

"شیطان نے کہا" اے آدم! کیا میں بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟"

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ شیطان ہی سے اس کے گرگوں کو یہ ہنر وراثت میں ملا ہے وہ حرام چیزوں کا ایسا نام رکھتے ہیں کہ جس نام کی چیز کو انسان کا دل پسند کرتا ہو......!

۲)......افراط وتفریط:

اس سلسلے میں علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر کرتا ہے تو اس کے بارے شیطان کی دو خواہشیں ہوتی ہیں یا تو اس میں کم وکوتاہی کی جائے یا زیادتی وغلو، اس کی بلا سے بندہ دونوں میں سے کوئی بھی غلطی کرے۔ شیطان انسان کے دل کے پاس آتا اور اسے سونگھتا ہے اگر اس میں پست ہمتی، تن آسانی اور سہل پسندی کی صفت ہوتی ہے تو وہ اس دروازہ سے انسان پر حملہ کرتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ شکنی کر کے فرائض کی انجام دہی سے روک دیتا ہے۔ اس پر تن آسانی اور آرام طلبی مسلط کر دیتا ہے اور اس کے لئے تاویل و توجیہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب انسان تمام اَحکام دینیہ سے کلی طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کے دل میں حقیقت پسندی، احتیاط اور جوش وولولہ ہو تو شیطان کو اس پر اس دروازہ سے حملہ کرنے کی توقع نہیں رہتی، تو پھر وہ اسے ضرورت سے زیادہ اجتہاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سے کہتا ہے تمہارے لئے اتنا کافی نہیں تم تو اس سے زیادہ کر سکتے ہو، وہ افطار کرتے ہیں تو تمہیں افطار نہیں کرنا چاہیے، ان کو سستی لاحق ہوتی ہے تو تمہیں سستی لاحق نہیں ہونی چاہیے، اگر کوئی اپنا ہاتھ اور چہرہ تین تین مرتبہ دھوئے تو تمہیں سات سات مرتبہ دھونا چاہیے۔ وہ نماز کے لئے وضو کرے تو تمہیں غسل کرنا چاہیے اور اسی طرح کے دوسرے کاموں میں افراط اور ناجائز اضافے کی ترغیب دیتا ہے، غرضیکہ اسے غلو، انتہا پسندی اور صراط مستقیم کی حدود سے آگے بڑھا دیتا ہے۔ دونوں جگہ اس کا مقصد انسان کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہے۔ پہلی صورت میں انسان صراط مستقیم تک نہیں پہنچ پاتا اور دوسری صورت میں آگے نکل جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس فتنہ کا شکار ہوتے ہیں۔ اس سے نجات کی صورت صرف اور صرف گہرے علم، مضبوط ایمان، شیطان کی مخالفت کی طاقت اور اعتدال کی راہ اپنانے میں ہے۔ واللہ المستعان! [الوابل الصیب: ص۱۹]

۳)...... آج نہیں تو کل:

شیطان انسان کو کام کرنے سے روکتا اور اسے سست بناتا اور آج کا کام کل کرنے کا عادی بنادیتا ہے۔ اس کے لئے اس کے پاس مختلف طریقے اور حربے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے۔ ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے۔ ''رات لمبی ہے سو تا رہ'' اگر آدمی بیدار ہو جاتا اور اللہ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرتا ہے تو دوسری بھی کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کی ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ چست، خوش دل اور تازہ دم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خباثت اور سستی طاری رہتی ہے۔''

بخاری اور مسلم میں ہے: ''اگر کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور وضو کرے تو اسے تین مرتبہ پانی سے ناک جھاڑنا چاہئے اس لئے کہ شیطان ناک کے بانسہ پر رات گزارتا ہے۔'' بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو رات کو سوتا اور سورج چڑھنے پر بیدا ہوتا تھا، تو اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: ''ایسے شخص کے کان میں شیطان پیشاب کرتا ہے۔''

اوپر جو باتیں ذکر کی گئیں وہ شیطان کا انسان کو کسی کام سے روکنے کے لئے ذاتی فعل تھا کبھی وہ وسوسہ پیدا کر کے انسان کو کام سے روکنا چاہتا ہے، اس طرح کہ اس کو کاہل، سست اور آج کا کام کل پر ٹالنے کا عادی بنا کر رکھ دیتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

''کتنے یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کا خیال آیا لیکن شیطان ان کو روکتا اور کہتا رہا: جلدی مت کرو ابھی اور غور وفکر کرلو، اسی طرح ٹالتا رہا یہاں تک کہ ان کی موت کفر پر ہوئی۔ اسی طرح شیطان گنہگار کو توبہ سے روکتا ہے، اس سے شہوانی اغراض کی تکمیل جلدی سے کرواتا ہے اور اسے بھی یہ امید دلاتا ہے کہ ابھی توبہ کرلیں گے، جیسا کہ کسی عربی شاعر نے کہا:

لاتعجل الذنب لماتشتهی وتامل التوبة من قابل

''اس امید پر جلدی جلدی گناہ نہ کرو کہ توبہ قبول کرنے والے کے دربار میں توبہ کرلی جائے گی۔''

کتنے جدوجہد کا ارادہ رکھنے والے لوگوں کو شیطان نے کل پر ٹالا، کتنے مقام فضیلت پر پہنچنے والوں کی اس نے حوصلہ شکنی کی، کبھی کسی فقیہ نے اپنے درس کا اعادہ کرنا چاہا تو شیطان نے کہا تھوڑی دیر آرام کرلو، یا کوئی

عبادت گزر ارات میں نماز کے لئے بیدار ہوا تو اس نے کہا ابھی تو بہت وقت ہے۔شیطان اسی طرح انسان کو کاہل، ٹال مٹول کرنے اور امیدوں پر جینے کا عادی بنا دیتا ہے۔لہٰذا عقلمند کو چاہئے کہ دوراندیشی سے کام لے۔دوراندیشی یہ ہے کہ وقت پر کام کرے، ٹال مٹول چھوڑ دے، امیدوں پر جینے سے باز آئے، کیونکہ یہی ہر کوتاہی اور برائی کے رجحان کی جڑ ہے۔انسان ہمیشہ سوچتا ہے کہ وہ اب برائی چھوڑ دے گا اور اچھائی کی طرف واپس ہو جائے گا لیکن یہ صرف دل کا بہلاوا ہوتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ دن بھر چلتا رہے گا تو وہ سست رفتاری سے چلے گا، اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ صبح تک زندہ رہے گا تو وہ رات میں بہت آہستہ کام کرے گا، لیکن جس شخص کے تصور میں موت سر پر کھڑی ہو وہ بہت سرگرمی اور لگن سے کام کرے گا۔

بعض بزرگ کہا کرتے تھے کہ ہم تمہیں لفظ ''سوف'' (یعنی پھر کرلوں گا) سے آگاہ کردیتے ہیں: یہ ابلیس کی سب سے بڑی فوج ہے۔دوراندیش اور کاہل دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جماعت سفر میں ہو اور کسی بستی میں قیام کرے، اب دوراندیش گیا اور اس نے اپنے سفر کی تمام ضروریات پوری کرلیں اور روانگی کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گیا اور کاہل نے یہ سوچا کہ بعد میں تیار ہو جاؤں گا ممکن ہے یہاں ایک مہینہ تک قیام رہے، اسی وقت روانگی کا بگل بجا۔اب کیا تھا، دوراندیش تو خوش تھا لیکن کاہل حیرت و پریشانی کے سمندر میں ڈوب گیا۔دنیا کے اندر بھی لوگوں کی یہی مثال ہے دنیا میں کچھ لوگ چست اور بیدار ہوتے ہیں جب موت کا فرشتہ آتا ہے تو انہیں شرمندگی نہیں ہوتی۔اور کچھ لوگ کاہل اور ٹال مٹول کرنے والے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو موت کے وقت ندامت کے کڑوے گھونٹ پینا پڑتے ہیں''۔[تلبیس ابلیس: ص ۴۵۸]

۴)...... جھوٹا وعدہ اور جھوٹی امید:

شیطان لوگوں سے جھوٹے وعدے کرتا اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے تاکہ ان کو گمراہی کے عمیق غار میں لے جا کر پھینک دے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾[سورۃ النساء: ۱۲۰]

''وہ ان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں۔''

کافر: جب مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں تو شیطان ان سے قوت و مدد اور غلبہ واقتدار کا وعدہ کرتا ہے پھر

ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ ﴾[سورة الانفال :٤٨]

"ذرا خیال کرو اس وقت کا جب شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے۔"

شیطان سرمایہ دار کافروں سے دنیوی زندگی کے بعد آخرت میں بھی دولت و ثروت ملنے کا وعدہ کرتا ہے جس کے غرور میں ایک آدمی کہہ اٹھتا ہے:

﴿ وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴾[سورة الكهف :٣٦]

"اگر (بالفرض) مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔"

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کے باغ باغیچے اور دھن دولت کو ٹھکانے لگا دیتا ہے اور اس کی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ وہ مبتلائے مکر و فریب تھا۔ شیطان انسان کو جھوٹی تمناؤں میں الجھا کر، جن کا زندگی کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ٹھوس اور نتیجہ خیز کوششوں سے روک دیتا اور اسے خوابوں کی دنیا میں جینے کا خوگر بنا دیتا ہے۔ انجامِ کار وہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

۵)......انسان سے اظہارِ ہمدردی:

شیطان انسان کو یہ کہہ کر گناہ اور معصیت کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔ اس نے بابا آدمؑ سے بھی قسم کھا کر یہی کہا تھا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾[سورة الاعراف :٢١]

"اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔"

وہب بن منبہؒ نے اہل کتاب سے ایک دلچسپ واقعہ روایت کیا ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ہم شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے ایک اور طریقے سے واقف ہو جائیں، پھر آئندہ اس کی اس ہمدردی سے احتیاط کی جائے اور اس کی ہر دعوت کی سختی سے مخالفت کی جائے۔

وہب کہتے ہیں کہ: "بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عبادت گزار تھا۔ اس کے

زمانہ میں تین بھائی تھے جن کی ایک بہن تھی۔ تینوں کو ایک جنگ میں جانے کی نوبت آ گئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں اور کون اس کے حق میں قابل اطمینان ہوگا۔

وہب کہتے ہیں: چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو بنی اسرائیل کے اس عابد کے پاس چھوڑ کر جائیں کیونکہ وہی ان کی نظر میں قابل اعتماد شخص تھا۔ چنانچہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ جب تک وہ جنگ سے نہیں لوٹیں گے وہ اسی کی حفاظت میں رہے گی۔ عابد نے انکار کر دیا اور ان سے اور ان کی بہن سے اللہ کی پناہ مانگی۔ وہ لوگ اصرار کرتے رہے بالآخر وہ مان گیا، اور کہا کہ اس لڑکی کو میرے کلیسا کے سامنے والے مکان میں لا کر چھوڑ دو۔ وہب کہتے ہیں کہ: انہوں نے اپنی بہن کو اس گھر میں لا کر چھوڑ دیا اور چلے گئے ایک زمانہ تک وہ لڑکی اس عابد کے پڑوس میں رہی، عابد کھانا لے کر کلیسا کے نیچے اترتا اور کلیسا کے دروازہ پر کھانا رکھ کر اوپر چڑھ جاتا اور کلیسا کا دروازہ بند کر لیتا پھر اس لڑکی کو کھانا لے جانے کے لئے کہتا وہ آتی اور اپنا کھانا اٹھا لیتی۔

وہب کہتے ہیں کہ: شیطان نے اس عابد کے ساتھ فریب شروع کیا۔ چنانچہ اس کو خیر کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ دن کے وقت لڑکی کا گھر سے نکلنا اچھی بات نہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ لے اور اس سے محبت کر بیٹھے، اگر تم ہی اس کا کھانا اس کے گھر کے دروازہ تک پہنچا دیا کرو تو بڑے ثواب کی بات ہوگی۔

وہب کہتے ہیں کہ: شیطان نے عابد سے اتنا اصرار کیا کہ وہ مجبور ہو گیا چنانچہ راہب کھانا لے جاتا اور لڑکی کے گھر کے دروازہ کے پاس رکھ کر چلا آتا اور اس سے بات نہ کرتا۔ وہب کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا، پھر اس کے پاس ابلیس آیا اور اس کو خیر اور ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم کھانا لے جا کر اس کے گھر کے اندر رکھ دو تو اور ثواب ملے گا، چنانچہ عابد جاتا اور کھانا اس کے گھر کے اندر رکھ دیتا، ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا۔ پھر ابلیس آیا اور اس کو خیر وثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم لڑکی سے کچھ بات چیت کر کے اس کا دل بہلا دیا کرو تو کتنی اچھی بات ہوگی، بیچاری بری طرح وحشت محسوس کرتی ہے۔ ابلیس نے اس سے اتنا اصرار کیا کہ عابد مجبور ہو گیا چنانچہ وہ ایک زمانہ تک اپنے کلیسا کے اوپر سے جھانکتا اور لڑکی سے کچھ بات کر لیتا۔

پھر ابلیس آیا اور کہا کہ اگر تم اتر کر اپنے کلیسا کے دروازہ پر بیٹھتے اور اس سے بات چیت کرتے اور وہ بھی اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتی اور تم سے بات کرتی تو اس سے اس کا دل بہل جاتا۔ شیطان نے اس بات پر

اتنا اصرار کیا کہ عابد کو اپنے کلیسا سے اتر کر دروازہ پر بیٹھنا پڑا، چنانچہ وہ اپنے دروازہ پر بیٹھتا اور لڑکی اپنے دروازے پر۔ دونوں بات چیت کرتے، ایک زمانہ تک دونوں اسی طرح بات چیت کرتے رہے۔ پھر ابلیس آیا اور اس کو اجر وثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم اپنے کلیسا کے دروازے سے نکل کر اس لڑکی کے گھر کے قریب بیٹھتے اور اس سے بات کرتے تو اس کا دل اور بہل جاتا۔ شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرنے لگا، ایک زمانہ تک دونوں ایسا ہی کرتے رہے، پھر ابلیس نے آ کر عابد کو مزید ورغلایا اور عابد اس کے گھر میں جا کر دن بھر اس کے ساتھ بات کرنے لگا، جب دن ختم ہو جاتا تو اپنے کلیسا میں آ جاتا۔

پھر ابلیس آیا اور عابد کی نظر میں اس لڑکی کو اتنی حسین شکل میں پیش کرنے لگا کہ وہ بہک گیا چنانچہ اس نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور اس کا بوسہ لے لیا، ابلیس عابد کی نگاہوں میں لڑکی کو حسین سے حسین تر بنا کر پیش کرنے لگا، یہاں تک کہ عابد نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی چنانچہ وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ کو جنم دیا، پھر ابلیس آیا اور کہنے لگا: بتاؤ وہ لڑکی تمہارے بچے کی ماں بن چکی ہے اگر اس کے بھائی آ جائیں تو تم کیا کرو گے؟ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں ذلیل ورسوا کر دیں گے۔ اس لئے جاؤ اور اس کے لڑکے کو ذبح کر کے دفن کر دو، وہ اس راز کو اس ڈر سے راز ہی رکھے گی کہ کہیں اس کے بھائیوں کو تمہارے ناجائز تعلقات کا علم نہ ہو جائے، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا پھر شیطان نے عابد سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے بھائیوں سے تمہارے تعلقات اور اس لڑکے کو قتل کرنے کی بات کو چھپائے گی؟ جاؤ اس کو بھی قتل کر کے لڑکے کے ساتھ دفن کر دو، شیطان اس بات پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ اس کو بھی دفن کر دیا اور دونوں کے اوپر ایک پتھر کی بڑی سی سل رکھ کر زمین برابر کر دی پھر اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت میں مصروف ہو گیا جب تک اللہ کی مشیت تھی وہ عبادت میں مصروف رہا' یہاں تک کہ لڑکی کے بھائی جنگ سے واپس ہوئے۔ وہ عابد کے پاس آئے اور اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا۔ عابد نے کہا کہ وہ مر چکی ہے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگا اور کہا کہ وہ بہت اچھی عورت تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔

اس کے بھائی قبر کے پاس آئے اور اس کی موت پر رونے لگے اور اظہار تعزیت کیا، کچھ وقت تک وہ اس قبر کے پاس مقیم رہے، پھر اپنے اہل وعیال میں واپس ہو گئے۔ جب رات ہوئی اور تینوں اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے، تو شیطان خواب میں ان کے پاس ایک مسافر کی شکل میں آیا، سب سے پہلے بڑے بھائی کے پاس آیا اور اس سے اس کی بہن کے متعلق پوچھا، چنانچہ اس نے اس کو عابد کی بات بتائی کہ وہ مر چکی ہے اور

عابد کو بھی اس کا بڑا رنج ہے اور عابد نے کس طرح قبر کی جگہ بتائی تھی، وہ بھی بیان کر دیا۔ شیطان نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ عابد نے تم سے تمہاری بہن کے بارے میں سچ نہیں کہا۔ اس نے تمہاری بہن کو حاملہ کر دیا تھا، اس کو اس سے بچہ ہوا چنانچہ اس نے تمہارے ڈر سے لڑکی اور بچہ دونوں قتل کر کے جس گھر میں وہ رہتی تھی اس کے دروازہ کے پیچھے گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ وہ گڑھا گھر میں داخل ہونے والے کے دائیں جانب ہے، جاؤ اور جس گھر میں رہتی تھی اس دروازے کے پیچھے دیکھو جیسا میں نے کہا ویسا ہی ملے گا۔ پھر شیطان درمیانے بھائی کے خواب میں آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر سب سے چھوٹے بھائی کے پاس آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، جب تینوں بیدار ہوئے تو ان میں سے ہر ایک اپنے خواب کی وجہ سے حیرت و تعجب میں تھا، تینوں ایک دوسرے کے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے رات میں عجیب و غریب چیز دیکھی ہے ہر ایک نے ایک دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ بڑے نے کہا: اس خواب کی کوئی حقیقت نہیں، ہمیں اپنے کام سے لگنا چاہئے اور اس کو ذہن سے نکال دینا چاہئے۔ چھوٹے نے کہا: بخدا میں جب تک اس جگہ کو جا کر نہ دیکھ لوں یہاں سے نہیں ہٹ سکتا۔

وہب کہتے ہیں: چنانچہ تینوں بھائی نکلے یہاں تک کہ اس گھر میں آئے جہاں ان کی بہن رہتی تھی، دروازہ کھولا اور خواب میں جو جگہ بتائی گئی تھی اس کو کھودا، چنانچہ گڑھے میں اپنی بہن اور اس کے لڑکے کو اسی طرح پایا جس طرح ان سے کہا گیا تھا۔ انہوں نے عابد سے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اس نے دونوں کے ساتھ جو کیا تھا اس کے بارے میں ابلیس کے قول کی تصدیق کی۔ چنانچہ انہوں نے عابد کے خلاف بادشاہ کے دربار میں استغاثہ دائر کیا، عابد کو کلیسا سے نیچے لایا گیا اور پھانسی کے لیے پیش کیا گیا، جب اس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو ابلیس آیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا، تم نے اس عورت کو حاملہ کر کے اس کو اور اس کے لڑکے دونوں کو قتل کر دیا، اگر آج تم میری اطاعت کرو اور اس اللہ کے ساتھ کفر کرو جس نے تمہیں پیدا کیا تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا اور کافر ہو گیا، جب وہ کافر ہو گیا تو شیطان نے اس کو سولی دینے والوں کے سپرد کر دیا، چنانچہ اس کو تختہ دار پر چڑھا دیا گیا''۔ [تلبیس ابلیس: ص ۲۹]

اس قصہ کو بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّي بَرِيْءٌ مِّنْكَ﴾ [الحشر: ۱٦]

''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں۔''

۶)......گمراہ کرنے کا تدریجی طریقہ:

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک حربہ معلوم ہوا، وہ یہ کہ وہ انسان کو ایک ایک قدم آگے بڑھاتا ہے تاکہ اسے تھکن اور سستی کا احساس نہ ہو، جب وہ اسے ایک معصیت کے کام پر تیار کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس سے بڑی معصیت کی طرف لے جاتا ہے پھر اس سے بڑی کی طرف، یہاں تک کہ سب سے بڑی معصیت تک پہنچا کر ہلاکت وتباہی کے منہ پر دھکیل دیتا ہے۔ انسانوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ گمراہ اور کج دل ہوتے ہیں تو ان پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اور ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا زَاغُوٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾[سورۃ الصف :۵]

''پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔''

۷)......نسیان وغفلت:

جس چیز میں انسان کی بہتری اور بھلائی ہوتی ہے شیطان اس سے انسان کو غافل کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے آدمؑ کے ساتھ کیا کہ ان کے دل میں ایسے وسوسے ڈالتا رہا کہ وہ اللہ کے حکم سے غافل ہو گئے اور شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾[سورۃ طٰہ:۱۱۵]

''ہم نے اس سے پہلے آدمؑ کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔''

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم (یوشع بن نون) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ﴾

''آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر کرنا بھول گیا'' [الکہف:۶۳]

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو اس بات کی تاکید کی تھی کہ آپ یا آپ کا کوئی ساتھی ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھے جن میں اللہ کی آیتوں پر نکتہ چینی کی جا رہی ہو، لیکن کبھی ایسا ہوتا کہ شیطان ان کے ذہن

سے اس حکم امتناعی کو بھلا دیتا اور وہ ایسی مجلسوں میں بیٹھ جاتے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴾[سورة الانعام :٦٨]

''اے نبیؐ! جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ، یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں، اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس کا احساس ہو جائے، پھر اس کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔''

اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قیدی سے، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ اسے قتل کی سزا نہیں ہوگی اور وہ رہا ہو کر بادشاہ مصر کی خدمت میں لوٹ کر جائے گا، اس سے یہ درخواست کی تھی کہ جب وہ بادشاہ کے پاس جائے تو اس سے ان کا تذکرہ کرے مگر شیطان نے اس شخص کے ذہن سے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کے تذکرے کی بات بھلا دی تھی چنانچہ یوسف علیہ السلام کو کئی برس جیل میں رہنا پڑا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴾[سورة يوسف :٤٢]

''پھر ان میں سے جس کے متعلق خیال تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا، اس سے یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ''اپنے بادشاہ (شاہِ مصر) سے میرا ذکر کرنا، مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے بادشاہ سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور یوسف کو کئی سال قید خانے میں رہنا پڑا۔''

انسان پر پوری طرح حاوی ہو جانے کے بعد شیطان اسے اللہ تعالیٰ سے کلی طور پر غافل کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾[سورة المجادله:١٩]

''شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے، وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔''

اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے ان سے منافقین مراد ہیں جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت سے معلوم

ہوتا ہے۔اللہ کو یادر کھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس کا ذکر کیا جائے کیونکہ اس سے شیطان دور رہتا ہے اور انسان اس کے اس وار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾[الکھف : ٢٤] ''بھول جاؤ تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو۔''

۸)...... فوج کا خوف:

شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ ہے کہ وہ مومنوں کو اپنی فوج سے خوفزدہ رکھنا چاہتا ہے تا کہ وہ اس کی فوج کے خلاف جہاد نہ کر سکیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مشن سے باز آ جائیں۔اہل ایمان کے حق میں شیطان کی یہ بڑی شاطرانہ چال ہے۔اللہ تعالیٰ شیطان کی اس چال سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

''اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا لہٰذا آئندہ تم ان سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔''[سورۂ آل عمران:۱۷۵]

اپنے دوستوں سے ڈرانے کا مطلب حضرت قتادہؓ کے بقول یہ ہے کہ ''وہ تمہارے دلوں میں ان کی ہیبت بٹھانا چاہتا ہے۔'' اسی لیے اللہ نے یہ کہا کہ اگر تم مومن ہو تو ان سے نہیں مجھ سے ڈرو، بندہ کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہے اس کا دل شیطان کے دوستوں کے خوف سے اتنا ہی خالی ہوتا ہے۔اگر اس کا ایمان کمزور ہو تو وہ ان سے خوفزدہ رہتا ہے۔

۹)...... نفس پر قبضہ:

نفس کو جو چیز محبوب ہوتی ہے شیطان اسی دروازے سے نفس پر قبضہ کرتا ہے۔علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب ''اغاثة اللهفان'' جلد ا ص ۱۳۲ میں اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ ''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی ملاقات نفس سے ہوتی ہے، شیطان نفس سے معلوم کرتا ہے کہ اسے کون سی چیز محبوب ہے جب اس کو نفس کی کمزوری معلوم ہو جاتی ہے تو وہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس کمزوری سے مدد لیتا ہے اور انسان پر اس دروازہ سے قابض ہو جاتا ہے۔شیطان اپنے انسان دوستوں اور ساتھیوں کو بھی یہ سبق سکھا دیتا ہے کہ اگر انہیں اپنے ساتھیوں سے کوئی فاسد مقصد ومفاد حاصل کرنا ہو تو ان پر اسی دروازہ سے قبضہ کیا جائے جو ان کے نزدیک محبوب ہو کیونکہ اس دروازہ سے جانے والا اپنے مقصد میں

ناکام نہیں ہو سکتا جو شخص دوسرے دروازے سے جائے گا اس کے لئے وہ دروازہ بند ہو گا وہ منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔"

شیطان اس دروازے سے حضرت آدم اور حوا کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴾

"اس نے کہا تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔" [الاعراف:۲۰]

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ: "اللہ کے دشمن ابلیس نے آدمؑ وحواؑ کو سونگھا اور اسے محسوس ہوا کہ دونوں کو جنت سے انسیت ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت کی ابدی نعمتوں سے بہرہ ور رہنا چاہتے ہیں۔ شیطان سمجھ گیا کہ آدم اور حوا پر تسلط حاصل کرنے کا یہی ایک دروازہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے پھر ان سے کہنے لگا:

﴿ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴾

"اس نے کہا: تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔" [الاعراف:۲۰]

۱۰)......شکوک وشبہات ڈالنا:

بندوں کو گمراہ کرنے کا ایک شیطانی ہتھکنڈا یہ ہے کہ شیطان انسانوں کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے عقائد کو متزلزل کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے بعض شبہات سے ہمیں آگاہ بھی کیا ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

"تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آ کر کہتا ہے: فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ یہ پوچھتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب بات یہاں تک پہنچ جائے تو آدمی کو اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے اور وہیں رک جانا چاہیے۔" [بخاری ومسلم]

بعض صحابہ کرامؓ بھی شیطان کی فتنہ سامانی سے نہ بچ سکے اور انہوں نے اپنے دل میں پیدا ہونے والے شیطانی خیالات کی نبی ﷺ سے شکایت کی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"کچھ صحابہؓ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا: "ہمارے دل میں ایسے

خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو زبان پر لانا بھی ہم میں سے کسی کو گوارا نہیں"۔ تو آپ ؐ نے فرمایا: کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں آپ ؐ نے فرمایا: یہی خالص ایمان ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے اس قول کہ: "یہی خالص ایمان ہے" کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے وسوسہ کو دفع کرنا، اس سے نفرت کرنا اور اس کو برا سمجھنا ہی خالص ایمان کی نشانی ہے۔ صحابہ کرامؓ شیطانی خیالات کا جس شدت سے شکار تھے، اس کو ملاحظہ کیجئے:

"نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں اپنے آپ سے ایسی باتیں کرتا ہوں جن کو زبان پر لانے سے بہتر ہے کہ جل کر بھسم ہو جاؤں! آپ ؐ نے فرمایا: شکر اس خدا کا جس نے اس معاملہ کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا"۔

شیطان دلوں میں جو شکوک القا کرتا ہے، اس کی تائید درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾[سورة الحج: ٥٢ تا ٥٤]

"(اے نبیؐ!) تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ) جب اس نے تمنا کی، شیطان نے اس کی تمنا میں القا کر دیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان القا کرتا ہے اللہ اس کو ختم کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے، اللہ علیم و حکیم ہے (وہ اس لئے ایسا ہونے دیتا ہے) تا کہ شیطان کی ڈالی ہوئی خرابی کو فتنہ بنا دے ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بے شک ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا وہ جان لیں کہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

یہاں تمنا کرنے سے مراد اپنے آپ سے بات کرنا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ اپنے

آپ سے بات کرتے تو شیطان از روئے فریب آپ کی بات میں القا کر دیتا اور کہتا: آپ کو اللہ سے حصے سے زیادہ مانگنا چاہیے تا کہ مسلمانوں میں فراغت اور خوشحالی عام ہو یا یہ تمنا کرنی چاہئے کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں ...... چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی تمنا میں شیطان جو وسوسہ ڈالتا اللہ تعالیٰ اس کو ختم کر دیتا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو حق بات سے آگاہ کر کے اپنی مراد و منشا سے آگاہ فرما دیتا......۔

بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ کہا ہے کہ ''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان قرآن میں ایسی چیزیں شامل کر دیتا ہے جن کا تعلق قرآن سے نہ ہوتا'' تو یہ بات بعید و ناممکن ہے۔ اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کو پہنچانے کے معاملے میں نبی اکرم ﷺ ہر تحریف سے معصوم و محفوظ ہیں۔

ایک صاحب علم، انسان کے دل میں پیدا ہونے والے کچھ شیطانی خیالات و شکوک کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہر صبح کو شیطان چار جگہوں پر میری گھات میں بیٹھ جاتا ہے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں۔ آگے سے آ کر کہتا ہے: فکر مت کرو، اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے، تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

﴿ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾[سورة طه:۸۲]

''میں اس شخص کو بخشتا ہوں جو توبہ کرے، ایمان لائے اور صالح عمل کرے پھر سیدھا چلتا رہے۔''

اور جب شیطان پیچھے سے آ کر اہل و عیال کی بربادی سے ڈراتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾[سورة هود:٦]

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔''

جب وہ دائیں جانب سے عورتوں کو پیش کرتا ہے تو میں یہ آیت تلاوت کرتا ہوں:

﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾[الاعراف :۱۲۸] ''آخرت کی کامیابی پرہیزگاروں کے لئے ہے''

اور جب وہ بائیں جانب سے نفسانی خواہشات کو پیش کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ﴾[سورة سبا:٥٤]

''اس وقت (یعنی روز قیامت) جس چیز کی یہ تمنا کر رہے ہوں گے اس سے محروم کر دیے جائیں گے۔''

۱۱ تا ۱۴)......شراب، جوا، بت پرستی اور فال نکالنا:

﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾[سورۃ المائدہ : ۹۰،۹۱]

''شراب خوری، اور جوئے بازی اور بت پرستی اور تیر (یعنی تیروں سے قسمت پوری کا فال لینا، یہ سب) شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچتے رہو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یاد الٰہی اور نماز سے تم کو غافل کر دے۔ تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پا کر بھی) تم باز نہ آؤ گے؟۔''

خَمر ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں، مَیسِر سے مراد جوا بازی ہے، اَلْاَنْصَاب کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے خواہ وہ پتھر ہو یا درخت، بت ہو یا قبر یا کچھ اور۔ اَزْلَام بے پر کے تیر ہوتے تھے، جن سے زمانہ جاہلیت میں لوگ قسمت کی باتیں معلوم کرتے تھے۔ یہ تیر کبھی بے پر کے ہوتے اور کبھی پر والے اور کبھی فال نکالنے کے لئے کنکریاں بھی استعمال کی جاتی تھیں، ایک تیر یا کنکری پر لکھا ہوتا تھا: ''میرے رب کا حکم ہے'' اور دوسری پر لکھا ہوتا تھا ''میرے رب کا حکم نہیں'' جب کوئی شخص شادی یا سفر یا دوسرا اہم کام کرنا چاہتا تو تیر یا کنکری کی تھیلی میں ہاتھ ڈالتا، اگر اجازت والا تیر یا کنکری نکلتی تو کام کرتا اور دوسری نکلتی تو نہ کرتا۔ شیطان لوگوں کو ان چاروں چیزوں پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں خود تو گمراہی ہیں ہی، اس کے ساتھ وہ مضر نتائج اور برے اثرات کا سبب بھی بنتی ہیں مثلاً:

شراب، شرابی کی عقل کو کھا جاتی ہے۔ جب اس کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے تو وہ تباہ کن اور حرام چیزوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے اور لوگوں کو پریشان کرتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ

''عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ شراب سے بچو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے، پچھلے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو لوگوں سے دور رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا، ایک غلط عورت اس پر فریفتہ ہوگئی عورت نے اس کے پاس اپنی لونڈی بھیجی اور گواہی کے بہانہ سے اس کو اپنے گھر بلایا، وہ آدمی لونڈی کے ساتھ آیا، جب وہ ایک دروازہ میں داخل ہوتا لونڈی دروازہ بند کر لیتی، یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت عورت کے کمرے میں

پہنچا جس کے پاس ایک بچہ اور شراب کا ایک جام رکھا ہوا تھا۔ عورت نے کہا: میں نے بخدا تم کو گواہی کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ بدکاری کرو یا اس بچے کو قتل کرو یا شراب پیو، بالآخر عورت نے اس کو شراب پلا دی، اس نے کہا: اور پلاؤ پھر اس نے عورت کے ساتھ بدکاری بھی کی اور بچے کو بھی قتل کر دیا۔ شراب اور ایمان کبھی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا تو شراب ہو گی یا ایمان"۔ [اس کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے، ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

صحیح مسلم اور سنن کی کتابوں میں مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی نے کچھ صحابہ کی دعوت کی پھر ان کو شراب پلائی۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کی بات ہے۔ جب ان لوگوں کو نشہ آیا تو وہ آپس میں فخر و تکبر کرنے لگے۔ بات ہاتھا پائی تک پہنچ گئی، سعد بن وقاص کو اس میں نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک آدمی نے ان کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پھینک ماری جس سے ان کی ناک زخمی ہو گئی اور اس کا نشان زندگی بھر نہیں مٹ سکا۔

اسی طرح ایک صحابی حرمت شراب سے پہلے نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے اور یہ آیت اس طرح تلاوت کی:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ یعنی ﴿لَآ اَعْبُدُ﴾ کی بجائے ﴿اَعْبُدُ﴾ کہا، (جس کا معنی یہ ہے کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں!) اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ [سورۃ النساء: ۴۳]

"تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ (نماز اس وقت پڑھو) جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو"

ہم نے بوڑھے خرانٹ کو دیکھا ہے جب وہ شراب پیتا ہے تو پاگلوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ چھوٹے بڑے سب اس پر قہقہے لگاتے ہیں، وہ بیچ راستہ میں سو جاتا ہے اور تمام لوگ اس کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں۔

جوا بھی شراب کی طرح خطرناک بیماری ہے۔ اگر یہ انسان کے نفس میں جڑ پکڑ لے تو اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے، پھر اس میں وقت اور دولت کی بربادی بھی ہے، اس سے عداوت و دشمنی جنم لیتی ہے، اور انسان حرام خوری کی راہ پر لگ جاتا ہے۔

مجسمے اور آستانے بھی شیطان تعمیر کرواتا ہے تاکہ بعد میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جانے لگے۔ مجسمہ اور آستانہ پرستی قدیم اور جدید ہر زمانے میں عام رہی ہے، شیطان ان مجسموں اور آستانوں کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں، کبھی آستانہ پرستوں سے بات بھی کرتے ہیں اور ان کو ایسی چیزیں دکھاتے ہیں

جن کی وجہ سے ان کا یقین اور بڑھ جاتا ہے پھر وہ ضرورت کے وقت وہیں آتے ہیں، اس کے آگے نذرانے پیش کرتے ہیں، قربانی دیتے ہیں، وہاں رقص وسرود کی محفلیں جمتی ہیں، میلے ٹھیلے لگتے ہیں۔ شیطان نے اس ہتھکنڈے کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے دعا کرتے وقت یہ کہا تھا:

﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾[ابراھیم: ۳۵،۳۶]

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ اے پروردگار! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔"

مسلمانوں میں قبر پرستی کی لعنت ہمیشہ رہی ہے۔ وہ قبروں پر دعا کرنے اور نذر و نیاز چڑھانے جاتے ہیں اور آج تو ایک نئی بدعت عام ہوگئی ہے جس سے شیطان بھی انسانوں پر ہنس رہا ہے وہ یہ کہ کسی نامعلوم فوجی یا سپاہی کا مجسمہ نصب کر دیا جاتا ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ مجاہد سپاہی کا میموریل ہے، اس کے سامنے تحفے پیش کئے جاتے ہیں، اس کی گردن میں پھول کی مالا پہنائی جاتی ہے، جب کوئی لیڈر ملک کا دورہ کرتا ہے تو وہ بھی اس مجسمہ پر حاضری دے کر اس کے سامنے ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہے۔ یہ سب بت پرستی ہے!

فال نکالنا: مستقبل کی باتیں اللہ کا سربستہ راز اور اس کا مخفی علم ہے، اس لئے نبی کریمؐ نے شادی، سفر یا دوسرے کاموں میں ہمارے لئے استخارہ کی نماز مقرر فرمائی تاکہ ہم اللہ سے اپنے لئے اچھی چیز کی دعا کریں۔ اور اسلامی شریعت نے تیروں وغیرہ کے ذریعہ فال نکالنے کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ تیر یا دوسری چیزیں نہیں جانتیں کہ خیر اور اچھائی کس جگہ ہے لہٰذا ان چیزوں سے مشورہ لینا عقل کی خرابی اور سراسر جہالت ہے، اسی طرح فال نکالنے کے لئے پرندوں سے مدد لینا بھی غلط ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی سفر کرنا چاہتا تو گھر سے نکلنے کے بعد پرندہ کو اڑاتا تھا۔ اگر وہ داہنی جانب اڑتا تو اس سفر کو مبارک سمجھا جاتا اور بائیں جانب اڑتا تو منحوس سمجھا جاتا، یہ سب گمراہی کی باتیں ہے۔

۱۵)...... جادوگری:

شیطان انسان کو جادوگری کے ذریعہ بھی گمراہ کرتا ہے وہ لوگوں کو جادو سکھاتا ہے جس میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ جادو کے ذریعہ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنے کو شیطان اپنی فوج کا اہم کارنامہ سمجھتا ہے جیسا کہ پیچھے اس سلسلہ میں ایک حدیث گزر چکی ہے۔ جادو کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾[سورة البقرة:۱۰۲]

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں، ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ ''دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو'' پھر بھی لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال سکیں، ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی، اور انہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، کتنی بری چیز تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا۔''

جادو کی حقیقت:

جادو کی حقیقت کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ محض تخیل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور جادوگروں کے واقعہ میں مذکور ہے:

﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴾[سورة طه:٦٦]

''یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے اس (موسیٰ) کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔''

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت مذکورہ (۱۰۲) سے پتہ چلتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جادو کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو محض تخیل ہے اور جس کا دارومدار شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی پر ہے۔ دوسری وہ جو حقیقت میں جادو ہے۔ اس کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالی جاتی اور لوگوں کو پریشان کیا جاتا ہے۔ اب اس کے چند دلائل ملاحظہ فرمالیں:

نبی کریم ﷺ پر یہود کی جادوگری: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''بنو زریق کے لبید بن اعصم نامی

ایک یہودی نے نبیؐ پر جادو کر دیا۔ آپ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کچھ کر رہے ہیں حالانکہ آپ کچھ نہیں کر رہے ہوتے تھے۔ ایک دن کی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب سے کئی مرتبہ دعا کی پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا تم جانتی ہو کہ میں نے اللہ سے جس معاملے میں دعا کی تھی، اللہ نے میری دعا کو قبول کر لیا؟! میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائینتی کی طرف۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو کون سی بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کا اثر ہے۔ پہلے نے کہا: اس پر جادو کس نے کیا؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں؟ دوسرے نے کہا: کنگھی کے بالوں اور کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں۔ پہلے نے کہا: یہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: 'ذی اَروان' کے کنویں میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر نبی اکرم ﷺ اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اس کنویں کے پاس گئے (اور اس کو دیکھا اور ختم کیا) پھر آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں مہندی کا آمیزہ ہو، اس کا کھجور کا درخت ایسے لگتا تھا گویا شیطانوں کے سر ہوں۔ حضرت عائشہ آنحضرتؐ سے کہتی ہیں کہ آپ نے اس کو (بال اور کھجور کا شگوفہ جس میں جادو کیا گیا تھا) جلا کیوں نہیں ڈالا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، مجھے تو اللہ نے شفا دے دی۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دوں، اس لئے اس کو دفن کروا دیا''۔ [بخاری و مسلم]

اس واقعہ کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی ﷺ پر جادو کے اثر سے آپ کی نبوت و رسالت میں بھی التباس پیدا ہوا کیونکہ جادو کا اثر آپ کے جسم اَطہر سے تجاوز کر کے دل و دماغ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ دوسری بیماریوں کی طرح یہ بھی ایک بیماری تھی جو آپ کو لگ گئی، جب کہ دین و شریعت کو اللہ نے اس سے محفوظ رکھا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾[الحجر: ۹]

''ہم نے ذکر (یعنی قرآن/شریعت) کو نازل کیا اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔''

۱۶)......انسان کی کمزوری:

انسان کے اندر کمزوری کے بہت سے پہلو ہیں جو حقیقت میں بیماریاں ہیں، شیطان ان بیماریوں پر گہری نظر رکھتا ہے بلکہ انسان کے نفس تک پہنچنے کے لئے یہی بیماریاں شیطان کے لئے دروازہ ثابت ہوتی ہیں۔ چند بیماریاں یہ ہیں: کمزوری، ناامیدی، اتراہٹ، خوشی، غرور، فخر، ظلم، زیادتی، ناحق انکار، ناشکری، جلد

بازی، اوچھاپن، حماقت، بخل، لالچ، حرص، لڑائی، جھگڑا، شک وشبہ، جہالت، غفلت، دھوکہ بازی، جھوٹا دعوی، گھبراہٹ، بے صبری، کنجوسی، تمرد، سرکشی، حد شکنی، زر پرستی اور دنیا داری......وغیرہ

اسلام روح اور اس کی بیماریوں سے نجات دلوانا چاہتا ہے، یہ کام زبردست جدوجہد کا طالب ہے۔اس میں راستے کی دشواریوں کو انگیز کرنے کی ضرورت ہے، اس کے مقابلہ میں خواہشات کی اتباع اور نفسِ امارہ کی پیروی بہت آسان کام ہے۔ پہلے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک چٹان کو پہاڑ پر لے جا رہا ہو اور دوسرے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چٹان کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف دھکیلے۔یہی وجہ ہے کہ شیطان کی بات ماننے والوں کی ہمیشہ اکثریت رہی اور مبلغین حق کو دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہت دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ذیل میں سلف کے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شیطان کس طرح انسان کے کمزور پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

۱)......معتمر بن سلیمانؒ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: "مجھے بتایا گیا کہ وسوسہ ڈالنے والا شیطان خوشی اور غم کے وقت انسان کے دل میں تیزی کے ساتھ ابھرتا ہے، اگر انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔" [تفسیر ابن کثیر: ۷/ ۴۲۳]

۲)......وہب بن منبہؒ کہتے ہیں: "ایک راہب کو شیطان نظر آیا تو اس نے اس سے پوچھا انسان کی کس عادت سے تمہیں سب سے زیادہ مدد ملتی ہے؟ شیطان نے کہا: جوش سے، انسان جب جوش میں ہو تو ہم اسے اسی طرح گھماتے ہیں جس طرح کھلاڑی گیند کو گھماتا ہے۔" [تلبیس ابلیس، ص ۴۲]

۳)......علامہ ابن جوزیؒ نے ابن عمرؓ سے یہ نقل کیا کہ: "حضرت نوحؑ نے شیطان سے پوچھا کہ وہ کن خصلتوں کی وجہ سے انسان کو تباہ کرتا ہے؟" شیطان نے کہا: "حسد اور لالچ سے"۔ [ایضاً]

دور جانے کی ضرورت نہیں حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کو دیکھئے، شیطان نے ان کے ساتھ کیا کیا اور تمام بھائیوں کے دلوں میں اپنے ایک بھائی کے خلاف حسد کی آگ کیسے بھڑکائی! حضرت یوسفؑ نے کہا تھا:

﴿وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي﴾ [سورۃ یوسف: ۱۰۰]

"اس اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا۔ حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔"

۱۷)...... عورت اور دنیا سے محبت:

نبی اکرم ﷺ ہمیں بتا چکے ہیں کہ آپ کے بعد آدمیوں کے لئے عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں۔اس لئے عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آدمیوں کو نظر نیچے رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے تنہائی میں عورت کے ساتھ ملنے سے منع کیا اور بتایا کہ جب بھی کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملے گا دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔سنن نسائی میں ہے کہ: ''عورت چھپائی جانے والی چیز ہے اگر وہ (بے پردہ) گھر سے باہر نکلے تو شیطان اس کو اٹھ اٹھ کر دیکھتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق آج ہم اپنی آنکھوں سے عورتوں کی اکثریت کو نیم برہنہ سڑکوں پر چلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔مشرق و مغرب میں ایسے ادارے قائم ہیں جہاں ننگی تصویروں، فحش ناولوں، اور بدکاری کو پیش کر کے لوگوں کو اس کی دعوت دینے والی بلیو فلموں کے ذریعے بے حیائی اور آوارگی کو فروغ دینے کے لئے عورتوں اور مردوں کی ایک زبردست فوج کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح دنیا پرستی ہر برائی کی جڑ ہے۔خونریزی، عصمت دری، دوسروں کی دولت پر ڈاکہ ڈالنا، تعلقات کو ختم کرنا یہ سب نتیجہ ہے دنیا کو حاصل کرنے اور چندروزہ عزت و شہرت کی لالچ کا۔

۱۸)...... گیت و سنگیت اور موسیقی:

گیت اور سنگیت یہ دو ایسے ہتھکنڈے ہیں جن کے ذریعے شیطان دلوں میں بگاڑ پیدا کرتا اور نفس کو تباہ کر دیتا ہے۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دشمنِ خدا (شیطان) کا ایک حربہ جس کے ذریعہ اس نے کم علموں اور نادانوں کو فریب دیا، جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کا شکار کیا، سیٹی بجانا، تالی پیٹنا اور گانا بجانا ہے۔اس کے ذریعہ شیطان دلوں کو قرآن سے پھیر کر فسق و فجور کی طرف مائل کر دیتا ہے۔یہ شیطان کا قرآن ہے، رحمٰن سے روکنے کے لئے دبیز پردہ ہے، لواطت اور زناکاری کا منتر ہے، اس سے شیطان نے باطل پرور لوگوں کو دھوکا دیا، ان کی نگاہوں میں اس کو خوشنما بنا کر پیش کیا اور اس کے حسن و جمال کو ثابت کرنے کے لئے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کی وحی کی۔انہوں نے شیطان کی وحی کو سر آنکھوں پر رکھا اور قرآن کی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا......!'' [اغاثۃ اللہفان: جلد ۱/صفحہ ۲۴۲]

تعجب خیز بات یہ ہے کہ کچھ عبادت کے دعوے دار گانے بجانے اور ناچنے تھرکنے کو عبادت کا طریقہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ رحمانی سماع کو چھوڑ کر شیطانی سماع کی طرف جاتے ہیں۔ ابن قیمؒ نے اپنی اسی کتاب: اغاثة اللهفان (ج ۱/ص ۲۵۶) میں اس سماع کے کئی نام ذکر کیے ہیں مثلاً لہو، لغو، باطل، جھوٹ، سیٹی، تالی، زنا کاری کا منتر، شیطان کا قرآن، دل میں نفاق کی جڑ، احمق آواز، بیہودہ آواز، شیطان کی آواز، شیطان کا باجا وغیرہ وغیرہ۔ علامہ نے گانے بجانے کی حرمت کو اس کتاب میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۱۹)......شریعت کی پابندی میں سستی:

مسلمان اگر اپنے دینِ اسلام پر پابندی سے کاربند رہے تو شیطان اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کے ساتھ کھلواڑ کر سکتا ہے لیکن شریعت کے کسی معاملے میں ذرا سستی سے کام لیا تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''اے ایمان والو! سب اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور (بعض کو کرنے اور بعض کو چھوڑنے میں) شیطان کے پیچھے نہ چلو (اس لئے کہ) وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۰۸]

اسلام کے تمام اَحکام پر عمل کرنے ہی سے شیطان سے نجات مل سکتی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ اگر نمازیوں کی صفیں ایک دوسرے سے پیوست ہوں تو شیطان نمازیوں کے بیچ میں نہیں گھس سکتا لیکن اگر حدیث سے ثابت ہونے والے اس مسئلہ کے برعکس صفوں میں کشادگی ہو تو شیطان نمازیوں کی صفوں کے بیچ میں در آتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

''صفوں کو درست کر دتا کہ شیاطین ''حذف'' کی اولاد کی طرح تمہارے بیچ میں نہ گھس آئیں، لوگوں نے کہا: حذف کی اولاد سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یمن کی چھوٹی بھیڑیں۔'' [صحیح الجامع الصغیر (ج ۱/ص ۳۸۴) اس کو احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے]

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''صفیں سیدھی کرو، ایک دوسرے سے مل کر کھڑے رہو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہاری صفوں میں شیاطین کو خاکستری بکریوں کی طرح (گھسے ہوئے) دیکھتا ہوں۔'' [صحیح الجامع:۱/۳۸۴]

۲۰)......شیطان کا انسان کے نفس تک پہنچنے کا راستہ:

وسوسہ: شیطان انسان کے دل ودماغ تک ایسے ڈھنگ سے پہنچتا ہے کہ ہم سمجھ ہی نہیں سکتے، اس کو اس کام میں ہماری افتادِ طبع سے بھی مدد ملتی ہے، اسی کو ہم وسوسہ کہتے ہیں۔ یہ بات ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے اوراسی لئے شیطان کو ''وسواس'' کہا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾[سورۃ الناس: ٤، ٥]

''(میں پناہ مانگتا ہوں) چھپ چھپ کر وسوسے ڈلنے والے کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ الوسواس الخناس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: ''شیطان ابن آدم کے دل پر سوار ہے، اگر وہ اللہ کے ذکر سے غافل رہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور اللہ کو یاد کرے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔''

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔''

اسی وسوسہ سے شیطان نے حضرت آدم کو بہکا کر شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھلایا تھا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی﴾[سورۃ طٰه: ١٢٠]

''پھر بھی (باوجود اللہ کی تنبیہ کے) شیطان نے اس (آدم) کو وسوسہ ڈالا، اور کہا: ''اے آدم! میں تجھ کو دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں، جو کبھی پرانی نہ ہو!''

شیاطین کبھی انسانوں کا بہروپ بھرتے ہیں، کبھی انسانوں سے بات چیت کرتے ہیں اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام بھی لیتے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان دسویں باب میں آئے گا۔ ان شاء اللہ!



باب۹:

شیطان سے مقابلہ کرنے کے لئے مومن کا ہتھیار

۱)......احتیاط:

یہ مکار اور خبیث دشمن بنی آدم کی گمراہی کا طلبگار ہے۔ہم اس کے گمراہ کرنے کے مقاصد وذرائع سے واقف ہو چکے ہیں۔اس دشمن کے اغراض ومقاصد،وسائل وذرائع اور گمراہ کرنے کے طریقوں سے جتنی واقفیت ہوگی،ہم اتنا ہی اس سے محفوظ رہ سکیں گے۔اگر انسان ان تمام باتوں سے غافل رہے گا تو اس کا دشمن اس پر تسلط جما کر اسے جس راستہ پر چاہے گا،لے جائے گا۔اس لیے اس بارے احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲)...... قرآن وحدیث پر پابندی سے عمل:

شیطان سے محفوظ رہنے کا سب سے بڑا راستہ یہ ہے کہ علمی اور عملی طور پر قرآن وحدیث کی پابندی کی جائے،قرآن وحدیث میں سیدھا راستہ دکھایا گیا ہے اور شیطان کی کوشش یہ ہے کہ وہ ہمیں اس راستہ سے دور کردے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾[سورۃ الانعام :۱۵۳]

”نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو مبادا کہ وہ اس کے راستہ سے ہٹا کر تمہیں منتشر کردیں،یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو۔“

نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی وضاحت وتشریح اس طرح کی کہ اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا:یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے پھر دائیں اور بائیں دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا:یہ(گمراہی)کے راستے ہیں،ان میں سے ہر ایک راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا لوگوں کو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے،پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔[احمد،حاکم،نسائی]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ عقائد، اَعمال، عبادات وغیرہ کی پیروی کرنے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے گریز کرنے سے بندہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [سورة البقرة :٢٠٨]

''اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت میں مذکور لفظ ''سلم'' سے مراد اسلام ہے، بعض علماء کے بقول اس سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔ مقاتلؒ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد تمام اَعمال اور نیکی کی تمام شکلوں کو بجالانا ہے۔ لہذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ نے لوگوں کو اسلام کے جملہ احکام اور ایمان کے تمام شعبوں پر حتی الامکان عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا ہے۔ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے، وہ شیطان اور اس کے نقوش قدم سے دور ہو جاتا ہے اور جو اسلام کے کسی حکم کو چھوڑتا ہے وہ شیطان کے کسی حکم کا ماننے والا بن جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا یا حرام اور گندی چیزیں کھانا یہ سب شیطان کے نقش قدم کی پیروی میں شامل ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾[سورة البقرة :١٦٨]

''لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

قول وعمل میں قرآن وحدیث کی پابندی کرنے سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس پر اسے بہت غصہ آتا ہے۔ صحیح مسلم، مسند احمد، اور سنن ابن ماجہ میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے تو شیطان وہاں سے ہٹ کر رونے لگتا ہے، کہتا ہے وائے ناکامی! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ملا تو میں نے نافرمانی کی۔ میرے لئے جہنم ہے!''

۴)......شیطان سے بچاؤ کے لیے اللہ کے حضور پناہ مانگنا:

شیطان اور اس کی فوج سے بچنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اللہ کی جناب میں رجوع کیا جائے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اس لئے کہ وہ اس پر قادر ہے۔ اگر اللہ اپنے بندے کو پناہ دے دے تو شیطان بندے تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾[سورة الاعراف :۱۹۹، ۲۰۰]

''اے نبیؐ! نرمی ودرگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے نہ اُلجھو، اگر کبھی شیطان تمہیں اُکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو وہ سب کچھ جاننے والا اور سننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ شیطان کے وسوسوں اور اس کے حاضر ہونے سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾

''اور دعا کرو کہ ''پروردگار! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں بلکہ اے میرے رب! میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''[سورۃ المومن:۹۷، ۹۸]

هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ سے مراد شیطانی خیالات ووساوس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شیطان دشمن سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے اس لئے کہ شیطان احسان ورشوت قبول نہیں کرتا۔ اس کی خواہش صرف یہ ہے کہ ابن آدم ہلاک وبرباد ہوجائے کیونکہ اس کو آدم اور ابن آدم سے سخت بیر ہے۔ نبی کریم ﷺ مختلف طریقوں سے شیطان سے اللہ کی بکثرت پناہ مانگتے تھے چنانچہ نماز میں دعاءِ افتتاح (ثنا) کے بعد فرماتے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))[سنن اربعہ]

''میں اللہ کی جو سننے اور جاننے والا ہے، پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسہ سے، اس کی پھونک سے اور اس کے جادو سے۔'' هَمْز کی تفسیر گلا گھونٹنے سے نَفْخ کی تکبر سے اور نَفْث کی شعر سے بھی کی گئی ہے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پناہ مانگنا: آپؐ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو نر اور مادہ ہر قسم کے شیطان سے پناہ مانگتے جیسا کہ صحیحین میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ''جب نبیؐ بیت الخلاء میں داخل ہوتے

تو یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

"اے اللہ! ناپاک شیطانوں اور جنیوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں بسند صحیح زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"یہ بیت الخلاء خطرے کے آماجگاہ ہیں، اس لئے تم میں سے کوئی شخص ان میں داخل ہوتو یہ دعا پڑھے:

((اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) "ناپاک شیطانوں سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

غصہ کے وقت پناہ مانگنا: نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں میں آپس میں تکرار ہوگئی، ان میں سے ایک شخص کو اتنا غصہ آیا کہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی ناک پھٹ جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسا جملہ معلوم ہے کہ اگر وہ اسے پڑھے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے، صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کون سا جملہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے یہ پڑھنا چاہیے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ))

"اے اللہ! میں سرکش شیطان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" [بخاری ومسلم]

نبی کریم ﷺ نے شیطان سے بچاؤ کے لیے اپنے ایک صحابی کو یہ دعا بھی سکھائی ہے:

((اللھم فاطر السموت ولارض عالم الغیب والشھادة لااله الا انت، رب کل شی ء وملیکه اعوذبك من شر نفسی ومن شر الشیطن وشرکه وان اقترف علی نفسی سوء))

[اس کو ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا۔ بحوالہ: صحیح الجامع (٦/٥٦)]

"اے اللہ! آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، غائب وحاضر کے جاننے والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے ہر چیز کے مالک وپالنہار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان کی شرارت اور شرک سے اور اس بات سے کہ میں کسی گناہ کا ارتکاب کروں۔"

جماع کے وقت پناہ مانگنا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس وقت بھی استعاذہ کی تاکید فرمائی جب آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، آپ نے یہ دعا سکھائی:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا))[بخاری ومسلم]

"اللہ کے نام سے، اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور شیطان کو ہماری اولاد سے دور رکھ۔"

گدھے کے چیخنے کے وقت پناہ مانگنا: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "جب گدھا چیخے تو تم سرکش شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔" [یعنی اعوذ باللہ پڑھو۔ صحیح الجامع (١/٢٨٦)]

بال بچوں کی حفاظت کے لیے تعوذ پڑھنا: نبی ﷺ حسنؓ اور حسینؓ کی حفاظت کی دعا کرتے اور فرماتے:

((أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))

''میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان سے اور موذی جانور سے اور نظر بد سے۔'' پھر آپ فرماتے: ''میرے باپ ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیل اور اسحاق کی حفاظت کے لئے اسی طرح دعا کرتے تھے۔'' [بخاری و مسلم]

شیطان سے پناہ مانگنے کی بہترین دعا: سب سے بہتر دعا جس کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے، وہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس ہے جیسا کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کے پناہ مانگنے کے لیے ان دو سورتوں سے بہتر کوئی سورت نہیں یعنی: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ '' [نسائی]

ایک نکتہ: سلف میں سے کسی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے شاگرد سے کہا: اگر شیطان تمہارے سامنے برائیوں کو مزین کر کے پیش کرے تو تم اس کا کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ اس سے لڑوں گا۔ انہوں نے کہا: اگر وہ دوبارہ ایسا کرے؟ اس نے کہا پھر لڑوں گا۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جائے گا، اچھا بتاؤ اگر تم بکریوں کے کسی گلہ کے پاس سے گزرو اور اس گلہ کا محافظ کتا بھونکنے لگے یا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا: حسب طاقت اس کا مقابلہ کر کے اس کو دفع کروں گا۔ انہوں نے کہا اس طرح بھی بات لمبی ہو جائے گی، تمہیں چاہیے کہ اس کی بجائے بکریوں کے مالک سے امداد حاصل کرو، وہ تم سے کتے کو روک دے گا۔'' اسی طرح شیطان سے بچنے کے لئے خالق سے پناہ مانگنی چاہئے۔ (تلبیس ابلیس ص ٤٨)]

یہ اس بزرگ عالم کا عظیم تحفہ ہے۔ اللہ کی حفاظت و پناہ ہی وہ موثر ہتھیار ہے جو شیطان کو دور رکھ سکتا ہے۔ حضرت مریم کی والدہ نے بھی یہی کیا تھا، چنانچہ انہوں نے کہا تھا:

﴿ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾[سورة آل عمران: ٣٦]

''اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

ایک شبہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پھر بھی محسوس ہوتا ہے کہ شیطان ہمارے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، ہمیں برائی پر آمادہ کرتا ہے اور نماز میں ہمارے دل و دماغ کو الجھا دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ

ہے کہ استعاذہ کی مثال ایسے ہے جیسے لڑنے والے کے ہاتھ میں تلوار۔ اگر لڑنے والے کا ہاتھ مضبوط ہے تو وہ اپنے دشمن کو قتل کر سکتا ہے ورنہ تلوار خواہ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو اس کا دشمن پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ یہی حال استعاذہ کا ہے، اگر متقی و پرہیزگار شخص استعاذہ پڑھتا ہے تو وہ شیطان کے لئے آگ ثابت ہوگا جس میں شیطان بھسم ہو کر رہ جائے گا اور اگر کمزور ایمان والا استعاذہ کرتا ہے تو اس کا دشمن پر پائیدار اور خاطر خواہ اثر نہ ہوگا۔ لہٰذا جو مسلمان شیطان اور اس کے پھندے سے محفوظ رہنا چاہتا ہے، اسے اپنا ایمان مضبوط بنانا چاہیے۔ اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہئے، وہی صاحب قوت وسطوت ہے۔

۴)......ذکر الٰہی میں مشغولیت:

ذکر الٰہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جو بندے کو شیطان سے نجات دلا سکتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت یحیٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پانچ چیزوں کی تاکید فرمائی تھی، ان میں ایک یہ بھی تھی:

''میں تمہیں ذکر الٰہی کی تاکید کرتا ہوں، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن لگے ہوں، وہ ایک مضبوط قلعہ میں آ تا ہے اور اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ یہی حال بندے کا ہے وہ اپنے آپ کو ذکر الٰہی کے مضبوط قلعے کے ذریعہ ہی شیطان سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔''

علامہ ابن قیمؒ الوابل الصیب میں (ص ۶۰ پر) رقمطراز ہیں:

''اگر ذکر الٰہی کی صرف یہی ایک خصوصیت ہوتی تب بھی بندے کے لئے مناسب تھا کہ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی نہ تھکتی۔ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہتا، اس لئے کہ وہ ذکر ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو دشمن سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دشمن اس پر غفلت ہی کی حالت میں حملہ کرتا ہے، اس پر دشمن کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں، جب وہ غافل ہوتا ہے تو دشمن حملہ کر کے اس کا شکار کرتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو دشمن پیچھے ہٹ جاتا اور ایسا سکڑ جاتا ہے جیسے مولا، یا مکھی ہو۔ اسی لئے اس کو الوسواس الخناس کہتے ہیں یعنی وہ دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے''۔

۵)...... مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی:

مسلمان کے لئے شیطان کے پھندے سے بچنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ دیار اسلام میں

سکونت اختیار کرے اور اپنے لیے ایسی صالح جماعت کو منتخب کرے جو حق کے معاملہ میں تعاون کرنے والی، حق بات کی ترغیب دینے والی، برائیوں سے روکنے والی، اور بھلائیوں کی دعوت دینے والی ہو۔ کیونکہ اتحاد و اتفاق میں غیر معمولی طاقت ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"تم میں سے جو شخص جنت کی راحت و وسعت کا خواہشمند ہے، اسے جماعت سے وابستہ رہنا چاہئے۔ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے۔" [ترمذی: حسن صحیح]

جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اسلام میں اس وقت تک جماعت کی کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ وہ حق یعنی کتاب و سنت کی پابند نہ ہو۔ حدیث میں ہے:

"جس دیہات یا بستی میں تین افراد ہوں اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، تم لوگ جماعت سے وابستہ رہو، ریوڑ سے علیحدہ بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔" [ابوداؤد، نسائی وغیرہ]

سنن ابوداؤد میں معاویہ بن ابی سفیان کے بارے میں ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور کہا: سنو! ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"سنو! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ یہ ملت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں ہوں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ 'جماعت' ہے۔" (یعنی جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے یعنی قرآن و سنت پر چلیں گے)

۶)......شیطانی منصوبوں اور نام نہاد عاملوں سے بچاؤ اور دوری:

مسلمانوں کو تمام شیطانی راستوں اور گمراہ کن وسائل و ذرائع سے باخبر رہنا چاہیے اور ان کو لوگوں کے سامنے بے نقاب کرنا چاہیے۔ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ نے اس فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دیا ہے چنانچہ شیطان نے آدمؑ کو جس ہتھکنڈے کے ذریعے گمراہ کیا تھا، قرآن نے ہمیں اس سے آگاہ کر دیا اور نبی کریم ﷺ بھی صحابہ کرام کو بتایا کرتے تھے کہ شیطان کس طرح چوری چھپے آسمان پر جا کر اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتا ہے اور پھر اس سنی ہوئی بات کو کاہن یا جادوگر کے کان میں سو جھوٹ ملا کر ڈال دیتا ہے۔ آپ صحابہ کو یہ اس لئے بتاتے تھے کہ وہ ایسے لوگوں سے دھوکا نہ کھائیں۔ آپ نے صحابہ کو یہ بھی بتایا کہ شیطان کس طرح ان کے دل میں وسوسہ اندازی کرتا اور نماز و عبادات میں دل و دماغ کو الجھاتا اور کس طرح یہ وہم دلاتا ہے

کہ ان کا وضو فاسد ہو چکا ہے حالانکہ وضو فاسد نہیں ہوتا ہے اور کس طرح میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرتا ہے اور کس طرح آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی، فلاں چیز کس نے پیدا کی حتی کہ یہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟

۷)...... شیطان کی مخالفت:

پہلے گزر چکا ہے کہ شیطان انسان کا ہمدرد اور خیر خواہ بن کر آتا ہے، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اس کی ہر بات کی مخالفت کرے اور اس سے کہے کہ اگر تم کسی کے ہمدرد ہوتے تو پہلے اپنے آپ کے ساتھ ہمدردی کرتے۔ تم خود کو جہنم میں جھونک کر رب العالمین کے غضب کے مستحق ہو چکے۔ لہذا جو اپنا خیر خواہ نہیں ہو سکتا وہ دوسروں کا کیا خیر خواہ ہوگا۔ حارث بن قیس کہتے ہیں: ''اگر نماز کے وقت تمہارے پاس شیطان آئے اور کہے کہ تم ریا کاری کر رہے ہو تو تم نماز اور لمبی کر دو۔'' [تلبیس ابلیس: ص ۳۸]

یہ حارث بن قیسؒ کا اپنا ذاتی تفقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شیطان کو جو بھی چیز پسند ہو ہمیں اس کی مخالفت کرنی چاہئے۔ مثلاً شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے اس لئے ہمیں اس کی مخالفت کرنی چاہئے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''تم میں سے کوئی شخص کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے، پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے۔ پکڑے تو داہنے ہاتھ سے پکڑے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔'' [ابن ماجہ بحوالہ صحیح الجامع: ۵/۸۱]

اگر ہم کھڑے ہو کر پئیں تو شیطان بھی ہمارے ساتھ پینے میں شریک رہتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بیٹھ کر پینے کی تاکید فرمائی ہے، تاکہ شیطان کی مخالفت ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ہمیں قیلولہ (دوپہر کو آرام) کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اس کی علت یہ بتائی کہ

﴿ قِيلُوا فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا تَقِيلُ ﴾ [كتاب الطب، لابی نعيم بسند حسن: صحيح الجامع (١٤٧/٤)]

''قیلولہ کرو کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتے۔'' [یہاں بھی شیطانوں کی مخالفت کا حکم دیا]

قرآن نے ہمیں فضول خرچی سے منع کیا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شیطان مال کو برباد کروانا اور اس کو غیر مصرف میں خرچ کروانا چاہتا ہے۔ غیر ضروری

سامان اور فرنیچر وغیرہ کی بھرمار بھی فضول خرچی میں شامل ہے۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

"ایک بستر آدمی کے لئے، ایک اس کی بیوی کے لئے، ایک مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کے لئے ہے۔" [ابوداؤد، نسائی، احمد: بسند صحیح ر بحوالہ صحیح الجامع: ۸/۴]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ "شیطان تمہارے ہر کام میں موجود رہتا ہے حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی اگر لقمہ گر جائے تو اس پر لگی گندگی کو صاف کر کے اس کو کھالینا چاہیے اور شیطان کے لیے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں، پتہ نہیں کھانے کے کس حصہ میں برکت ہو۔" [مسلم ر بحوالہ صحیح الجامع: ۷۵/۲]

جلد بازی شیطانی کام ہے: شیطان کی ایک پسندیدہ چیز جلد بازی ہے اس لئے کہ اس سے انسان بہت سی غلطیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے:

"غور و فکر رحمانی صفت اور جلد بازی شیطانی صفت ہے" [صحیح الجامع: ۵۷/۳]

لہٰذا ہمیں اس معاملہ میں شیطان کی مخالفت کرنی چاہیے اور وہی کرنا چاہئے جو رحمان کو پسند ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا تھا: "تم میں دو صفتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہیں؛ ایک بردباری اور دوسری غور و فکر۔"

جمائی لینا: شیطان کو انسان کی ایک عادت جمائی لینا بھی پسند ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حتی الامکان اسے روکنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"جمائی لینا شیطانی فعل ہے، اگر تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے حتی الامکان روکنا چاہئے، کیونکہ جب کوئی (جمائی کے وقت) کہتا ہے "ہا" تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔" [بخاری و مسلم]

یہ اس لئے کہ جمائی سستی کی علامت ہے اور شیطان کے لئے یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ انسان سست اور کاہل پڑ جائے کیونکہ اس سے اس کی اُس کارکردگی اور جد وجہد میں کمی آئے گی جو اسے اللہ کے نزدیک بلند کر سکتی ہے۔

۸)...... توبہ و استغفار:

شیطان کے فریب کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب شیطان اسے گمراہ کرے تو وہ

فوراً اللہ کے کے دربار میں توبہ واستغفار کرلے۔اللہ کے نیک بندوں کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ارشادالٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾

''حقیقت میں جولوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی براخیال اگرانہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور پھرانہیں صاف نظر آنے لگتا ہے۔''[الاعراف:۲۰۱]

''طٰـئف'' کی تفسیر گناہ کا ارادہ کرنے یا گناہ کرنے سے کی گئی ہے۔نیز اللہ کا یہ قول''وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں''یعنی وہ اللہ کے عقاب وثواب اور وعدہ وعید کو یاد کرتے اور اس کی جناب میں فوراً توبہ واستغفار،انابت ورجوع کرتے ہیں۔ فَـاِذَا ھُـمْ مُّبْـصِـرُوْنَ یعنی وہ دیکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کے بعد اچانک محسوس کرتے ہیں کہ وہ گمراہی کی جس کیفیت میں تھے،اس سے اب بالکل شفایاب ہو چکے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان،انسان کے دل ونگاہ پر شکوک وشبہات کے ایسے دبیز پردے ڈال دیتا ہے کہ وہ یکسر اندھا ہو جاتا ہے،اسے حق وصداقت کی راہ نظر نہیں آتی۔

یہ تو اللہ کے بندوں کا حال ہے کہ وہ فوراً اللہ کے حضور توبہ وانابت کرتے ہیں۔اس معاملہ میں ان کے سامنے بابا آدم علیہ السلام کا اُسوہ ہوتا ہے کہ جب انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا تو وہ اور ان کی بیوی دونوں اللہ کے دربار میں متوجہ ہوکر کہنے لگے:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾[سورۃ الاعراف ۲۳]

''اے رب!ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا،اگر تو ہمیں معاف کر کے ہم پر رحم نہ کرے تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

لیکن شیطان کے گرگوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴾[سورۃ الاعراف :۲۰۲]

''اوران کے (یعنی شیاطین کے) بھائی بندتو انہیں ان کی کج روی میں کھینچے لئے چلے جاتے ہیں اور انہیں بھٹکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔''

یہاں اِخْوَانُھُمْ (بھائیوں) سے مراد انسانوں میں سے شیطان کے بھائی ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں ہے:

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ﴾[سورۃ الاسراء:۲۷]

''فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں''یعنی شیطان کے پیروکار اور اس کے تابعدار ہیں۔

اس آیت کے الفاظ: يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ (کج روی میں کھینچے لئے چلے جانے) کا مطلب یہ ہے کہ پوری تندہی سے گناہوں کے کاموں کو حسین شکل میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں اللہ نے فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴾[سورة مريم :۸۳]

'' کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے منکرین حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں خوب خوب (مخالفتِ حق پر) اُکساتے رہتے ہیں۔''

۹)...... شک وشبہ کا ازالہ جس سے شیطان دلوں میں پہنچ سکتا ہے:

مشکوک جگہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر کہیں شک کا موقع ہو تو لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہئے تا کہ شیطان کو مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ اس معاملہ میں ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ کا نمونہ موجود ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں آپ کی زوجہ حضرت صفیہ بت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ:

'' نبی اکرم ﷺ اعتکاف میں تھے، میں رات کے وقت آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئی، کچھ گفتگو ہوئی، پھر میں واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے گھر تک چھوڑنے کے لئے کھڑے ہوئے (حضرت صفیہ کا مسکن اسامہ بن زید کے گھر میں تھا) وہاں سے دو انصاریوں کا گزر ہوا جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو رفتار تیز کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آہستہ آؤ یہ (کوئی غیر عورت نہیں، میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہے۔ دونوں انصاریوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے رگ وریشہ میں خون کی طرح دوڑتا ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط خیال نہ ڈال دے۔''

امام خطابیؒ کہتے ہیں کہ '' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر ایسی مکروہ چیز سے پرہیز کرنا چاہئے جس پر لوگوں کی نگاہ غلط انداز میں پڑ سکتی ہو اور مشکوک چیز سے بیزاری کا اعلان کر کے لوگوں سے محفوظ رہنا چاہیے۔''

اس سلسلے میں امام شافعیؒ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ: '' نبی اکرم ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا دونوں کے دل میں آپ کے بارے کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے اور وہ کافر ہو جائیں۔ آپؐ نے یہ بات ان پر ترس کھا کر

کبھی تھی نہ کہ اپنے آپ پر۔'' [تلبیس ابلیس ص۴۶]

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن چیزوں کی تاکید کی ان میں دوسروں کے ساتھ خوش گفتاری سے پیش آنا بھی شامل ہے تاکہ شیطان ہمارے اور ہمارے اپنے بھائیوں کے بیچ میں گھس کر عداوت ودشمنی نہ ڈال سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ﴾[سورۃ الاسراء:۵۳]

''(اے نبیؐ!) آپ میرے بندوں (یعنی مومن بندوں) سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہتر ہو۔ دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔''

اس بارے کچھ لوگ تساہل برتتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ بعض لوگ دوسروں کے بارے ایسی بات کرتے ہیں جس میں کئی احتمالات ہوتے ہیں، اور کچھ احتمال غلط بھی ہوتے ہیں۔ کوئی اپنے بھائی کو ایسے الفاظ والقاب سے پکارتا ہے جو اس کو ناپسند ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز شیطان کے لئے دروازہ بن جاتی ہے۔ شیطان ان کے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے اور اتحاد ومحبت کی جگہ بغض وعداوت پیدا ہو جاتی ہے۔



باب ۱۰:

روحوں کی حاضری کی حقیقت

شیطان کا بہروپ:

کبھی شیاطین انسان کے پاس آتے ہیں تو وسوسہ اندازی کے ڈھنگ میں نہیں بلکہ کسی انسان کی شکل میں وہ نظر آتے ہیں۔ کبھی ان کی صرف آواز سنائی دیتی ہے جسم دکھائی نہیں دیتا۔ کبھی کوئی اور عجیب وغریب روپ ہوتا ہے۔ شیاطین لوگوں کے پاس آ کر کبھی یہ کہتے ہیں کہ وہ جن ہیں، کبھی جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے آپ کو غیب دان بتاتے ہیں، اور کبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا تعلق روحوں کی دنیا سے ہے۔

بہر حال شیاطین بعض لوگوں سے ہم کلام ہوتے ہیں، کبھی براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور کبھی انسانوں ہی میں سے کسی شخص کی زبان سے شیطان بات کرتے ہیں اور اس شخص کو 'ثالث' کہا جاتا ہے۔ کبھی خط وکتابت کے ذریعہ گفتگو ہوتی ہے۔ کبھی شیطان بڑے بڑے کام کرتے ہیں، انسان کو اٹھا کر ہوا میں لے اڑتے ہیں، اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں، کبھی وہ ان سے کوئی چیز طلب کرے تو اس کے سامنے حاضر کر دیتے ہیں، لیکن شیطان اس قسم کے کام انہی گمراہ لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منکر اور بدعمل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ظاہر میں دیندار اور متقی نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں حد درجہ بے راہ رو اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں۔ علماء متقدمین ومتاخرین نے اس طرح کی بہت سی باتیں ذکر کی ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔ انہی میں سے صوفی حلاج کا وہ واقعہ بھی ہے جس کو امام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ:

"وہ (حلاج) خوبصورت تھا، اس کے پاس کچھ شیاطین تھے جو اس کی خدمت بجالاتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے حلاج اور اس کے کچھ ساتھی ابوقبیس نامی پہاڑ پر تھے، اس کے ساتھیوں نے اس سے مٹھائی مانگی، وہ قریب ہی کسی جگہ پر گیا اور وہاں سے مٹھائی کی ایک پلیٹ لے آیا۔ بعد میں تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ یمن کی کسی مٹھائی کی دوکان سے چرائی گئی تھی، اس کو اس علاقے کا شیطان اٹھا کر لایا تھا"۔

امام ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

''حلاج کے علاوہ شیطانی حالت رکھنے والے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ایسے واقعات بہت پیش آتے ہیں مثلاً ایک شخص جو ابھی (ابن تیمیہ کے زمانے میں) دمشق میں ہے، اس کو شیطان صالحیہ پہاڑ سے اٹھا کر دمشق کی کسی مضافاتی بستی میں لے جاتا تھا۔ وہ ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا روشندان سے گھر کے اندر آ جاتا اور گھر میں بیٹھے ہوئے سب لوگ اس منظر کو دیکھ رہے ہوتے۔ پھر رات کو وہ باب الصغیر (دمشق کے اس وقت کے چھ دروازوں میں سے ایک دروازہ) کے پاس آتا اور وہاں سے وہ اور اس کا ساتھی دونوں اندر آ جاتے۔ وہ نہایت بدکردار شخص تھا۔ ایک دوسرا شخص شاہدہ نامی بستی میں واقع شوبک قلعہ میں رہتا تھا، وہ بھی ہوا میں پرواز کر کے پہاڑ کی چوٹی پر جاتا اور تمام لوگ اس کو دیکھتے۔ شیطان اس کو اٹھا کر لے جاتا تھا، وہ رہزنی بھی کرتا تھا۔

یہ لوگ زیادہ تر شر پسند ہوتے ہیں، ایسا ہی ایک شخص فقیر ابو الجیب ہے۔ لوگ اندھیری رات میں اس کے لئے خیمہ نصب کرتے ہیں، تقرب کے طور پر روٹیاں پکاتے (کھانا تیار کرتے) ہیں۔ وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے، وہاں نہ کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جو اللہ کا ذکر کرنا جانتا ہے، نہ کوئی ایسی کتاب ہوتی ہے جس میں اللہ کا ذکر ہو، پھر وہ فقیر ہوا میں اڑتا ہے، اور لوگ اس کو دیکھتے ہیں۔ شیطان کے ساتھ اس کی گفتگو سنتے ہیں۔ کوئی پیسے یا روٹی چرائے تو اسے ڈفلی سے مار پڑتی ہے، مگر مارنے والا نظر نہیں آتا۔ پھر لوگ جو باتیں پوچھتے ہیں، شیطان بتاتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ وہ اس کے لئے گائے، گھوڑے یا کسی جانور کی نیاز کریں اور جانور کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے کی بجائے اس کا گلا گھونٹ دیں، ایسا کرنے پر ان کی حاجت روائی کی جائے گی۔''

امام ابن تیمیہؒ ایک اور پیر جی کے بارے ذکر کرتے ہیں جس نے ان کو خود بتایا کہ ''وہ عورتوں کے ساتھ بدکاری اور بچوں کے ساتھ لونڈے بازی کرتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک کالا کتا آتا ہے جس کی آنکھوں کے سامنے دو سفید نقطے ہوتے ہیں، وہ مجھ سے کہتا ہے: فلاں بن فلاں نے تمہارے لئے نذر مانی تھی، کل ہم اس کو تمہارے پاس لے کر آئیں گے۔ میں نے تمہاری خاطر اس کی ضرورت پوری کر دی ہے۔ دوسری صبح کو وہ شخص اس کے پاس نذر لے کر آتا اور یہ پیر جی اسے قبول فرما لیتے۔''

اسی پیر کے بارے میں ابن تیمیہؒ ذکر کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ ''جب مجھ سے کسی چیز کو بدلنے کے

لئے کہا جاتا مثلاً یہ کہا جاتا کہ اس چیز کو "لاذن" (گوند جو بطور عطر و دوا استعمال ہوتا ہے) میں تبدیل کر دو تو میں اس چیز کو بدل جانے کو اتنی دیر تک کہتا کہ مدہوش ہو جاتا، پھر اچانک میرے ہاتھ یا منہ میں "لاذن" موجود ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں اس کو کون رکھتا تھا"۔ وہ گمراہ پیر مزید کہتا ہے: "میں چلتا تو میرے آگے آگے ایک سیاہ ستون ہوتا تھا جس میں روشنی ہوتی"۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ "جب اس پیر نے توبہ کر لی، نماز روزے کا پابند ہو گیا اور حرام چیزوں سے بچنے لگا تو کالا کتا غائب ہو گیا اور کسی چیز کو بدل دینے کی کیفیت بھی بند ہو گئی۔ اب وہ کسی چیز کو نہ 'لاذن' میں تبدیل کر سکتا ہے نہ کسی دوسری چیز میں۔
ایک دوسرے پیر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس کچھ شیطان تھے جن کو وہ بعض لوگوں پر سوار کر دیتا تھا۔ آسیب زدہ شخص کے گھر والے اس پیر کے پاس آتے اور اس سے شفا کی درخواست کرتے۔ پیر اپنے ماتحت شیطانوں سے کہتا، وہ اس شخص کو چھوڑ دیتے۔ آسیب زدہ شخص کے گھر والے اس پیر کو خوب روپے دیتے۔ بعض اوقات جنات اس پیر کے پاس لوگوں کا غلہ اور روپے چرا کر لاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی کے گھر میں گھروندے کے اندر کچھ انجیر رکھے ہوئے تھے، پیر نے جنوں سے انجیر کی فرمائش کی انہوں نے انجیر حاضر کر دیا، گھر والوں نے جب گھروندے کو دیکھا تو وہاں انجیر نہ تھے۔
ایک اور شخص کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس کا علمی مشغلہ تھا، کچھ شیطان اس کو گمراہ کرنے کے لئے آئے اور کہا کہ ہم نے تم سے نماز معاف کر دی، تم جو چاہو ہم تمہارے لئے حاضر کر دیں گے۔ چنانچہ وہ اس کے لئے مٹھائی یا پھل لے آتے، آخر کار وہ شخص کسی عالم دین کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے سامنے توبہ کی اور مٹھائی والوں کی اس نے جو مٹھائیاں کھائی تھیں ان کی قیمت ادا کی۔" [جامع الرسائل لابن تیمیہؒ: ص ۱۹۰ تا ۱۹۴]

شیطان کے گمراہ کرنے کے بعض طریقوں کو بیان کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:
"جن لوگوں سے نباتات (جڑی بوٹیاں اور درخت) بات کرتے ہیں میں ان کو خوب جانتا ہوں۔ ان سے حقیقت میں وہ شیطان بات کرتا ہے جو نباتات میں چھپا ہوتا ہے۔ میں ان لوگوں کو بھی جانتا ہوں جن سے درخت اور پتھر ہم کلام ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: "تم کو مبارک ہو اے اللہ کے ولی!" لیکن جب وہ آیت الکرسی پڑھتے ہیں تو یہ چیز ختم ہو جاتی ہے۔ میں اس کو بھی جانتا ہوں جو پرندوں کے شکار کو جاتا ہے تو وہ اس سے کلام کرتے اور کہتے ہیں: مجھے شکار کر دو تا کہ میں غریبوں کی خوراک بن جاؤں۔ یہ

بات کرنے والا دراصل شیطان ہے جو پرندوں کے جسموں میں ہوتا ہے جیسا کہ شیطان انسان کے بدن میں داخل ہو کر لوگوں سے بات چیت کرتا ہے۔ کچھ لوگ بند گھر میں ہوتے ہیں لیکن دروازہ کھلے بغیر وہ خود کو باہر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ باہر ہوتے ہیں لیکن دروازہ کھلے بغیر وہ خود کو دیکھتے ہیں کہ وہ گھر کے اندر پہنچ چکے ہیں۔ ان کو اصل میں جنات تیزی کے ساتھ گھر کے اندر یا گھر سے باہر پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی انسان کے پاس سے تیزی سے روشنی گزرتی ہے یا کبھی کوئی شخص اس کی ملاقات کے لئے آتا ہے۔ یہ سب شیطانوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ شیطان انسان کے دوست احباب کی شکل میں آتے ہیں۔ البتہ اگر بار بار آیۃ الکرسی پڑھی جائے تو یہ چیز ختم ہو جاتی ہے۔"

علامہ فرماتے ہیں: "میں اس شخص سے بھی واقف ہوں جس سے کوئی بات کرتا ہے اور کہتا ہے: میں اللہ کا حکم ہوں اور اس کو یقین دلاتا اور کہتا ہوں کہ تم وہی مہدی ہو جس کی نبیؐ نے بشارت دی تھی۔ وہ اس کے لئے کرامتیں بھی ظاہر کرتا ہے مثلاً اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں پر تصرف کرے، اگر اس کے دل میں پرندے کے دائیں بائیں جانے کا خیال ہوتا ہے تو پرندہ ادھر ہی جاتا ہے جدھر وہ چاہتا ہے، اگر اس کے دل میں کسی جانور کے کھڑے ہونے، سونے یا جانے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، بظاہر کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ شیاطین اس شخص کو مکہ لے جا کر واپس لاتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پاس خوبصورت لوگوں کو لاتے اور کہتے ہیں یہ اعلیٰ درجے کے فرشتے تمہاری ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ وہ اپنے دل میں کہتا ہے: یہ بے ریش جوان کے ہم شکل کیسے ہو گئے ہوں گے؟ سر اٹھا کر دیکھتا ہے تو ان کے داڑھی ہوتی ہے۔ شیطان اس سے کہتا ہے: تمہارے مہدی ہونے کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے جسم میں تل اُگے گی، چنانچہ تل اُگتی ہے اور وہ اسے دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں، دراصل یہ سب شیطان کی فریب کاری ہے۔" [مجموعہ فتاوی: ۱۱/۳۰۰]

علامہ فرماتے ہیں: "اہل ضلالت و بدعت جو غیر شرعی طریقے پر ریاضت و عبادت کرتے ہیں اور جنہیں کبھی کبھی کشف بھی ہوتا ہے، ایسے لوگ ان شیطانی جگہوں پر زیادہ جاتے ہیں جہاں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے، اس لئے کہ وہاں ان پر شیطان نازل ہوتے ہیں اور کچھ راز کی باتیں بتاتے ہیں جیسا کہ وہ کاہنوں کو بتاتے اور بتوں میں داخل ہو کر بت پرستوں سے باتیں کرتے ہیں۔ شیاطین ان لوگوں کے

بعض کاموں میں ان کی مدد بھی کرتے ہیں جس طرح جادوگر اور بت پرست، سورج پرست، چاند پرست اور ستارہ پرست قومیں شیطان کی عبادت کرتی اور اس کے سامنے ذکر وتسبیح اور لباس وخوشبو کا تحفہ پیش کرتی ہیں تو شیطان ان کی مدد اور مشکل کشائی کے لیے آتا ہے۔ یہ قومیں شیطان کو ستاروں کی روحانیت کہتی ہیں''۔[مجموع الفتاوی: ج۱۹ص۱۴۱]

شیطان کی خدمات حاصل کرنے کے لیے کفر وشرک کا نذرانہ:

یہ لوگ جنہیں ولی ہونے کا دعوی ہے، ان کا کام حقیقت میں شیطان کرتے ہیں اور انہیں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کفر وشرک کے ذریعہ شیطان کا قرب حاصل کرنا پڑتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

''یہ لوگ زیادہ تر اللہ کے کلام کو ناپاک چیزوں سے لکھتے ہیں، کبھی قرآنی آیتوں مثلاً سورۂ فاتحہ یا سورۂ اخلاص یا دوسری آیتوں کے حروف کو بدل دیتے ہیں۔ اللہ کے کلام کو خون یا دوسری ناپاک چیزوں سے بھی لکھا جاتا ہے، کبھی قرآن کے علاوہ شیطان کی دوسری پسندیدہ چیزوں کو لکھا یا پڑھا بھی جاتا ہے۔ جب یہ لوگ شیطان کی پسندیدہ چیزوں کو لکھتے یا ان کا ورد کرتے ہیں تو وہ بعض کاموں میں ان کی مدد کرتا ہے مثلاً کسی کنویں کا پانی گہرائی میں کر دیا، کسی کو ہوا میں اڑا کر دوسری جگہ پہنچا دیا، یا کسی کا مال چرا کر ان کو دے دیا۔ جو لوگ خیانت کرتے ہیں یا بسم اللہ نہیں پڑھتے، شیطان ایسے لوگوں کا مال بھی چرا کر ان کو دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کام کرتا ہے''۔[مجموع الفتاوی: ج۱۹ص۳۵]

جنوں سے خدمت لینے کا حکم:

یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت سلیمانؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا تھا اور انہیں ایسی سلطنت عطا کی تھی جو ان کے بعد کسی کے شایانِ شان نہیں۔ اب اگر کسی انسان کو کسی جن کی ماتحتی حاصل ہو تو وہ بطورِ تسخیر نہیں بلکہ جن کی رضامندی سے ہوگی، لیکن کیا جن کو ماتحت بنانا جائز ہے؟ ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

''انسان کے لئے جن کی تابعداری کی چند صورتیں ہیں، اگر انسان جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام یعنی اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہو اور انسانوں کو بھی اس کی تاکید کرتا ہو تو وہ اللہ تعالی کا افضل ترین ولی ہے اور اس معاملے میں رسول اللہ کا خلیفہ ونائب ہے۔ اگر کوئی شخص جن کو ایسی

چیزوں میں استعمال کرے جو اس کے لئے شرعی طور پر جائز ہوں تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مباح چیزوں میں کسی انسان کو استعمال کرتا ہے مثلاً انہیں فرائض کی ادائیگی کا حکم دے، حرام چیزوں سے روکے، اور اپنی جائز خدمت لے، اس کا مقام بادشاہوں کا مقام ہوگا جو لوگوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اگر اس کے مقدر میں یہ ہو کہ وہ اللہ کا ولی ہے تو دوسرے ولیوں میں اس کی حیثیت وہی ہوگی جو ایک حکمران نبی اور عام نبی کی ہوتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی حیثیت حضرت ابراہیمؑ، اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ کے مقابلے میں ہے۔

اگر کوئی شخص جن کو ایسی چیزوں میں استعمال کرے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں ممنوع ہوں مثلاً شرک میں استعمال کرے یا کسی بے گناہ کے قتل میں یا لوگوں پر ظلم کرنے میں مثلاً کوئی بیماری لگا دی، حافظہ سے علم بھلا دیا، یا کسی بدکاری کے معاملے میں استعمال کرے مثلاً بدکاری کرنے کے لئے کسی مرد یا عورت کو حاصل کر لیا وغیرہ وغیرہ...... تو یہ سب گناہ اور ظلم کے معاملے میں مدد لینے کے کام ہیں۔ پھر اگر وہ کفر کے معاملے میں جنوں سے مدد لیتا ہے تو کافر ہے۔ نافرمانی کے کام میں مدد لیتا ہے تو نافرمان، فاسق اور گنہگار ہے۔

اگر اس شخص کو اس بارے شریعت کا پورا علم نہ ہو اور وہ جنوں سے ایسی چیزوں میں مدد لے جن کو وہ کرامات سمجھتا ہو مثلاً حج کے معاملے میں مدد لے، یا جن اس کو ایسی جگہ اڑا کر لے جائیں جہاں بدعتی لوگوں کا سماع ہو رہا ہو، یا عرفات لے جائیں اور وہ خود شرعی حج نہ کرے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، یا ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائیں، تو ایسا شخص فریب کاری میں مبتلا ہے اور یہ جنات کی اس کے ساتھ فریب کاری ہے۔" [مجموع الفتاوٰی: ج ۱۱ ص ۳۰۷]

روحوں کو حاضر کرنے کا ڈرامہ:

روحوں کو حاضر کرنے کا آج ہر طرف چرچا ہے۔ اس جھوٹ کی بہت سے ایسے لوگوں نے بھی تصدیق کی ہے جن کا شمار عقلمند لوگوں اور عالموں میں ہوتا ہے۔ روحوں کو حاضر کرنے کا نام نہاد عمل کسی ایک طریقے سے نہیں ہوتا۔ کچھ طریقے تو خالص جھوٹ کا پلندہ ہوتے ہیں جن میں عیاری، ہوشیاری اور ماہرانہ فنکاری کا عمل دخل ہوتا ہے۔ کچھ طریقے ایسے ہوتے ہیں جن میں جن اور شیاطین کو استعمال کیا جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین نے اپنی کتاب "الروحیۃ الحدیثیۃ" (جدید روحانیت) میں ایسے لوگوں کے فریب کا خوب پردہ چاک کیا ہے۔ یہ لوگ روحوں کو حاضر کرنے کا عمل اندھیرے سے ملتی جلتی ہلکی سرخ روشنی ہی میں کرتے ہیں۔ روحوں کا آنا، آواز سنائی دینا اور جسموں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا یہ سب گہرے اندھیرے میں ہوتا ہے۔ دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ چھپے ہوئے چہرے کس جگہ بیٹھے ہیں اور آواز کہاں سے آرہی ہے۔ نہ وہ جگہ کی تمیز کر سکتا ہے کہ اس کی دیواریں، دروازے اور کھڑکیاں کس طرح کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین نے "خیمہ" کے متعلق بھی بتایا ہے کہ یہ حاضرین سے الگ قریب ہی ایک کمرہ ہوتا ہے، یا جس کمرے میں حاضرین بیٹھے ہیں اسی کا ایک حصہ ہوتا ہے، جس کو دبیز پردے سے ڈھک دیا جاتا ہے۔ یہ الگ جگہ ثالث کے بیٹھنے کے لئے تیار کی جاتی ہے، جس کے ہاتھوں نام نہاد روحیں جسمانی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ پردے سے ڈھکی اور اندھیرے میں چھپی ہوئی اس جگہ سے روحیں جسم کا روپ دھار کر نکلتی ہیں اور تھوڑی دیر بعد وہیں لوٹ جاتی ہیں، حاضرین میں سے کسی کو ان روحوں کو چھونے کی اجازت نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر موصوف کہتے ہیں کہ ایسے تاریک ماحول میں ہوشیاری و مکاری کو ڈھالنے کے لئے روحانی حضرات کے پاس فنکارانہ سانچوں کی کمی نہیں ہوتی ہے۔ فنکارانہ ہوشیاری سے لوگوں کو دھوکہ دینا ایک مشہور و معروف قدیم طریقہ ہے جس سے انسان نما شیطان اللہ کے بندوں کو گمراہ کر کے لوگوں کے پاس عزت و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے مال پر بھی ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاویٰ (۴۵۸/۱۱) میں اپنے زمانے کے ایک دفتر کے متعلق جس کو "بطائحیہ" کہا جاتا تھا، ذکر کیا ہے کہ ان کو غیب دانی اور کشف و کرامات کا دعویٰ تھا۔ ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ پوشیدہ مخلوق کو خود دیکھتے اور لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ پھر علامہ نے ان کے دجل و فریب کو آشکار کیا کہ وہ کسی گھر کے اندرونی حالات کو معلوم کرنے کے لئے کسی عورت کو بھیجتے، پھر جو باتیں ان کی معلوم ہوتیں، گھر والوں کو بتا دیتے اور یہ کہتے کہ یہ راز کی باتیں خاص انہی کو معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایک آدمی سے جس کو وہ عہدے کا لالچ دیتے تھے، وعدہ کیا کہ اسے پوشیدہ مخلوق دکھائی جائے گی، چنانچہ انہوں نے لمبی لمبی لکڑیاں تیار کیں اور ان پر چلنے کے لئے کچھ لوگوں کو متعین کیا کہ وہ ایسی ایکٹنگ کریں جیسے کوئی شیشے کے گیند سے کھیل رہا ہو، ان لوگوں نے "مزہ" پہاڑ پر چلتے ہوئے ایسی ہی ایکٹنگ کی، وہ نادان آدمی دور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ پہاڑ پر کچھ لوگ چل رہے

ہیں، وہ زمین سے بہت اونچائی پر تھے۔ اس طرح انہوں نے اس شخص سے خوب روپے اینٹھے اور اسے بعد میں ان لوگوں کی حقیقت معلوم ہوئی۔

ان لوگوں نے قفجق نامی ایک آدمی کے ساتھ بھی ایسا ہی فریب کیا کہ ایک شخص کو قبر میں بات کرنے کے لئے سلا دیا اور قفجق کو پٹی پڑھائی کہ مردہ بات کر رہا ہے پھر اس کو باب الصغیر کے قبرستان میں ایک آدمی کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ وہی شعرانی ہے جو لبان پہاڑ میں مدفون ہیں۔ قفجق کو اس کے قریب نہیں لے گئے بلکہ دور ہی رکھا تا کہ اس کے پاس اس کی 'برکت' پہنچتی رہے۔ انہوں نے کہا کہ شعرانی صاحب نے تم سے کچھ روپے مانگے ہیں۔ قفجق نے سوچا کہ شیخ راز کی باتیں بتا سکتے تو انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے جو روپے مانگے ہیں، میرے خزانے میں تو ہیں نہیں!

آخر وہ اس کے قریب گیا اور اس کے بال سے کھینچا تو اس کے ہاتھ میں کھال آ گئی۔ دیکھا تو وہ بکری کی کھال تھی جو اس آدمی کو پہنا دی گئی تھی......!

ڈاکٹر محمد حسین نے بتایا کہ یہ کرائے کے ٹٹو (جن کے بارے میں عامل حضرات کہتے ہیں کہ ان میں کٹھ پتلی بننے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے انہی کے ذریعے یہ تعلق قائم ہوتا ہے) اکثر دھوکا باز، عیار اور فریبی ہوتے ہیں۔ ان کو دین واخلاق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ خود روحانی حضرات کے یہاں ان ٹٹوؤں کے لئے دین واخلاق کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر موصوف نے ایک واقعہ ذکر کیا جو کہ ان کے ساتھ ذاتی طور پر پیش آیا تھا، اس واقعہ کی تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ثالث (ثالث رکرایہ کا ٹٹو) جھوٹا اور دھوکا باز تھا۔

ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی بتایا کہ جو لوگ روحوں کو حاضر کرتے ہیں، ان کی بعض مشاہدین کے ساتھ کیسی ملی بھگت ہوتی ہے اور جن لوگوں کو ایسی محفلوں میں شرکت کی اجازت دی جاتی ہے، ان کے انتخاب میں کس احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور اگر مشاہدین میں کچھ ہوشیار اور بیدار مغز لوگ موجود ہوں تو ناکامی کی توجیہ کس طرح کی جاتی ہے۔

جن اور شیطانوں کا استعمال: ڈاکٹر محمد حسین نے پہلے طریقے کو خوب اچھی طرح بے نقاب کیا جس کے بارے میں روحانی حضرات کہتے ہیں کہ وہ اسی سے روحوں کو حاضر کرتے ہیں 'یعنی کذب وفریب' نظر بندی اور ہاتھ کی صفائی کا طریقہ۔

دوسرے طریقے یعنی جن اور شیطانوں کو استعمال کرنے کے سلسلے میں صرف اشارہ سے کام لیا ہے، میں

سمجھتا ہوں کہ روحوں کو حاضر کرنے کے لئے جو دعوے کئے جاتے ہیں وہ اکثر اسی قبیل سے ہوتے ہیں۔

مردہ روحوں کی حاضری: ایک قدیم فراڈ:

اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نعرہ نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ لوگ جنوں سے کس طرح تعلقات قائم کرتے تھے، بلکہ معتبر علماء کی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مردوں کی روحیں مرنے کے بعد پھر زندہ ہوتی ہیں۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "ان میں (یعنی شیطانی کام کرنے والے کافروں، مشرکوں اور جادوگروں) میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے مرنے والے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ آئے گا، ان سے باتیں کرے گا، اپنا قرض اور امانت واپس کرے گا، اور انہیں کچھ وصیتیں کرے گا حالانکہ ان کے پاس وہ شکل آتی ہے جو ابھی زندہ ہے یعنی اس کا ہمزاد شیطان اس کی شکل میں آتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وہی مرنے والے کی روح ہے۔" [جامع الرسائل: ص ۱۹۴، ۱۹۵]

ایک معاصر کا تجربہ: اس تجربہ کا تعلق ایک صاحب قلم جناب احمد عزیز الدین البیانونی سے ہے۔ موصوف نے اس تجربہ کو اپنی کتاب الایمان بالملائکۃ (فرشتوں پر ایمان) کے اندر تحریر کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے ہو بہو نقل کر دوں، موصوف کہتے ہیں:

"روحوں کو حاضر کرنے کا نام نہاد نظریہ مشرق و مغرب کے لوگوں کے دل و دماغ کی الجھن بن گیا ہے، عربی اور دوسری مختلف زبانوں میں اس پر مضامین شائع ہوئے، کتابیں لکھی گئیں۔ محققین نے تحقیق کی، تجربہ کرنے والوں نے تجربہ کیا، اس کے بعد جو لوگ عقلمند تھے ان کی سمجھ میں آیا کہ یہ سراسر جھوٹ اور بکواس ہے اور اس سے کفر و شرک کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ روحوں کو حاضر کرنے کی جو بات کہی جا رہی ہے بالکل جھوٹ، دھوکا اور فریب ہے، نام نہاد روحیں حقیقت میں شیاطین ہیں جو انسان کے ساتھ کھیلتے اور دھوکا دیتے ہیں۔ مردے کی طرح روح کو حاضر کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ روحیں تن سے جدا ہونے کے بعد عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہیں۔ پھر وہ یا تو نعمتوں میں ہوتی ہیں یا عذاب میں، انہیں ان باتوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا جن کا روحوں کو حاضر کرنے والے دعوی کرتے ہیں۔ ان روحوں کے حاضر کرنے کے دعوے داروں نے مجھے بلایا تھا، میں نے خود اس کا طویل تجربہ کیا تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ سب شیطانی چکر ہے، شیطان کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا اور دھوکہ دینا ہے۔

تجربہ کا آغاز: تقریباً دس سال سے میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں، جس کا کہنا ہے کہ وہ انسان کی خدمت کے لئے نیک کاموں میں جنوں کو استعمال کرتا ہے۔ وہ یہ کام انسانوں ہی میں سے کسی ایک شخص کے ذریعہ کرتا ہے جس کو 'ثالث' کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہاں پہنچنے کے لئے اس نے ایک زمانہ تک لمبے لمبے اَوراد و وظائف کیے ہیں۔ یہ اَوراد و وظائف اسے ایک ایسے شخص نے بتائے تھے جو بزعم خویش اس فن کا عالم تھا۔ ایک دن ثالث میرے پاس کسی جن کی دعوت لے کر آیا کہ مجھے ایک اہم گفتگو کرنی ہے جس میں میرا بہت نام ہوگا۔ اللہ پر بھروسہ کر کے میں مقررہ وقت پر خوشی خوشی نکلا کہ چلو آج اس تجربے میں کوئی نئی بات معلوم ہوگی۔

دھوکا کیسے شروع ہوا؟ سب سے پہلے میرے ساتھ جو ہتھکنڈا استعمال کیا گیا، وہ یہ تھا کہ روح کو حاضر کرنے کا طریقہ ذکر و استغفار اور تہلیل و تکبیر ہے۔ اس سے فوری طور پر انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ پاکیزہ، سچی اور آسمانی روحوں سے ہم کلام ہوگا۔ میں ثالث کے گھر پہنچا، ہم دونوں گھر کے ایک خالی کمرے میں جمع ہوئے، وہ ایک بستر پر بیٹھ گیا۔ ہم نے (اسی کے کہنے کے مطابق) تہلیل و استغفار اور ذکر و اذکار شروع کر دیا، اس پر غنودگی طاری ہوئی، میں نے اسے بستر پر لٹا دیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اس پر چادر ڈھک دی، اتنے میں ایک ہلکی آواز سنائی دی۔ آواز والے نے مجھے سلام کیا، اور مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا، پھر اپنا تعارف کرایا کہ وہ ایک ایسی مخلوق ہے جو نہ فرشتوں میں ہے نہ جنوں میں، وہ کوئی دوسری قسم کی مخلوق ہے جسے اللہ نے کُن (ہو جا) کہہ کر پیدا کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کا کہنا تھا کہ جن اسی کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ کے احکام ملنے میں اس کے اور اللہ کے درمیان صرف چار واسطے ہیں پانچواں واسطہ جبریلؑ ہیں۔

وہ میری تعریف کرنے لگا اور کہنے لگا کہ وہ لوگ اب دوسرے انسانوں سے اپنے تمام تعلقات ختم کر دیں گے اور میرے ساتھ تعلقات پر اکتفا کریں گے، کیونکہ میں ان کے بقول اس زمانہ میں صاحب امتیاز اور اللہ کی عنایات کا مرکز ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے اس کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اس نے مجھ سے خوب دل فریب وعدے کئے جو بلا کے تعجب خیز بھی تھے۔ اللہ پر بھروسہ کر کے میں نے اس نئے تجربے اور پرفریب دعوت کو مان لیا اور اللہ سے درخواست کی کہ مجھے لغزش پا سے محفوظ رکھے، واضح حق کی رہنمائی عطا کرے، علم کی روشنی میرے ساتھ ہو، استقامت میرا راستہ ہو......!

جب پہلی ملاقات ہوئی تو اس نے دوسرے وقت دوسری ملاقات کی دعوت دی پھر اسی نے ثالث کو نیند سے بیدار کرنے کے لئے ایک مخصوص دعا بتائی۔ دعا پڑھی گئی، ثالث بیٹھ گیا اور اپنی آنکھیں ملنے لگا گویا وہ گہری نیند سے بیدار ہوا ہو اور اسے کسی بات کا علم نہ ہو۔ میں بھی مقررہ وقت پر واپس ہو گیا، اس کے بعد مدت دراز تک ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ہر ملاقات میں نت نئے وعدے ہوتے اور بتایا جاتا کہ تابناک مستقبل میرا منتظر ہے اور امت کو میرے ہاتھوں زبردست فائدہ پہنچنے والا ہے۔

بات آگے بڑھتی ہے: پھر بات آگے بڑھی، بہت سی روحیں مجھ سے ملاقات کرنے لگیں۔ ہر ملاقات میں تمہیدی طور پر ذکر و استغفار ہوتا اور کبھی نہیں بھی ہوتا، کبھی میں ثالث کے ساتھ کھانے پر ہوتا، یا کبھی چائے کا دور چلتا، اتنے میں اس کو وہی پہلی سی نیند کی جھپکی آتی، سر آگے کو جھکنے لگتا، تھوڑی سینے سے لگ جاتی، پھر ملاقاتی جو خود کو فرشتہ یا جن یا صحابی یا ولی کہتا، مجھ سے ایسے ڈھنگ سے بات کرتا جس پر احترام وعظمت کی گہری چھاپ ہوتی، میری زیارت کو بابرکت بتایا جاتا اور درخشاں مستقبل کی خوشخبری دی جاتی۔ پھر وہ لوٹ جاتا، اس کے بعد کوئی دوسرا آتا، پھر کوئی اور۔

یہ زائرین کون تھے؟ ان کے بقول مجھ سے ملاقات کرنے والوں میں کچھ فرشتے تھے، کچھ جنات، کچھ صحابہ اور کچھ ولی۔ صحابہ میں ابو ہریرۃ، ولیوں میں ابوالحسن الشاذلی اور دوسرے اہل علم وفضل میں احمد الترمانینی تھے۔ کچھ اصحاب علم وفضل میرے ہمعصروں میں تھے جو میری زندگی میں وفات پا چکے تھے۔ انہی میں میرے والدؒ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے مجھے خوشخبری دی کہ ایک متعین وقت پر مجھ سے میرے والد ملاقات کریں گے۔ میں کمالِ شوق سے وقت کا انتظار کرنے لگا، جب انتظار کی گھڑی آئی تو انہوں نے مجھے باآوازِ بلند سورۂ واقعہ پڑھنے کو کہا۔ میں نے سورۂ واقعہ کی تلاوت کی، جب تلاوت سے فارغ ہوا تو انہوں نے کہا: چند لمحوں کے بعد تمہارے والد حاضر ہوں گے، وہ جو کہیں گے غور سے سننا، ان سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرنا......!!

اب میں سمجھا: چند منٹ بعد ایک شخص ظاہر ہوا، علیک سلیک کے بعد اس نے میری ملاقات نیز ان روحوں کے ساتھ میرے تعلق پر خوشی کا اظہار کیا اور وصیت کی کہ میں ثالث اور اس کے بچوں کا خیال رکھوں اور اس کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ کروں کیونکہ اس کی آمدنی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

درود ابراہیمی کے ساتھ اپنی گفتگو ختم کی، مجھے معلوم ہے کہ والد مرحوم کو نبی کریمؐ پر درود بالخصوص درودِ

ابراہیمی بھیجنے کا شوق تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بات کرنے والے کا لب ولہجہ والد کے لب ولہجہ سے بڑی حد تک ملتا جلتا تھا۔ پھر اس نے سلام کیا اور واپس ہو گیا۔ میں دل میں سوچنے لگا: آخر انہوں نے یہ کیوں کہا ہوگا کہ میں آنے والے سے کوئی بات نہ پوچھوں؟

اس میں ضرور کوئی راز ہے! پھر میری سمجھ میں بات آئی کہ وہ میرے والد نہیں تھے بلکہ ان کا ہمزاد جن تھا جو زندگی بھر ان کے ساتھ رہا اور اب ان کی آواز اور دوسری خصوصیات کی نقالی کر کے میرے پاس آیا تھا۔ انہوں نے مجھے اس سے کچھ نہ پوچھنے کی تاکید اس لئے کی تھی کہ ہمزاد جن میرے والد کی زندگی کے متعلق خواہ کتنا ہی علم رکھتا ہو پھر بھی وہ ان جزئیات کو یاد نہیں رکھ سکتا تھا جو ایک بیٹا اپنے باپ کے متعلق جانتا ہے۔ اس بنا پر انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اس سے کوئی ایسی بات نہ پوچھ بیٹھوں جس کا اس کے پاس جواب نہ ہو اور بھانڈا پھوٹ جائے......!

پھر دوسروں سے ملاقات کے وقت میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا گیا کہ وہ لوگ واپسی کے وقت ہی اپنا نام بتاتے تھے۔ ایک شخص کہتا: میں فلاں ہوں اور سلام کر کے فوراً غائب ہو جاتا۔ اس میں بھی وہی راز ہے جو ابھی میں نے ذکر کیا کہ: اگر کوئی پہلے ہی اپنا تعارف کرا دیتا اور وہ کوئی بڑا عالم ہوتا اور میں اس سے کسی علمی مسئلہ میں بحث کرتا تو وہ جواب دینے سے قاصر رہتا اور ساری حقیقت بے نقاب ہو جاتی......!

ایک مرتبہ میرے پاس ایک شخص آیا اور بحث کرنے لگا کہ عورت کا چہرہ کھولنا جائز ہے، چہرے کا پردہ ضروری نہیں۔ میں نے اس کا جواب دیا، تو اس نے مجھے آگے سے ایسا جواب دیا جس میں ذرا بھی علمیت نہ تھی، ہم دونوں میں ٹھن گئی۔ میں نے کہا: تمہارے پاس ان فقہاء کے اقوال کا کیا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ عورت کا چہرہ پردہ میں داخل ہے، یا فتنہ کے اندیشہ سے اس کو چھپانا ضروری ہے؟ بہر حال اس بحث سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، پھر اس نے بتایا کہ وہ شیخ احمد الترمانینی ہے اور یہ کہتے ہی رغائب ہو گیا۔

میں سمجھ گیا کہ وہ جھوٹا تھا، اس لئے کہ شیخ احمد الترمانینی شافعی مسلک کے بلند پایہ فقیہ تھے اور شافعی علماء یہ کہتے ہیں کہ: عورت سراپا پردہ ہے خواہ وہ بوڑھی خرانٹ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ حقیقت میں شیخ احمد ہی تھے اور ان کو عالم برزخ میں کوئی نیا علمی انکشاف ہوا تھا تو ضرور بتاتے اور اس کی دلیل بھی سمجھاتے۔ لیکن حقیقت کچھ اور تھی اور وہ یہ کہ یہ شیطان تھا جس کا مقصد جھوٹ بولنا، دھوکا دینا اور گمراہ کرنا تھا۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے حق وہدایت کے راستہ پر ثابت قدم رکھا۔

حقیقت کا انکشاف: بار بار کے تجربہ سے آہستہ آہستہ حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھتا گیا یہاں تک کہ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ یہ سب جھوٹ، بہتان اور دجل وفریب ہے۔ اس کی بنیاد دینداری اور تقوٰی شعاری نہیں۔ جس ثالث کا یہ لوگ بہت خیال رکھتے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی دوسروں کو تاکید کرتے ہیں، وہ پکا بے نمازی ہوتا ہے اور اسے نماز کی تاکید بھی نہیں کی جاتی۔ وہ داڑھی بھی منڈاتا ہے اور اسے داڑھی رکھنے کے لئے بھی نہیں کہا جاتا۔ وہ غلط اور پرفریب وعدے کر کے لوگوں کا مال بھی ہضم کرتا ہے۔ اس کی آمدنی کا یہی ایک خبیث ذریعہ ہے۔

ایک آدمی کو معلوم ہوا کہ اس ثالث کے ساتھ میرے مراسم ہیں تو وہ شکایت لے کر میرے پاس پہنچا کہ ثالث نے دھوکا دے کر اس سے تین سولیرہ (ملک شام کا سکہ) اینٹھ لئے ہیں، وہ غریب ہے اسے ان روپوں کی سخت ضرورت ہے۔ میں نے ثالث سے کہا کہ وہ اس کے روپے واپس کر دے۔ اس نے یہ سوچ کر واپس کر دیے تاکہ اس کے اور اس کے شیطانوں کے ساتھ میرا تعلق برقرار ہے۔ ثالث اور اس کی گھر گر ہستی کا تمام تر دارومدار ہر معاملہ میں جھوٹ بولنے پر ہے۔

خاتمہ: جب مجھے ان روحوں کی حقیقت معلوم ہو گئی تو انہوں نے میرے ساتھ دھمکی آمیز رویہ اختیار کر لیا لیکن بحمد اللہ اس سے میرے دل کی چولیں نہ ہل سکیں۔ اس طویل مدت میں روحوں کے ساتھ جو گفتگو ہوئی میں اسے قلمبند کرتا رہا یہاں تک کہ دو بڑی کاپیاں بھر گئیں۔ جب باطل پوری طرح سامنے آ گیا اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تو میں نے ان سے تعلقات ختم کر دیئے۔ ان کو جو کہنا تھا کہہ دیا اور وہ کاپیاں بھی نذرِ آتش کر دیں، جو جھوٹ کا پلندہ تھیں۔ یہ روحیں جو خود کو صحابہ، اولیاء اور صالحین کی روحیں ہونے کا دعوٰی کرتی ہیں، سب شیطان ہیں۔ کسی سمجھدار مومن کو ان سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے......!

روحوں کو حاضر کرنے کے یہ تمام طریقے جھوٹ اور باطل ہیں خواہ وہ ثالث کا طریقہ ہو جس کا میں نے تذکرہ اور تجربہ کیا، یا ٹیبل اور کپ والا طریقہ ہو جس کا کچھ اور لوگوں نے تجربہ کیا اور مجھے بھی بتایا اور وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں جس تک میں پہنچا تھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کے بعد میں نے اس موضوع پر کتابیں پڑھیں تو دیکھا کہ سمجھدار تجربہ کرنے والے ٹھیک اسی نتیجہ تک پہنچے ہیں جس تک میں پہنچا تھا۔ انہوں نے ان روحوں کو انسانوں کے ہمزاد جن کہا ہے۔ الحمد للہ، اللہ تعالٰی نے پہلے ہی اس چیز کی رہنمائی کر دی اور مذکورہ بالا سطور تحریر کر کے میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ واللہ الهادی الی سوا السبیل!

روحوں کے حاضر کرنے کا خطرناک پروپیگنڈہ :

یہ جو پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ روحوں کو حاضر کرنا ممکن ہے۔ اس کو انسان نما شیطانوں نے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے اپنا حربہ بنالیا ہے۔ حاضر ہونے والی روحیں جو حقیقت میں شیطان ہوتے ہیں، ایسی باتیں کرتی ہیں جن سے دین و مذہب کے پرخچے اڑ کر رہ جاتے ہیں۔ یہ روحیں ایسے تصورات اور ایسی نئی روایتیں قائم کرنا چاہتی ہیں جو حق کے بالکل مخالف ہوں۔ اسی قسم کے ایک جلسہ میں روح (شیطان) نے ثالث کی زبان سے کہا کہ جبریلؑ اس جلسہ میں شریک تھے چونکہ حاضرین جبریل کو نہیں جانتے تھے اس لئے روح نے تعارف کرایا اور کہا: ''کیا تم لوگ جبریل کو نہیں جانتے ہو جو محمد پر قرآن لے کر نازل ہوئے تھے؟ وہ اس جلسہ میں برکت کی دعا کرنے آئے تھے......''!!

ڈاکٹر محمد حسین نے ماہنامہ ''عالم الروح'' (روحانی دنیا) کے ایک مضمون بعنوان ''ہوایٹ ہاک سے عظیم روح کی گفتگو'' سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

''ہمیں اس تحریک اور اس نئے مذہب کے لئے متحد ہونا چاہئے، ہمیں آپس میں میل محبت ہونی چاہیے، ہمارے اندر قوتِ برداشت اور اتفاقِ رائے ہونا چاہیے۔ میرا (یعنی بات کرنے والی روح جو کہ شیطان ہے اس کا) مشن یہ ہے کہ نادار کی دستگیری کی جائے، انسان کو اللہ کے تسلط سے آزاد کرنے میں ہماری مدد کی جائے (شیطان نے صحیح کہا کیونکہ اس کا یہی مشن ہے یعنی انسان سے اللہ کا انکار کروانا!) انسان خدا ہے جو عناصر اَربعہ کے لباس میں جلوہ گر ہے (انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان اسی طرح بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا اور دروغ گوئی سے کام لیتا ہے) وہ اس وقت اپنی قوت وصلاحیت کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اسے اپنے ملکوتی اور خدائی حصہ کا احساس نہ ہو، پوری دنیا کے لئے ایک ہمہ گیر نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کی روحانیت کے اندر دوسروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ صلاحیت ہے۔''

ڈاکٹر محمد نے مذکورہ ماہنامہ سے ایک تنظیم کا تعارف بھی نقل کیا ہے جو اسی مقصد کے لئے قائم کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''یہ تنظیم پوری انسانیت کے لئے ہوگی۔ اسی کے ذریعہ روحانی دنیا کے باشندے ہمیں زندگی کا نیا طریقہ بتائیں گے اور اللہ اور اس کی مشیت کے متعلق ایک نیا تصور دیں گے۔ انہی کے ذریعہ ہمیں روحانی سکون اور دل کا سرور نصیب ہوگا۔ یہی لوگ قوم وفرد اور عقیدہ و مذہب کی دیواریں منہدم کریں گے۔ بلا تفریق مذہب وملت ہر شخص اس تنظیم کا رکن بن سکتا ہے۔''

روحیں اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول کہتی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ محمد فرید وجدی نے ان روحوں کا قول نقل کیا ہے کہ: ''ہمیں اسی طرح اللہ کی طرف سے بھیجا گیا جس طرح ہم سے پہلے نبیوں کو بھیجا گیا تھا، البتہ ہماری تعلیمات ان کی تعلیمات سے کہیں زیادہ بلند ہیں۔ ہمارا خدا ان کا خدا ہے پھر بھی ہمارا خدا ان کے خدا سے غالب تر ہے۔ ہمارے خدا میں انسانی صفات کم ہیں۔ خدا کی بیشتر صفات کسی مذہبی عقیدہ کی پابند نہیں، نہ ان کو بغیر غور وفکر کے قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہماری تعلیمات کا دار ومدار عقل پر نہیں ہے۔''

روحوں کا خیال ہے کہ انبیاء ورسولوں کی حیثیت ایک اعلیٰ درجہ کے ثالث سے زیادہ نہیں، ان کے ہاتھوں جو 'معجزات' رونما ہوئے وہ روحانی مظاہر کے سوا کچھ نہیں بالکل ویسے ہی مظاہر جو روح کو حاضر کرنے والے کمرہ میں رونما ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح کے ہاتھوں جو واقعات وقوع پذیر ہوئے تھے، یہ دوبارہ ان کو دکھا سکتے ہیں۔ بعض اخبارات میں زبردست پروپیگنڈہ مہم چلائی گئی اور کہا گیا کہ امریکہ کے اندر روحوں کو حاضر کرنے والا ایک شخص حضرت مسیح کے معجزات کی طرح معجزے دکھاتا ہے، وہ اندھے کو بینا، گونگے کو گویا اور مفلوج کو متحرک بنا دیتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ نام نہاد روحانی طبیب دس سال کا بچہ ہے جس کا نام ''میشیل'' بتایا جاتا ہے۔ جب مریض اس کے پاس آتا ہے تو وہ مریض کے بدن پر اپنی انگلیاں رکھ کر کچھ منتر منہ ہی میں بربراتا ہے جس کے نتیجہ میں ''معجزہ'' (خلاف عادت واقعہ) کا وقوع ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اس بچہ کو روحانی صلاحیت اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے، وہ اس طرح کے کام کرنے پر کوئی بھی اُجرت نہیں لیتا۔ [ملاحظہ ہو، ضمیمہ ماہنامہ ''القبس'' کویت۔ ۱۷/۱۰/۱۹۷۷ء]

اس بچہ کو روحانی صلاحیت اپنے باپ سے وراثت پر ملنے پر ایک قصہ یاد آیا جو فلسطین کے کسی علاقے میں بیان کیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک نیک وصالح آدمی بڑا تعجب خیز کام کرتا تھا۔ ہوتا یوں کہ جس زمانہ میں ہوائی جہاز اور موٹروں کا چلن نہیں تھا، وہ عرفہ کی رات حج کے لئے نکلتا اور عرفہ کے دن تمام حجاج کے ساتھ موجود ہوتا۔ انہیں ان کے رشتہ داروں کی طرف سے خطوط پہنچا دیتا اور ان کی طرف سے جوابی خطوط لے کر دوسری رات گھر کی طرف واپس ہو جاتا۔ بہت سے لوگ اس شخص کی نیکی کے قائل تھے حالانکہ وہ حج کے تمام مناسک بھی ادا نہیں کرتا تھا، نہ منیٰ میں مقررہ مدت تک ٹھہرتا، نہ رمی کرتا۔ خدا کی مشیت کہ اس کا جھوٹ کھل گیا اور ساری حقیقت معلوم ہو گئی۔ ہوا یہ کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بڑے

لڑکے کو بلایا اور اس کو بتایا کہ ہر سال عرفہ کی رات کو اس کے پاس ایک اونٹ آئے گا اور اسے عرفات لے جائے گا۔ جب اونٹ آیا اور وہ لڑکا اس پر سوار ہوا تو کچھ مسافت طے کرنے کے بعد اونٹ رک گیا اور لڑکے سے باتیں کرنے لگا اس نے بتایا کہ وہ شیطان ہے۔ اس کا باپ اس کی عبادت کرتا اور اس کے سامنے سجدہ کرتا تھا، اس کے بدلہ میں وہ اس کے باپ کی یہ اور اس طرح کی دوسری خدمات بجالا تا تھا، لہٰذا تم بھی مجھے سجدہ کرو۔ جب لڑکے نے اس کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے اللہ کی پناہ مانگی، تو شیطان اس کو چھوڑ کر صحرا میں غائب ہو گیا۔ اللہ نے اس کے مقدر میں واپسی لکھی تھی اس نے اپنے کافر باپ کی حقیقت لوگوں کو بتادی۔ علامہ البیانونی نے اپنی کتاب الملائکۃ (فرشتے) میں مختصر طور پر اس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کیا روحوں کو حاضر کرنا ممکن ہے؟ قرآن و سنت کیا کہتے ہیں؟

ماہنامہ ''سائنٹفک امریکن'' نے روحانی مظاہر کی صداقت کو ثابت کرنے والوں کے لئے زبردست انعام رکھا ہے۔ یہ انعام ابھی تک رکھا ہوا ہے اسے کوئی بھی نہیں جیت سکا۔ حالانکہ امریکہ میں روحانیت کے علمبرداروں کا کافی چرچا اور اثر و رسوخ ہے۔ اس انعام کے ساتھ امریکی جادوگر ''ڈینجر'' کی طرف سے بھی اسی مقصد کے لئے دوسرا انعام رکھا گیا ہے لیکن اس کو بھی کوئی نہیں جیت سکا......!!

مردہ روح کو حاضر کرنے کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ اس سلسلہ میں وارد شدہ نصوص پر غور وفکر کرنے سے ایک محقق کو پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ مرنے کے بعد روحوں کا واپس دنیا میں آنا ناممکن ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا کہ روح عالم غیب کی چیز ہے جس کا ادراک ممکن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾[الاسراء: ۸۵]

''اور روح کی بابت تم سے سوال کرتے ہیں تم کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں تو بہت ہی تھوڑا علم ملا ہے۔'' (یعنی تم اس کی کنہ وحقیقت سے عاجز ہو)

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ وہی انسان کی روح کو قبض کرتا ہے اور مرنے کے بعد روحوں کو اپنے پاس روک لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾[الزمر: ۴۲]

"اللہ ان جانداروں کی موت کے وقت ان کی اَرواح قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی نیند کے وقت ان کے نفسوں پر قبضہ کرتا ہے۔ جس کی موت کا وقت آ چکا ہو اس کو روک لیتا ہے اور دوسرے کو اس کی موت کے وقتِ مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان نفوس پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ اگر وہ بد بخت کافر ہو تو فرشتے عذاب دیتے ہیں اور اگر نیک صالح ہو تو انہیں انعام سے نوازا جاتا ہے۔ موت کا فرشتہ روحوں کو کس طرح قبضہ کرتا ہے اور اس کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ یہ سب نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو بتا چکے ہیں اور اَحادیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

جب روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس روک لی گئی ہوں اور ان کی نگرانی کے لئے چست طاقتور فرشتے مقرر ہوں تو وہ وہاں سے بھاگ کر ان نام نہاد روحانی عاملوں کے پاس کیسے آ سکتی ہیں جو لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہوں۔ کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے کسی نیک بندے، نبی یا شہید کی روح کو حاضر کیا ہے۔ بھلا شہداءِ کرام اپنے سدا بہار باغوں کو چھوڑ کر ان کے تنگ و تاریک کمروں میں کیوں کر آ سکتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے بارے میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾[آل عمران:١٦٩]

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں تم ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ (دراصل) زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔"

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ان شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں جنت کے باغوں میں سیر کر رہی ہیں، وہ جنت کے پھل اور اس کی نہروں کا پانی پیتی ہیں اور رحمٰن کے عرش کے چھتوں میں لٹکے قندیلوں میں آ کر پناہ لیتی ہیں۔"

قرآن وسنت کے ان صریح دلائل کے برعکس آج کے نام نہاد عامل اور شعبدہ باز دجال ان شہیدوں اور صالحین کی روحوں کو حاضر کرنے دعویٰ آخر کیسے کر سکتے ہیں؟

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾[الكهف:٥]

"بہت ہی بڑا بول ان کے منہ سے نکلتا ہے (جو سراسر جھوٹ ہے اور) یہ محض جھوٹ ہی بکتے ہیں۔"

ایک شبہ اور اس کا جواب:

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس بات کی کیا توجیہ کی جائے گی کہ روحیں اس شخص کے اَخلاق واَعمال کو بھی جانتی ہیں جس کے بارے میں کہتی ہیں کہ وہ دنیا میں اس کی روح تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو روح کہتا ہے وہ حقیقت میں شیطان ہوتا ہے۔ یہ شیطان غالبًا وہی ہمزاد ہو جو انسان پر مقرر کیا گیا ہے۔ جن نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان پر ایک شیطان مقرر کیا گیا ان کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ انسان کے ساتھ رہنے والا ہمزاد انسان کے بہت سے اخلاق، صفات اور عادات سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی جانتا ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو آسانی سے سب بتا دیتا ہے کیونکہ اسے یہ تمام باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ روحیں جو علمی جوابات دیتی ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شیطانوں اور جنوں کے پاس اتنی علمی لیاقت ہوا کرتی ہے کہ وہ سوال جواب کر سکیں۔ لیکن شیطانوں کے جوابات ایسے ہی ہوتے ہیں جن کی تہ میں عظیم گمراہی چھپی ہوتی ہے۔ وہ صرف ہمارا اعتماد حاصل کرنے تک صحیح جواب دیتے ہیں پھر ہمیں ایسے خطرناک گمراہ کن رُخ پر ڈال دیتے ہیں جس میں ہماری دنیا و آخرت کی تباہی ہوتی ہے۔

شیطانوں کی اپنے دوستوں سے سبک دوشی:

یہ لوگ جنہیں "صاحب روحانیت" کہا جاتا ہے اور جو روحوں کو حاضر کرنے اور ان کے ذریعہ علاج معالجہ کرنے کا دعوی کرتے ہیں، یہ سب جھوٹے ہیں۔ یہ روحیں شیاطین کے سوا کچھ نہیں۔ شیاطین جب چاہیں ایسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر انہیں ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔ ماہنامہ "القبس" کویت نے اپنے ضمیمہ مجریہ ۱۲/۶/۷۸ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: "ان دنوں پورے برطانیہ میں روحانی عالم ہیٹر گوڈوین موضوع بحث بنا ہوا ہے، وہ غیر معمولی روحانی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اپنی اس صلاحیت سے لاعلاج بیماریوں کو ٹھیک کر دیتا، گم شدہ چیزوں کو بتا دیتا اور انسان کی خدمت کے لئے روحوں کو مسخر کر دیتا تھا۔

بیٹر گوڈوین میں ایک منفرد قسم کی صلاحیت تھی جس کے ذریعے وہ ایک ہی وقت میں ایک سے زائد

جگہوں میں موجود ہو جاتا تھا مثلاً اس کے ساتھی اس کو لندن میں دیکھتے، اسی گھڑی دوسرے لوگ اس کو ''لیور پول'' میں پاتے اور تیسرے ''مانچسٹر'' میں، جبکہ چوتھا فریق کہتا کہ وہ نہ یہاں تھا نہ وہاں بلکہ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ کبھی اس کے مختلف ایتھری جسم ایک جگہ جمع ہو جاتے مثلاً اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوتا اور اچانک اس کی دوسری شخصیت نمودار ہوتی اور دوستوں کی مجلس میں بیٹھ جاتی، اس کے بعد اس کی تیسری اور چوتھی اور پانچویں شخصیت آتی، اس طرح بیٹر گوڈوین پانچ شخصیتوں سے عبارت ہوتا۔ یہ شخصیتیں حاضرین کے ساتھ بیٹھتیں اور ان کے ساتھ گفتگو کرتیں یا آپس ہی میں ہم کلام ہوتیں اور تمام حاضرین حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے لیکن بیٹر گوڈوین کے ساتھ یہ المیہ ہوا کہ اس نے اچانک اپنی صلاحیت کم کر دی اور ایک عام انسان میں تبدیل ہو گیا، اب اس میں نہ مریضوں کو ٹھیک کرنے کی صلاحیت ہے نہ گم شدہ چیزوں کے بتانے کی، نہ مستقبل کے متعلق پیش گوئی کی اور نہ لوگوں کی خدمت کے لئے روحوں کو مسخر کرنے کی......!

بیٹر گوڈوین کا المیہ گزشتہ سال (یعنی ۱۹۷۷ء میں) پیش آیا جبکہ اس نے مادی مفاد کے حصول کے لیے اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو ناجائز استعمال کرنے کی کوشش کی......اب وہ ماضی قریب کو یاد کر کے کہتا ہے: میرے ساتھ جو ہوا، وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ روحوں نے خفا ہو کر مجھ سے اپنی برکتیں چھین لی ہیں۔

قصہ کی ابتداء:

قصہ یہ ہے کہ گوڈوین نے ۱۹۷۷ء برطانیہ کے طول وعرض میں روحانی علاج کے مراکز قائم کرنا چاہے اور برطانیہ کے ہر بڑے شہر میں ایک سینٹر کھولنے کی تجویز پیش کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے شام نامہ ''بوغاوٹ'' میں اعلان شائع کیا کہ مستقل یا غیر مستقل طور پر روحانی تربیت حاصل کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ اس منصوبہ سے ہفتہ میں ۴۰۔۵۰ جنیہ (پاؤنڈ کرنسی) کی آمدنی تھی۔ اس اعلان کے شائع ہونے کے بعد بیٹر گوڈوین کے پاس درخواستوں کی باڑھ آ گئی۔ جن لوگوں کی درخواستیں منظور ہوئیں ان میں انتیس سالہ قلم کار ''روبین لاسی'' پینسٹھ سالہ خاتون ''جین پارٹلیٹ'' اور ایک تیس سالہ جوان ''آرتر جیفری'' شامل تھے لیکن بیٹر گوڈوین نے جونہی انٹرویو لینے شروع کئے اس کی پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ روبین لاسی کہتا ہے: ''جب ہم انٹرویو کے لئے حاضر ہوئے تو میں غیر متوقع طور پر دیکھتا ہوں کہ بیٹر گوڈوین غائب

ہے، انٹرویو لینے والی ایک پچاس سالہ خاتون ہے جس کا ہاتھ بٹانے کے لیے ایک جوان اور ایک نوخیز خوبرو لڑکی موجود ہے...... ہمیں سوالات کی کاپیاں تقسیم کی گئیں اور ان کے جوابات طلب کئے گئے۔ کچھ سوالات اس طرح تھے: کیا آپ نے اپنی زندگی میں روحوں کا مشاہدہ کیا ہے؟ کیا آپ روحوں کے نتائج پر ایمان رکھتے ہیں؟ کیا آپ منشیات کا استعمال کرتے ہیں؟ کیا آپ کو عصابی امراض کے ہسپتال میں جانے کا اتفاق ہوا؟ پچاس سالہ خاتون نے ہم سے کہا کہ بیٹر گوڈوین برطانیہ کے ہر شہر میں ایک روحانی مرکز قائم کرے گا اور ہمیں روحانی علاج کی ایسی تربیت دے گا کہ ہم ان مراکز میں کام کرنے کے لائق ہو جائیں گے، پھر وہ ہمارے پاس گاہک بھیجے گا۔ ہم ایک نشست کے پانچ پونڈ لیں گے اور ہفتہ میں تقریباً چالیس آدمیوں کا علاج کریں گے۔ ساتھ ہی یہ شرط بھی تھی کہ بیٹر گوڈوین پانچ ہزار پونڈ کا نصف اول اپنے لئے رکھ لے گا اور بقیہ نصف ہمارا ہوگا اس کی وجہ سے ہم میں سے اکثر و بیشتر کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس کے خلاف درخواست دہندگان کی طرف سے احتجاجی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ہم میں سے اکثر لوگ درخواستوں کی منظوری کے بغیر ہی کمرہ سے باہر آ گئے۔

چشم دید گواہوں کی زبانی: اس کے باوجود کچھ لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا اور انہیں بیٹر گوڈوین سے دوسرے کمرہ میں ملاقات کی اجازت دی گئی۔ پہلے شخص کا انٹرویو بیس منٹ تک ہوتا رہا پھر اس وقت میں کمی آتی گئی۔ جب آخری شخص کی باری آئی تو پانچ منٹ میں انٹرویو ہو گیا۔ بالآخر چند اشخاص کو اس حیثیت سے منتخب کر لیا گیا کہ وہ بیٹر گوڈوین سے روحانی تربیت حاصل کریں۔ جن لوگوں کا انتخاب ہوا ان میں ریٹائرڈ انجینئر خاتون ''جین پارٹلیٹ'' اور اس کا شوہر ''ارتر پارٹلیٹ'' بھی تھے۔

بیٹر گوڈوین کی سکھائی ہوئی کسی بھی چیز کا میں نے بھرپور تجزیہ نہیں کیا۔ وہ ٹریننگ کے دوران ہمیشہ پریشان خاطر نظر آتا تھا۔ آخری ایام میں وہ اپنے لیکچرز ٹیپ ریکارڈ میں ٹیپ کرنے لگا تھا جن میں وہ اس بات پر بحث کرتا کہ زندگی میں انسان کے کتنے آفاق ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے ہمیں ہمشکل مٹی کے مجسمے بنانے کا حکم دیا اور ان پر پڑھنے کے لئے کچھ منتر بھی سکھائے لیکن اس سے کچھ نہ ہوا۔ بیٹر گوڈوین نے ہمیں کچھ نوٹس (ملاحظات) بھی دیئے تھے جو ہماری سمجھ میں نہ آ سکے۔''

آرتر جیفری اور اس کی بیوی انجیلا بھی ان لوگوں میں تھے جن کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ انجیلا کہتی ہے کہ:

''شروع میں ہمیں محسوس ہوا کہ اسباق اور لیکچرز علمی ماحول میں رچے بسے ہوئے ہیں لیکن بیٹر گوڈوین ہمیشہ پریشان سا رہتا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا اثر بھی ختم ہونے لگا۔ چند دنوں بعد وہ ہماری طرح عام انسان ہو گیا جس میں کوئی غیر معمولی قوت نہیں رہ گئی تھی۔ ہم نے یہ چیز اس لئے محسوس کی کیونکہ اب وہ ہمارے سامنے اپنے کرشمے اور کرامتیں نہیں دکھا رہا تھا بلکہ اپنے لیکچرز بھی ٹیپ ریکارڈ میں ٹیپ کر کے بھیج دیتا اور ہم اسے کیسٹ سے سن لیتے جبکہ وہ خود نہیں آتا تھا۔ اسی لئے ہم تمام لوگوں نے اسکے لیکچروں میں حاضر ہونا ترک کر دیا اور وہ اخراجات بھی ادا کرنا بند کر دیے جو فی لیکچر دس پاؤنڈ کے حساب سے ہم ادا کرتے تھے۔''

بیٹر گوڈوین ...... جس پر اب روحوں کا اعتماد ختم ہو چکا ہے، بائز کے شہر باسنکشوک میں واقع اپنے آفس سے کہتا ہے: ''میرا منصوبہ یہ تھا کہ میں اپنے شاگردوں کی روحانی صلاحیتوں کی نشو و نما کروں، پھر انہیں بطور ثبوت ایک سند بھی دوں تا کہ وہ اپنے کام کی مشق اور پریکٹس کرتے رہیں۔ خود فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچائیں اور مجھے بھی اس سے فائدہ پہنچے باوجود یکہ مجھے متعدد روحانی خطوط موصول ہوئے کہ میں مادی منفعت کی خاطر اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کا استحصال نہ کروں مگر میں نے نہیں سنا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری صلاحیت ختم ہونا شروع ہو گئی یہاں تک کہ بالکل غائب ہو گئی۔ یہ سب کیسے ہوا میں اب تک سمجھنے سے قاصر ہوں۔''

اس واقعہ پر ہمارا تبصرہ:

۱)...... اس شخص نے روحوں کو حاضر کرنے کا جو دعویٰ کیا اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ دراصل شیطان کو حاضر کرتا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے مریدوں کو مجسمے بنانے اور مخصوص منتر پڑھنے کا حکم دیا تھا، ایسی چیزیں شیطان پسند کرتا ہے، رحمان کو اس سے نفرت ہے۔

۲)...... اگر یہ کہا جائے کہ یہ روحیں شیطان تھیں تو یہ درست ہو سکتا ہے کہ ''بیٹر'' ایک ہی وقت میں کئی جگہوں پر موجود ہوتا تھا، اس لئے کہ شیطانوں میں انسانوں کے بھیس بدلنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ایسا ماضی میں بھی ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ غزوہ بدر میں ابلیس مشرکوں کے پاس سراقہ بن مالک کے بھیس میں آیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں، یہاں علامہ کی تحریروں کے کچھ اقتباس نقل کئے جاتے ہیں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ چیز زمانہ قدیم سے موجود

ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

''میرے کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ انہوں نے مصیبت کے وقت مجھ سے مدد طلب کی، ان میں سے ایک شخص آرمینیوں سے خائف تھا، اور دوسرا تاتاریوں سے، دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ جب اس نے مجھ سے مدد طلب کی تو دیکھا کہ میں ہوا میں ہوں اور دشمن سے اس کی مدافعت کر رہا ہوں۔ میں (یعنی ابن تیمیہؒ) نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا، نہ میں نے آپ لوگوں کی کسی چیز سے مدافعت کی ہے، یہ دراصل شیطان تھا جو آپ میں سے کسی کو نظر آ گیا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے اس کو گمراہ کر گیا۔''

علامہؒ مزید فرماتے ہیں کہ ''اس طرح کا معاملہ ہمارے بیشتر مشائخ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ پیش آیا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص شیخ سے مدد طلب کرتا تو دیکھتا کہ شیخ فوراً آ گئے اور اس کی ضرورت پوری کر دی، حالانکہ شیخ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا علم بھی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔''

نیز فرماتے ہیں کہ: ''جب مجھے میرے بعض اصحاب نے بتایا کہ اس نے دو آدمیوں سے جن سے ان کو عقیدت تھی، مدد طلب کی تو وہ دونوں آدمی ہوا میں اڑ کر اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ اطمینان رکھو ہم تمہاری مدافعت کریں گے اور ایسا کریں گے ویسا کریں گے۔ تو میں نے اس سے کہا: کیا ان لوگوں نے کچھ کیا بھی؟ اس نے کہا: کچھ نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں شیطان تھے، اس لئے کہ اگرچہ شیطان انسان کو کوئی صحیح بات بتاتے ہیں مگر اس میں اس سے زیادہ جھوٹ کی آمیزش کرتے ہیں جیسا کہ جنات کاہنوں کو بتایا کرتے تھے۔''

۳)...... بیٹر گوڈوین کے شیاطین اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے جیسا کہ مشائخ کی صورت میں آنے والے شیطان ان لوگوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے جن سے وہ حمایت اور مدد کا وعدہ کرتے تھے اور جیسا کہ پچھلے صفحات میں مذکور ایک راہب کے واقعہ میں شیطان اس سے مدد کا وعدہ کرنے کے بعد اس کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس میں اس شخص کی ذلت و رسوائی ہے جو کل لوگوں کی نظر میں بہت معزز و محترم تھا۔

۴)...... بیٹسر کا یہ کہنا کہ ''یہ روحیں اللہ کی طرف سے تائید و مدد ہے'' بالکل جھوٹ ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

جن اور اُڑن طشتریاں......!

ان دنوں اُڑن طشتریوں کا مسئلہ زیر بحث بنا ہوا ہے چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہیں گزر پاتا کہ یہ بات سننے میں آ جاتی ہے کہ ایک شخص یا چند اشخاص نے اُڑن طشتری دیکھی جو فضا میں منڈلا رہی تھی یا زمین کے سینہ پر سوار تھی یا اس سے نکلتے ہوئے ایسی مخلوق دیکھی جو انسانی شکل سے بالکل مختلف تھی حتیٰ کہ دعویٰ بھی کیا جا رہا ہے کہ اس مخلوق نے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ طشتری تک چلنے کے لئے کہا اور اس کی جانچ کی۔

اس قسم کا دعوٰی نہ صرف یہ کہ گم نام لوگ کر رہے ہیں بلکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر جیسی نمایاں شخصیت کا بھی یہی حال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں صوبہ جارجیا کے آسمان پر ایک اڑتی ہوئی چیز محسوس کی جس کی ماہیت و حقیقت سمجھ میں نہ آ سکی۔

صدر موصوف دوسری مخلوق سے جو زمین پر حملہ آور ہونے لگی ہے غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ایک شام صدر امریکہ نے (اخباری اشاعت کے مطابق) ایک ماہر سے گفتگو کی جو اس بات کا قائل تھا کہ کائنات میں انسان ہی واحد مخلوق نہیں ہے۔

صدر جمی کارٹر کے ساتھ تحقیقاتی امور کے مشیر "فرانک پرس" بھی شریک تھے اس کے بعد کارٹر نے قومی صدر گاہ میں کچھ فلمیں دیکھیں جن میں مختصر طور پر بتایا گیا تھا کہ کوکب ارضی سے باہر سکونت پذیر مخلوقات کے متعلق آخری تحقیقات کہاں تک پہنچی ہیں۔ ان فلموں کی نمائش کا کام کارنل یونیورسٹی کے شعبہ "تحقیقات کائنات" کے ڈائریکٹر "کارل سارگن" نے انجام دیا۔ کارل سارگن، امریکی فضائی ایجنسی کے ان تمام معاملات میں مرجع کی حیثیت رکھتا ہے جن کا تعلق کوکبِ ارضی سے باہر سکونت پذیر مخلوقات سے ہے۔

[جریدۃ السیاستہ، کویت، شمارہ ۳۳۹۹ بتاریخ ۱۹۷۷/۱۲/۵ء]

ضمیمہ اخبار "الھدف" کویت: مجریہ ۱۹۷۸/۳/۲۳ء میں چین کے ایک صدر "ماؤزے تنگ" کی طرف یہ بات منسوب کی گئی کہ وہ دوسرے سیاروں میں ہمارے علاوہ اور دوسری مخلوقات کے وجود پر بھی یقین

رکھتے تھے۔مضمون نگار لکھتا ہے کہ تقریباً ۶۰ فیصد امریکی عوام اس کے قائل ہیں۔امریکی اخبارات کا خیال ہے کہ لگ بھگ نصف ملین امریکی باشندوں نے ان طشتریوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا، کچھ لوگوں نے براہِ راست ان سے ملاقات بھی کی ہے۔

امریکی فلم ساز''اسٹفین اسپیل برگ'' نے ایک فلم بعنوان''تیسری صنف سے ملاقات'' تیار کی تھی جس کی لاگت بائیس (۲۲) ملین امریکی ڈالر تک پہنچتی ہے۔یہ فلم ان لوگوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد تیار کی گئی تھی جنھوں نے اڑن طشتریوں کا مشاہدہ کیا تھا یا ان سے ملاقات کی تھی۔یہ فلم پہلی مرتبہ''وائٹ ہاؤس'' میں دکھائی گئی اس کا مشاہدہ کرنے والے سب سے پہلے امریکی صدر ہی تھے۔

اس فلم کے منظر عام پر آنے کے بعد امریکی فضائی ایجنسی نے اس میدان میں تحقیق کی ضرورت محسوس کی۔۱۹۷۹ء کی تحقیقات کے لئے کئی ملین ڈالر منظور ہوئے اور اس خفیہ پروگرام کو''سیٹی'' کا نام دیا گیا۔

اس پروگرام کا خلاصہ یہ تھا کہ دوسرے سیاروں سے آنے والے وائرلیس پیغامات کی تحقیق وجستجو کے لئے خارجی فضا میں چند مخصوص آلات چھوڑے جایں گے۔

اس جائزہ کے بعد ہم مندرجہ ذیل امور ثابت کرسکتے ہیں:

۱۔ انسان کے علاوہ دوسری عجیب وغریب مخلوقات کے وجود کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔اس لئے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں نے اس کو متواتر دیکھا ہے۔میں بھی طویل عرصہ تک اس موضوع پر شائع ہونے والے مضامین پر نظر رکھتا رہا۔چنانچہ تقریباً ہر ہفتہ ایک مضمون ایسا ضرور ملتا جس میں کسی جماعت یا شخص کے اس مخلوق کو دیکھنے کا تذکرہ ہوتا۔

۲۔ لوگ ان طشتریوں کی حقیقت اور ان کو استعمال کرنے والی مخلوق کی حقیقت کی تفسیر کرنے میں حیران وپریشان ہیں،خصوصاً جبکہ ان طشتریوں کی رفتار انسان کی ایجاد کردہ کسی بھی سواری سے کہیں زیادہ تیز ہے۔

۳۔ مجھے یقین ہے کہ اس مخلوق کا تعلق جنوں کی دنیا سے ہے جو ہماری اسی زمین پر سکونت پذیر ہے اور جس کے متعلق ہم گفتگو کرچکے اور بتاچکے ہیں کہ ان کے پاس انسانوں سے کہیں زیادہ صلاحیت وطاقت موجود ہے۔انہیں ایسی رفتا ملی ہے جو آواز اور روشنی سے بھی بڑھ کر ہے۔نیز انہیں روپ بدلنے کی بھی

صلاحیت عطا کی گئی ہے لہٰذا یہ مختلف شکل وصورت میں انسان کو نظر آ سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان حقائق سے آ گاہ کیا، خصوصاً جبکہ ہم ان لوگوں کو حیران و پریشان دیکھتے ہیں جو اپنی ذہنی و علمی صلاحیتوں کو مجتمع کر کے کار آمد رُخ پر ڈال سکتے ہیں۔ کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ ان طشتریوں کے اس زمانہ میں ظاہر ہونے اور گزشتہ زمانہ میں ظاہر نہ ہونے میں کیا راز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جنات ہر دور میں اسی دور کے مطابق روپ دھارتے ہیں۔ یہ سائنسی ترقی کا دور ہے، اس لئے وہ انسانوں کو ایسے طریقے سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں جو ان کو متوجہ کر سکے۔ آج کی نظریں اس وسیع فضا کو جاننے اور اس میں انسان کے علاوہ دوسری مخلوق کے وجود کے امکانات کو سمجھنے کے لئے بے چین ہیں۔ اس لئے شیاطین بھی اس سے انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فائدہ اٹھاتے ہیں......!



باب ۱۱:

شیطان کی تخلیق کا فلسفہ

شیطان تمام خرابیوں اور پریشانیوں کا سرچشمہ ہے۔ وہی دُنیوی اور اُخروی بربادی کی طرف لے جاتا اور ہر طرف اور ہر جگہ اپنا جھنڈا لہراتا ہے۔ وہ لوگوں کو کفر اور معصیتِ الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے تو کیا اس کی تخلیق کے پسِ پشت کوئی حکمت پنہاں ہے۔ اگر ہے تو آخر وہ کون سی حکمت ہے؟

اس سوال کا حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب شفاء العلیل (ص ۳۲۲) میں بڑا مناسب جواب دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ابلیس اور اس کی فوج کو پیدا کرنے میں اتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ ان کی مکمل تفصیل صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔'' [بعض حکمتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں]

۱)...... شیطان اور اس کے چیلوں سے لڑنے میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل:

پہلی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور ولیوں کو عبودیت کے ان مراتب کی معراج پر پہنچانا چاہتا ہے جو اللہ کے دشمن سے لڑنے، اللہ کی خاطر اس کی مخالفت کرنے، اس کو اور اس کے ساتھیوں کو غضب ناک کرنے اور اس کے مکروفریب سے اللہ کی پناہ مانگنے پر ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ نیز اس پر وہ بہت سے دُنیوی و اُخروی مصالح مرتب ہوتے ہیں جو اس کے بغیر نہیں ہو سکتے اور جو چیز کسی اور چیز پر موقوف ہو تو وہ اس کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔ اس لیے شیطان کو پیدا کیا گیا۔

۲)...... بندوں کا گناہوں سے ڈرنا:

دوسری حکمت یہ ہے کہ جب فرشتوں اور مومنوں نے ابلیس کی حالتِ زار اور اس کا پستی کی طرف انحطاط دیکھ لیا تو ان کے دل میں گناہوں کا خوف اور زیادہ مضبوط اور گہرا ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب فرشتوں نے اس کو دیکھا تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اور عبودیت پیدا ہو گئی اور مزید خضوع و خشوع پیدا ہو گیا جیسا کہ دنیوی بادشاہ کے غلاموں کی حالت ہوتی ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ نے ان میں سے کسی کو بری طرح ذلیل کیا ہے تو ان میں سے باقیوں کا خوف و احتیاط اور بڑھ جاتا ہے۔

۳)...... شیطان سامانِ عبرت:

تیسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان لوگوں کے لئے سامانِ عبرت بنایا ہے جو اس کے احکام کی مخالفت، اس کی اطاعت سے تکبر اور اس کی نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کی غلطی کو ان لوگوں کے لئے سامانِ عبرت بنایا جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اَشیاء کا ارتکاب کرتے ہیں یا اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں پھر اس پر شرمندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن اور نسان دونوں کے باپوں کو گناہ میں ڈال کر ان کی آزمائش کی۔ جنوں کے باپ کو ان لوگوں کے لئے عبرت بنایا جو اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہیں اور انسانوں کے باپ کو ان لوگوں کے لے عبرت بنایا جو گناہ کے بعد خدا کے حضور میں توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اس کے اندر اللہ کی عظیم حکمتیں اور نشانیاں ہیں۔

۴)...... شیطان، بندوں کے لئے فتنہ وآزمائش:

چوتھی حکمت یہ ہے کہ شیطان ایک کسوٹی ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنی مخلوق کا امتحان لیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ اللہ نے نوعِ انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی نرم بھی ہے سخت بھی، اچھی بھی بری بھی، کس کا خمیر کس مٹی سے بنا ہے یہ ظاہر ہونا ضروری ہے جیسا کہ ترمذی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ نے حضرت آدم کو ایک مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا جو تمام زمین سے لی گئی تھی، چنانچہ آدم کی اولاد بھی اسی پر پیدا ہوئی۔ ان میں اچھے بھی ہیں برے بھی، سخت بھی ہیں اور نرم بھی۔ جو جس مادہ سے بنا ہوگا اس میں اسی مادہ کی خصوصیت ضرور ہوگی۔ اللہ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ اس مادہ کو ظاہر کرے، اس کے اظہار کے لئے ایک سبب ناگزیر تھا، چنانچہ ابلیس کو کسوٹی بنایا گیا جس کے ذریعہ اچھے اور برے میں تمیز ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو بھی اس کام کے لئے کسوٹی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآاَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾

''اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہیں۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔'' [آل عمران:۱۷۹]

اس نے رسولوں کو مکلف بندوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ جو اچھا تھا وہ اچھے کے ساتھ مل گیا اور جو برا تھا وہ برے کے ساتھ ہو گیا۔ اللہ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ اس نے دارالامتحان

یعنی دنیا میں اچھے اور برے تمام لوگوں کو ایک ساتھ رکھا۔ جب وہ دارالقرار یعنی آخرت میں منتقل ہوں گے تو اچھے اور برے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اس علیحدگی میں عظیم حکمت وقدرت مضمر ہے۔

۵)...... متضاد چیزوں کی تخلیق کے ذریعہ کمالِ قدرت کا اظہار:

پانچویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل اور فرشتے، ابلیس اور شیاطین جیسی متضاد چیزوں کو پیدا کر کے اپنی کمالِ قدرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے، یہ اس کی قدرت، مشیت اور قوت کی عظیم ترین نشانی ہے۔ وہ آسمان و زمین، روشنی و تاریکی، جنت و جہنم، آب و آتش، سرد و گرم، اور طیب و خبیث جیسی متضاد چیزوں کا خالق ہے۔

٦)...... ضد کا حسن ضد سے ظاہر ہوتا ہے:

چھٹی حکمت یہ ہے کہ کسی چیز کے ضد کی تخلیق اس کے ضد کے حسن کا کمال ہے کیونکہ ضد کا حسن اس کی ضد ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر بدصورتی نہ ہوتی تو خوبصورتی کی اچھائی سمجھ میں نہ آتی اور غریبی نہ ہوتی تو اَمیری کی قدر نہ معلوم ہوتی۔ اس لیے شیطان کو پیدا کیا گیا کیونکہ یہ نہ ہوتا تو اللہ کی فرمانبرداری اور نیکی کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہ ہو پاتا۔

۷)...... شیطان کے ذریعہ آزمائش، تکمیلِ شکر کا طریقہ:

ساتویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا مختلف طریقوں سے شکر ادا کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے دشمن ابلیس اور اس کی فوج کے پائے جانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے کی وجہ سے اللہ کے بندوں نے اللہ کا اتنے مختلف طریقوں سے شکر ادا کیا کہ اگر شیطان نہ ہوتا تو وہ اتنے طریقوں سے اس کا شکر ادا نہ کرتے۔ حضرت آدمؑ کے اس شکر میں جب وہ جنت میں تھے اور ابھی وہاں سے نکالے نہیں گئے تھے اور اس شکر میں جب ان کو شیطان کی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، کتنا عظیم فرق ہے۔

۸)...... تخلیق ابلیس، عبودیت کی گرم بازاری کا ذریعہ:

آٹھویں حکمت یہ ہے کہ محبت، اِنابت، توکل، صبر، رضا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین عبودیت ہے۔ اس عبودیت کی تکمیل جہاد، اللہ کے لیے ایثار و قربانی اور اس کی محبت کو ہر شخص کی محبت پر مقدم رکھنے سے ہوتی ہے۔ جہاد عبودیت کا اعلیٰ ترین مقام اور اللہ کی سب سے پسندیدہ بندگی ہے۔ شیطان

اور اس کی فوج کی تخلیق میں اسی عبودیت اور اس کے ملحقات کی گرم بازاری مضمر تھی جس کے فوائد، حکمتیں اور مصلحتیں صرف اللہ کو معلوم ہیں۔

۹)...... شیطان کی تخلیق اللہ کی نشانیوں کے ظہور کا ذریعہ:

نویں حکمت یہ ہے کہ جو اللہ کے رسولوں کی مخالفت کرے ان کو جھٹلائے اور ان سے دشمنی رکھے ایسے شخص کی تخلیق سے اللہ کی نشانیاں اور عجیب وغریب قدرتوں کا ظہور ہو اور ایسی چیزیں وجود میں آئیں جن کا ہونا اللہ کو زیادہ پسند اور اس کے بندوں کے لئے زیادہ نفع بخش تھا، بہ نسبت ان کے نہ ہونے سے جیسے طوفان، عصائے موسیٰ، ید بیضاء، سمندر کا پھٹنا، حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں ڈالا جانا۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار نشانیوں کا ظہور۔ ان سب نشانیوں کے ظہور کے لیے اسباب کا ہونا ناگزیر تھا۔ اس لیے شیطان کو پیدا کیا گیا۔

۱۰)...... اللہ کے اسماء کے متعلقات کا ظہور:

دسویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں جن میں "خَافِضٌ" (پست کرنے والا) "رَافِعٌ" (بلند کرنے والا) "مُعِزٌّ" (عزت دینے ولا) "مُذِلٌّ" (ذلیل کرنے والا) "حَکَمٌ" (فیصلہ کرنے والا) "عَادِلٌ" (انصاف کرنے والا) "مُنْتَقِمٌ" (انتقام لینے والا) وغیرہ بھی ہیں۔ ان ناموں کا تقاضا ہے کہ ان کے کچھ متعلقات ہوں جو احسان، رزق اور رحمت وغیرہ معانی کی طرح ان کے معانی کے بھی مظہر ہوں، لہٰذا ان متعلقات یعنی مظاہر کا وجود ضروری ہے۔ [شیطان اور اس کے پیروکار ہوں گے تو ان سے ان کی بدعملیوں کا بدلہ اور نیکوکاروں سے انصاف وغیرہ کی صفات ظاہر ہوں گی، اس لیے شیطان کو پیدا کیا گیا۔]

۱۱)...... اللہ کی مکمل حکومت اور کھلے تصرف کے آثار کا ظہور:

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل حکومت والا حاکم ہے۔ اس کی مکمل حاکیت میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ جس طرح چاہے تصرف کرے، کسی کو ثواب دے کسی کو عذاب، کسی کو عزت دے کسی کو ذلت، کسی کو اس کا منصفانہ حق دے اور کسی کو حق سے بھی زیادہ دے دے، چنانچہ جس طرح اس نے ایک قسم سے متعلق لوگوں کو پیدا کیا، اسی طرح دوسری قسم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی پیدا کرنا ضروری تھا۔

۱۲)...... ابلیس کا وجود اللہ کی کمال حکمت ہے:

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام حکیم ہے۔ حکمت اس کی صفت ہے، اس کی حکمت اس بات کو

مستلزم ہے کہ ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر رکھی جائے اور اس کے سوا یہ کسی اور کے شایانِ شان نہیں۔ چنانچہ اللہ کی حکمت اس بات کی مقتضی تھی کہ متضاد چیزیں پیدا کی جائیں اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی اسی صفت اور خصوصیت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے جو اس کے علاوہ کسی اور کو زیب نہ دیتی ہو، اسی سے حکمت اپنے درجۂ کمال کو پہنچ سکتی ہے لہٰذا نوعِ شیطانی کا وجود کمالِ حکمت بھی ہے اور کمالِ قدرت بھی۔

۱۴)...... ابلیس کی تخلیق اللہ کے صبر اور بردباری کے اظہار کا ذریعہ:

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے سامنے اپنی بردباری، صبر، نرمی، وسعت و رحمت اور جود وسخاوت کا اظہار کرے، چنانچہ اس کا تقاضا تھا کہ ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو اللہ کے ساتھ شرک کرے، اس کے احکام سے سرتابی کرے، اس کی مخالفت کرنے اور اس کو ناراض کرنے میں کوشاں رہے بلکہ اس کی ہمسری بھی کرنا چاہے اور ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو اچھی اچھی نعمتوں سے نوازے، اس کو خیر و عافیت بخشے، اس کے لئے مختلف قسم کے اسباب راحت فراہم کرے، اس کی دعائیں سنے، اس کی مصیبت دور کرے، اور اس کے ساتھ اس کے برعکس کفر و شرک کے مقابلہ میں فضل و کرم کا معاملہ کرے۔ یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں اور تعریفیں ہیں۔

ابلیس کے تا قیامت زندہ رہنے کی حکمت

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "شفاء العلیل" (ص ۳۲۷) میں اس کا بڑی وضاحت کے ساتھ جواب دیا ہے جو درج ذیل ہے:

۱)...... بندوں کا امتحان:

چنانچہ علامہ نے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کسوٹی اور آزمائش بنایا ہے جس سے اچھے برے اور دوست دشمن میں تمیز ہو جائے، اسی لئے اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ اس کو قیامت تک زندہ رکھا جائے تاکہ اس کی تخلیق کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو جائے۔ اگر اس کو مار دیا جاتا تو وہ مقصد فوت ہو جاتا جیسا کہ اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ اللہ کے کافر دشمنوں کا وجود دنیا میں تا قیامت رہے۔ اگر انہیں بالکل ختم کر دیا جاتا تو بہت سی حکمتیں بیکار ہو جاتیں جو ان کے زندہ رہنے میں مضمر ہیں۔ چنانچہ جس طرح خدا کی حکمت کے تقاضا کے مطابق ابوالبشر آدمؑ کا امتحان لیا گیا اسی طرح ان کے بعد ان کی اولاد کا بھی امتحان

ہوگا۔ جو شیطان کی مخالفت اور اس سے دشمنی کرے گا وہ سعادت سے ہم کنار ہوگا اور جو اس کی موافقت اور اس سے دوستی کرے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

۲)......سابقہ نیک اعمال کے بدلہ میں لمبی عمر:

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چونکہ پہلے سے اللہ کے علم وحکمت میں یہ بات تھی کہ شیطان کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا اور چونکہ وہ اطاعت وعبادت کر چکا ہے تو اللہ نے اس کو اس کی عبادت واطاعت کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا۔ اس طرح کہ اس کو قیامت تک زندگی بخش دی کیونکہ اللہ کسی کو اس کے عمل کی نیکی سے محروم نہیں کرتا۔ جہاں تک بندہ مؤمن کا تعلق ہے تو اللہ اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا، لیکن کافر کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں اس کے لئے کچھ نہ ہوگا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت بعض احادیث میں یہ بات بیان ہوئی ہے۔

۳)......گناہوں میں اضافہ کے لیے لمبی عمر:

شیطان کا قیامت تک زندہ رہنا اس کے حق میں عزت وکرامت نہیں کیونکہ اگر وہ پہلے ہی مر جاتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا، اس کے عذاب میں بھی کمی ہوتی اور شر میں بھی لیکن چونکہ معصیت پر اصرار کرنے، جس ذات کے فیصلہ کو تسلیم کرنا چاہئے اس سے لڑنے، اس کی حکمت پر اعتراض کرنے اور اس کے بندوں کو اس کی بندگی سے روکنے کی وجہ سے شیطان کا جرم سنگین ترین ہو چکا ہے اس لئے اس کو اس سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہی ملے گی، چنانچہ اللہ نے اس کو دنیا میں زندہ رکھا اور خوب مہلت دی تا کہ اس جرم کے ساتھ اس کے ذریعہ گناہوں میں اضافہ ہو جائے اور وہ ایسی سزا کا مستحق ہو جائے جو اس کے علاوہ کسی کو نہ دی جا سکتی ہو، چنانچہ وہ جس طرح شر اور کفر میں شر پسندوں کا سردار تھا اسی طرح سزا میں بھی ان کا سردار بن جائے گا۔ چونکہ ہر برائی کی جڑ اسی سے نکلی تھی اس لئے جہنم میں بھی اس کو اسی طرح سزا دی جائے گی یعنی جہنمیوں کو جو عذاب ہوا کرے گا اس کی ابتدا شیطان سے ہوگی پھر وہ عذاب اس کے پیروکاروں تک پہنچے گا۔ یہ اللہ کا انصاف اور عظیم حکمت ہے۔

۴)......اس کو لمبی عمر دی گئی تا کہ مجرموں پر مسلط ہو جائے:

شیطان کو تا قیامت زندہ رکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے رب سے جھگڑا کرتے ہوئے

کہا تھا:

﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾[سورة الاسراء:٦٢]

''پھر وہ (شیطان) بولا: دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں گا، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آدم علیہ السلام کی ذریت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اس کے گھر میں رہنے کے قابل نہ ہوں گے۔ ان کی وہی حیثیت ہوگی جو کوڑے کرکٹ کی ہوتی ہے، اس لیے اللہ نے ان کے لئے شیطان کو زندہ رکھا اور بزبانِ تقدیر فرمایا کہ یہ ہیں تیرے دوست اور فرمانبردار۔ تو ان کے انتظار میں بیٹھ۔ جب ان میں سے کوئی تیرے پاس سے گزرے تو تو اسے پکڑ لے! اگر وہ میرا مطیع ہوگا تو اس کو تیرے قبضہ میں نہیں دوں گا کیونکہ میں مطیع اور فرمانبردار بندوں کا نگہبان ہوں اور تو ان سب مجرموں کا سرپرست ہے جو میری دوستی اور خوشنودی سے بے نیاز ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴾[سورة النحل:٩٩، ١٠٠]

''اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔''

رہا انبیاء اور رسولوں کو موت آنا تو یہ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ وہ اللہ کے نزدیک حقیر تھے بلکہ اس لئے ہوا کہ تاکہ وہ اللہ کی باعزت جگہ میں پہنچ جائیں اور دنیا کی مصیبتوں نیز اپنوں اور غیروں کی تکلیفوں سے چھٹکارا حاصل کر لیں تاکہ اللہ ان کے بعد دوسرے رسولوں کو پیدا کرے۔ لہٰذا ان کی موت خود ان کے اور ان کی امت دونوں کے لیے ٹھیک ہے۔ ان کے لئے اس لئے کہ انہیں دنیا سے نجات مل گئی اور وہ انتہائی لذت و سرور کے ساتھ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اور امت کے لئے اس لئے کہ ان کی امت صرف ان کی زندگی میں اطاعت کی پابند نہ تھی بلکہ ان کی زندگی کی طرح موت کے بعد بھی اطاعت کی پابند تھی، نیز انبیاء کے پیروکار اپنے انبیاء کی نہیں بلکہ ان کے حکم سے اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ اور اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کو کبھی

موت نہیں۔ گویا انبیاء کی موت میں ان کے اور ان کی امت کے لئے بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

اس کے ساتھ تمام انبیاء بشر تھے اور اللہ نے بشر کو دنیا میں ہمیشہ رہنے والی مخلوق بنا کر نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو زمین میں خلیفہ یعنی جانشین بنایا کہ ایک کے بعد دوسرا ان کا قائم مقام بنے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ہمیشہ زندہ رکھتا تو ان کو خلیفہ بنانے میں جو حکمت و مصلحت تھی، وہ فوت ہو جاتی اور ان کے لئے زمین کا دامن تنگ ہو جاتا۔

موت ہر مومن کا نقطۂ کمال ہے، اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کی زندگی میں کوئی لطف نہ ہوتا اور لوگوں کو دنیا میں کوئی خوشی نہ ہوتی، گویا زندگی کی طرح موت میں بھی حکمت ہے۔

بنی آدم کو ہلاک کرنے میں شیطان کہاں تک کامیاب ہوا؟

جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ نے اس کو اپنی جنت اور رحمت سے بے دخل کر کے اس پر غضب و لعنت بھیجی تو اس نے اللہ کے سامنے اپنے آپ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ ہمیں گمراہ کر کے رہے گا اور ہم سے اپنی عبادت کروائے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

(۱) : ﴿لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ﴾[سورۃ النساء:۱۱۸، ۱۱۹]

"(وہ اس شیطان کی عبادت کرتے ہیں) جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے اور جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا۔"

(۲) : ﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قَلِيلًا﴾[سورۃ الاسراء:۶۲]

"پھر وہ (شیطان) بولا: دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں گا، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔"

تو شیطان بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا؟ تاریخِ انسانیت پر نظر

دوڑانے والا یہ دیکھ کر دنگ رہ جائے گا کہ کتنے لوگ گمراہ ہیں اور انہوں نے کس طرح رسولوں اور آسمانی کتابوں کو جھٹلایا اور اللہ کا انکار کر دیا اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک ٹھہرایا، بطور اندازہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں:

﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾[سورة المومنون:٤٤]

''پھر ہم نے مسلسل اپنے رسول بھیجے، جس قوم کے پاس بھی ان کا رسول آیا اس نے اسے جھٹلایا اور ہم ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے حتی کہ ان کو بس افسانہ ہی بنا چھوڑا۔ پھٹکار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔''

عصر حاضر میں ہم جہاں کہیں دیکھیں ہر جگہ شیطان کے ماننے والوں کا شور سنائی دے گا۔ وہ شیطان کا جھنڈا اٹھائے اس کے اَفکار ونظریات کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اللہ کے نیک بندوں پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ شیطان اپنے مقصد کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہوا؟ اس کا اندازہ ہمیں اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آدم علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ وہ اپنی ذریت میں سے جہنمی جماعت کو الگ کریں۔ جب آدم علیہ السلام اس جماعت کی تعداد کے متعلق پوچھیں گے تو اللہ فرمائے گا کہ ننانوے جہنم میں ایک جنت میں۔ ایک روایت میں ہے کہ نوسوننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں۔

اسی سے شیطان کا بنی آدم کے بارے میں اپنا خیال صحیح ثابت ہوا، انہوں نے نہ تو اپنے باپ آدم کے ساتھ جو ہوا، اس سے عبرت پکڑی اور نہ اپنے اسلاف پر جو گزری اس سے سبق حاصل کیا اور یہ ملعون انہیں تباہی کی طرف لے جاتا رہا بلکہ بسا اوقات وہ خود جہنم کی طرف دوڑ میں شیطان سے آگے نکل گئے۔ کتنی بری بات ہے کہ ایک دشمن کا خیال اپنے دشمن کے بارے میں صحیح ثابت ہو، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[سورة سباء:٢٠]

''ان کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح کر دکھایا اور ان (لوگوں) نے اس کی پیروی کی سوائے ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔''

انسان کے لئے یہ خطرناک بات ہے کہ اس کے بارے میں شیطان کا خیال صحیح ثابت ہو یعنی وہ اپنے دشمن

کی اطاعت کرے اور اپنے رب کا نافرمان ہو جائے۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے جس کا بیان یا تصور ممکن نہیں، چنانچہ عراق اور دوسرے علاقوں میں ایسی بھی جماعت ہے جو اپنے آپ کو ''شیطان کے بندے'' کہتی ہے، بعض مصنفین کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شیطان کی قسم کھاتے ہیں، کتنا تعجب خیز ہے ان کا یہ رویہ!

ہلاک ہونے والوں کی اکثریت سے دھوکہ نہ کھایا جائے:

عقلمند انسان کو ہلاک ہونے والوں کی اکثریت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اللہ کی میزان میں اکثریت کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار صرف حق کا ہے خواہ حق پرستوں کی تعداد بہت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

آپ بھی حق پرستوں میں شامل ہو جایئے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد کریم ﷺ کو اپنا رسول مانتے ہیں، جو شیطان اور اس کے پیروکاروں کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اور ان سے ہر طرح سے برسر پیکار ہیں، دل سے برا مان کر، زبان سے بول کر، ہاتھ سے لکھ کر، حق پر عمل کر کے، اور سب سے پہلے اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر اور اس کے دین پر عامل بن کر۔

ایمان والوں سے اللہ کا یہی مطالبہ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴾[سورۃ البقرۃ: ۲۰۸،۲۰۹]

''اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تمہارے پاس جو صاف صاف ہدایات آ چکی ہیں، اگر ان کو پا لینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

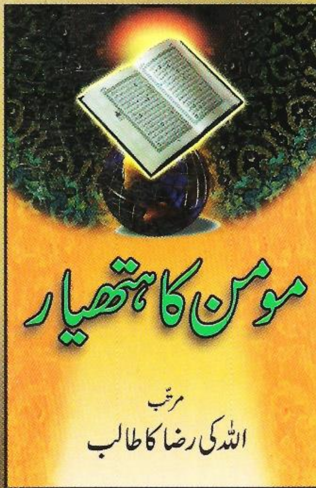
اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں میں شامل کرے جو پورے طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ (آمین)

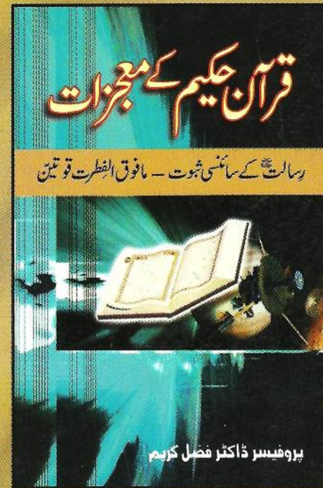


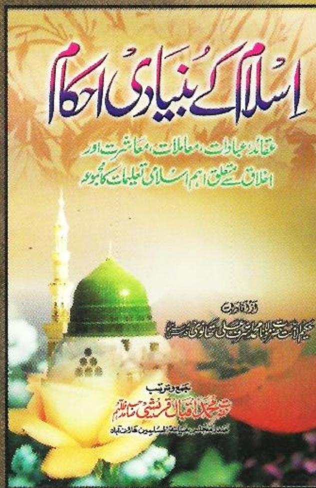
اریب پبلیکیشنز کی اہم مطبوعات

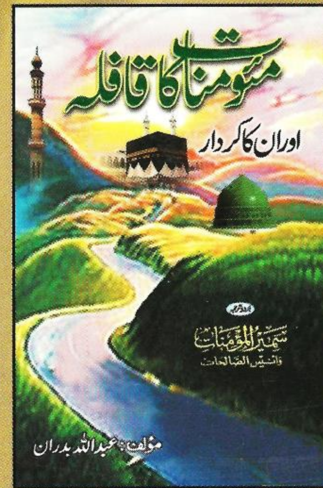
1	اسلام میں عبادت کا حقیقی مفہوم	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	125/-
2	آہ وزاری (تاریخ اسلام کے اہم واقعات)	از عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی	120/-
3	امام ابوحنیفہؒ حیات فکر اور خدمات	محمد طاہر منصوری، عبدالحی ابڑو	125/-
4	اسلامی معلومات (انسائیکلوپیڈیا)	پروفیسر رفیع اللہ شہاب	60/-
5	دس فقہائے صحابہ	مولانا ابوالحسن خالد محمود	130/-
6	بچے کی تربیت (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)	ڈاکٹر ام کلثوم	60/-
7	حیات انبیائے کرام بزبان قرآن	نگہت نذیر	180/-
8	انبیائے کرام (مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات)	غلام رسول مہر	120/-
9	اولاد کی تربیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	احمد خلیل جمعہ	160/-
10	خانۂ کعبہ کے معمار اول حضرت ابراہیم علیہ السلام	علامہ عباس محمد العقاد المصری	130/-
11	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات	ڈاکٹر ثریا ڈار	130/-
12	فلسفہ، سائنس اور کائنات	ڈاکٹر محمود علی سڈنی	130/-
13	اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش	پروفیسر سلیم چشتی	50/-
14	عقلیات ابن تیمیہؒ	مولانا محمد حنیف ندویؒ	130/-
15	افکار ابن خلدون	مولانا محمد حنیف ندویؒ	120/-
16	تلخیص مقدمہ ابن خلدون	نادم سیتاپوری	125/-
17	محاضرات قرآنی (قرآن کریم کی تاریخی اہمیت)	ڈاکٹر محمود احمد غازی	140/-
18	یہ باتیں بھی قرآن میں ہیں	میاں محمد افضل	160/-
19	سیرۃ القرآن	سیّد معروف شاہ شیرازیؒ	100/-
20	تفسیر قرآن توضیح قرآن کریم	محمد افضل احمد	125/-
21	خلاصۂ قرآن رکوع بہ رکوع	مولانا محمد ظفر اقبال	80/-
22	احادیث رسول سے منتخب ۶۰ ساٹھ دلچسپ واقعات	محمد بن حامد بن عبدالوہاب	60/-
23	آنحضرتؐ کے بیان فرمودہ سبق آموز واقعات	طلعت عفیفی محمد سالم	85/-
24	خاندان نبویؐ کے چشم وچراغ	ابن سرور محمد اویس	70/-
25	تعلیمات شرعیہ کی روشنی میں محبت کی حقیقت اور تقاضے	ابن القیم جوزید	165/-
26	آداب اعمال اور دعائیں	مولانا احمد عمر خاں	40/-
27	قرآن حکیم انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر ذوالفقار کاظم	290/-
28	صحابۂ اکرامؓ انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر ذوالفقار کاظم	300/-
29	محمد بن قاسمؒ سے اورنگ زیبؒ تک	پروفیسر سعید الحق	160/-

80/-	محمد عبدالحلیم شرر	عصر قدیم	30
130/-	میاں محمد شفیع	۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی (واقعات وحقائق)	31
35/-	مولانا محمد اویس سرور	حضرت عبداللہ بن مسعود کے سو قصے	32
35/-	مولانا محمد اویس سرور	حضرت عبداللہ ابن عباس کے سو قصے	33
35/-	مولانا محمد اویس سرور	حضرت فاطمہ کے سو قصے	34
35/-	مولانا محمد ظفر اقبال	سیرت امیر معاویہ اور ان کے دلچسپ واقعات	35
50/-	مترجم خالد محمود	قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے نئی	36
60/-	مولانا خالد محمود صاحب	خیر و برکت کا لازوال ذخیرہ	37
160/-	مولانا خالد محمود صاحب	آیات قرآنی کے شان نزول	38
35/-	مولانا محمد ظفر اقبال	فتنہ یاجوج و ماجوج قرآن وحدیث کی روشنی میں	39
50/-	مولانا محمد ادریس صاحب	حصن حصین	40
130/-	ڈاکٹر محمود علی سڈنی	فلسفہ، سائنس اور کائنات	41
80/-	خلیق احمد نظامی	دلی تاریخ کے آئینے میں	42
35/-	از مولانا اشرف علی تھانوی	آداب زندگی	43
90/-	از مولانا محمد اشرف علی تھانوی	اسلام کے بنیادی احکام	44
70/-	از محمد زید (ایم ایس سی)	گنجینۂ معلومات (اسلام کے ہر پہلو و دیگر معلومات پر سوال جواب)	45
80/-	از امام ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا قرشی بغدادی	زاہدوں کے واقعات	46
70/-	از عبداللہ بدران	مومنات کا قافلہ اور ان کا کردار	47
55/-	از موسیٰ الاسود	گلستان مومنات	48
140/-	ڈاکٹر محمود احمد غازی	محاضرات قرآن (قرآن کریم کی تاریخی اہمیت)	49
60/-	از امام ابی عمرو عثمانی بن سعید الدانی	قرآنی معلومات اور تحقیق	50
55/-	از مولانا عاشق الٰہی بلندی شہری	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	51
35/-	محمد رمضان فاروقی	خواب (ایک دلچسپ اور پراسرار کائنات)	52
165/-	ابن القیم جوزیہ	تعلیمات شرعیہ کی روشنی میں محبت کی حقیقت اور تقاضے	53
125/-	احمد جاوید	انتخاب کلیات اقبال مع فرہنگ	54
120/-	ڈاکٹر وحید عشرت	تجدید فکریات اسلام	55
70/-	سید قاسم محمود	پیام اقبال بنام نوجوان ملت	56
80/-	پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم	کائنات اور اس کا انجام (قرآن اور سائنس کی روشنی میں)	57









Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)
Ph : 23282550, 23284740 Tel-Fax : 91-11-23267510
e-mail : apd@bol.net.in

Rs.80/-